بحر الفصاحت

—— مؤلفہ ——

مولوی نجم الغنی رام پوری

اُردو قواعد، معانی و بیان، عروض و قوافی اور نظم و نثر کی
سب سے بڑی اور مستند کتاب

—— ناشر ——

راجہ رام کمار بکڈپو وارث نولکشور بکڈپو لکھنؤ

قیمت مجلد دس روپے

بحر الفصاحت ـ مؤلّفہ ـ نجم الغنی رامپوری

ضخامت :۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۲۵۰ صفحات

قیمت مجلّد :۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ دس روپے

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو

وارث

نولکشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ رشحۂ قلم مولوی رشید احمد صاحب تحویلدار کتبخانہ ریاست رام پور خلف میان فضل احمد صاحب مجددی نقشبندی

یہ وہ شیرین ہے کہ فرہاد ہین جس کے صدہا
جسکا دیوانہ ہے ہر ایک وہ لیلے یہ ہے

گو دنیا مین مختلف علوم و فنون کی ہزارہا کتابین ہر زبان مین لکھی گئین اور لکھی جائینگی۔ مگر اردو مین ایسی جامع اور مفید کتاب آج تک کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی۔ اس دعوے کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہین۔ صرف ایک نظر اس کتاب کو دیکھ لینا اسکے عدیم النظیر ہونے کی کافی شہادت ہے ہر دیکھنے والا خود بخود کہہ اُٹھیگا ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جن خصوصیات کے لحاظ سے اس اعجوبۂ روزگار کو قدر دان ہاتھون نے یکتائی کا تاج اور مقبولیت کا خلعت پہنایا ہے وہ علمی اسرار و غوامض اور ادبی نکات و دقائق تو ارباب فضل و کمالات ہی کی باریک بین نظرین دیکھ سکتی ہین لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے جو منظر ظاہر بین نگاہون کو نظر آتا ہے وہ بھی اس بحرِ فصاحت پر تحسین و آفرین کے بادل برسانے کے لیے کچھ کم نہین ہے۔ اگر اس کے رنگا رنگ مضامین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شگفتہ چمن ہے جسکے پھولون کی بہار دیکھکر چمن کے پھول بھی خجالت سے عرق عرق ہین اگر الفاظ کی آب و تاب پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کان گہر ہے جسکے دُرِ شاہوار کی چمک کے آگے دریا کے موتی بھی شرم سے پانی پانی ہین۔ اگر عبارت کی سلاست و روانی کی طرف خیال کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ ایک دریائے فصاحت موج زن ہے جسکی ہر لہر سلک مروارید سے زیادہ خوشنما ہے۔ غرض مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اسمین شک نہین کہ اردو زبان اس مایۂ ناز پر جتنا فخر کرے بجا ہے اور اہل زبان جس قدر اسکی تعریف مین رطب اللسان ہون زیبا ہے۔ فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ نسخہ کسی طرح نسخۂ کیمیا سے کم نہین بلکہ بدرجہا بہتر ہے۔ فاضل مصنف نے اُن اہم اور معرکۃ الآرا مباحث کا جنکی تحقیق مین ایک زمانہ صرف ہونے کے علاوہ بیش بہا کتب کا سرمایہ ہونے ہوئے علمی قابلیت

اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی بھی ضرورت تھی دلائل و براہین سے سلیس عبارت میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ تصفیہ کیا ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کرکے راستہ ایسا صاف کردیا کہ اب ہر شخص مہینوں کی مسافت منٹوں میں طے کرسکتا ہے۔ فارسی و عربی میں تو قواعد صرف و نحو کی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اردو میں ابتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے اردو زبان کی نحوی ترکیب کرنے کا طریقہ معلوم ہوسکے اس عقدۂ مشکل کو بھی مصنف نے اپنی بےنظیر قابلیت و کوشش سے اس طرح حل کیا ہے جسکی اسوقت کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔ ہزار آفرین اور لاکھ تحسین مصنف کی اس عالی ہمتی پر کہ دوسروں کے نفع کی خاطر اپنی جان کو۔ مال کو۔ وقت کو محض تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردیا۔ اور اس عظیم الشان کام میں گو کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر کسی حالت میں ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنے ارادے سے منھ نہ موڑا بلکہ جس تنگ اور دشوار گذار راستے میں قدم رکھا تھا اسکو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے صاف و وسیع شاہراہ بناکر چھوڑا ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

قطعہ تاریخ طبع بحر الفصاحت از مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور

اے چشم شوق مژدہ ہوئی طبع وہ کتاب
ہے جس پہ قدردانی اہل زمن نثار

ہر صفحہ جس کا تختۂ گلہاے رنگ رنگ
جن کی مہک پہ نافۂ مشک ختن نثار

ہر سطر جس کی بحر فصاحت کی لہر ہے
جسکے ہر ایک قطرے پہ دُرِّ عدن نثار

شاید کہ دیکھ پائی ہے اُسکی جھلک کبھی
ہوتا ہے یوں زمین پہ چرخ کہن نثار

ہے فکر سال طبع تو کہدو یہ اے رشید
کیا گل کھلا کہ جس پہ ہزاروں چمن نثار

۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین بحر الفصاحت



مولانا محمد نجم الغنی صاحب مصنف کتاب ہذا

اشارات

از:۔۔۔۔۔ امیر حسن نورانی

اُردو زبان میں ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت مسلّم ہے جسمیں ادب، انشا، قواعد و بلاغت، معانی و بیان عروض و قوافی اور تمام دیگر ضروری معلومات یکجا ہوں، انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں اُردو میں بعض رسائل ضرور مرتب کئے گئے ہیں لیکن کوئی جامع کتاب نظر سے نہیں گزری۔

پیش نظر کتاب "بحر الفصاحت" یقیناً مذکورہ ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتی ہو اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُردو زبان میں اس سے جامع کتاب اب تک کوئی شائع نہیں ہوئی، اس کتاب کے فاضل مولف مولانا نجم الغنی رامپوری نے اب سے چالیس سال قبل اس ضرورت کو محسوس کرکے اس دور کے ماحول و مذاق کے مطابق یہ گرانبہا کتاب تالیف کی تھی جس کی اہمیت اور افادیت اس دور میں بھی مسلّم ہے

کتاب کے لائق مؤلف علمی دنیا میں اچھی خاصی شہرت حاصل کرچکے ہیں، ایک طرف انھوں نے فن طب میں "خزینۃ الادویہ" جیسی بہترین اور صحیح تصنیف پیش کی اور دوسری طرف فن تاریخ میں "تاریخ اودھ" اور "مذاہب الاسلام" جیسی عظیم الشان اور بے بہا کتابیں لکھیں، پھر اسکے ساتھ ساتھ انھوں نے زبان و ادب کی خدمت بھی اس طرح انجام دی کہ اسکی نظیر ملنا مشکل ہے، فارسی میں "نہج الادب" کے نام سے مولانا موصوف نے بحر الفصاحت کے طرز میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک نادر کتاب تالیف فرمائی جس کو ہندستان سے زیادہ ایران افغانستان میں مقبولیت حاصل ہوئی اور باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہو کہ اس کتاب کا ایران میں بھی ایک اڈیشن شائع ہوچکا ہے جسے راقم الحروف نے خود تو اب تک نہیں دیکھا، لیکن ایران میں اس کتاب کی مقبولیت کا حال بعض ایرانی احباب کی زبانی سُنا ہے۔

"بحر الفصاحت" کو اُردو زبان کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، اگر اسکی ترتیب جدید طریقہ پر کردی جائے اور بعض ضروری باتوں کا اضافہ کردیا جائے تو یہ مکمل و جامع انسائیکلوپیڈیا بن سکتی ہے۔

کتاب کی ابتدا شعر کے جواز و عدم جواز کی بحث سے کی گئی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس پر روشنی ڈالی ہے اسکے ضمن میں عربی، فارسی شاعری کی تاریخ و خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد اقسام نظم و نثر کا ذکر ہے معانی و بیان، فصاحت و بلاغت، عروض و قوافی، قواعد و انشا اور ان کے متعلقات کا ذکر بڑی شرح و بسط سے

کیا ہے، مثالیں اُردو کے باکمال شعراء کے کلام سے دی گئی ہیں، کئی ہزار اشعار مختلف عنوانات کے تحت اس میں درج ہیں، جن کو علیحدہ جمع کیا جائے تو ایک اچھا انتخاب ہو سکتا ہے۔

فاضل مؤلف لائق صد تحسین ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت و عرق ریزی سے اُردو زبان و ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔

”بحر الفصاحت“ پہلی بار ۱۳۰۳ ہجری میں مطبع منشی نولکشور سے شائع ہوئی تھی جہاں رہ کر مولوی نجم الغنی نے اسکی تکمیل کی تھی، دوبارہ ۱۹۲۶ء میں اسی مطبع سے شائع ہوئی تھی، تیسری بار اسکی اشاعت کا اہتمام کیا گیا تھا مگر مکمل نہ ہو سکی، کچھ مطبوعہ اجزاء رکھے تھے کچھ سابقہ ایڈیشن کے ناقص نسخے موجود تھے، ان سب کو یکجا کر کے اور جو اجزاء کم تھے ان کو دوبارہ طبع کرا کے پانچ سو نسخے مکمل کئے گئے۔

اس کتاب کی ضخامت بارہ سو صفحات سے زیادہ ہے لیکن اس میں فہرست مضامین موجود نہ تھی جسکی وجہ سے مختلف عنوانات کی تلاش میں بڑی زحمت ہوتی تھی، مطبع منشی نول کشور کے وارث و مالک **راجہ رام کمار صاحب بھارگو** نے مجھے اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائی تو میں نے اسکی اہمیت کے پیش نظر فہرست مضامین مرتب کر دی لیکن چھوٹے چھوٹے ضمنی عنوانات کو بھی طوالت کے خیال سے چھوڑنا پڑا، آخر میں ایک اشاریہ کا اضافہ بھی کر دیا ہے، جس میں ان تمام شعراء کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیئے گئے ہیں جن کے اشعار کا انتخاب بحر الفصاحت میں موجود ہے اور ان کتابوں کے نام بھی درج ہیں جن کے حوالے جا بجا آئے ہیں، ان اضافوں سے کتاب کی افادیت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور اضافہ ضرور ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ اہل ذوق اس کو پسند کریں گے۔

اس سلسلہ میں راجہ رام کمار بھارگو صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اُردو کی ایک ضخیم اور مفید کتاب کو ایسے شاندار طریقہ پر اہل ذوق کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کیا۔

امیر حسن نورانی

یکم فروری ۱۹۵۶ء

بحر الفصاحت

از

نجم الغنی رامپوری

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو لکھنؤ

وارث

نول کشور بکڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حمد و ثنا نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین و آسمان ہے جس نے معشوق سخن کو بے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعرائے نو و کہن کو مشاطگی عروس نظم میں ہمہ تن مصروف کیا شان اُس کی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے (جل جلالہ) اور ہدیۂ نا محدود و صلوٰۃ و درود اُس مطلع قصائد ایجاد و تکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جس کے پرتو نبوت نے رباعی دنیا کو نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحۂ شش جہات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو مثل حرف غلط کے مٹایا نام اُن کا محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہوار تحیت اور لآلی آبدار منقبت تحفۂ آستان مقدس و جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم ہے جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر میں ڈالتے اور وقت تفسیر آیۂ آسمانی کے قند و گلاب کے باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

سلطانِ کلام فصحا ہے سخن اُن کا	ہے ترجمۂ قرآن مبین کا دہن اُن کا

بعد اس کے فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خوان دبستان نادانی محمد نجم الغنی خاں طلبگار افضال سبحانی المتخلص بہ نجم و نجمی ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی ابن مولوی محمد عبد العلی خاں ابن مولوی محمد عبد الرحمن خاں ابن مولانا حاجی محمد سعید خاں برد اللہ مضجعہم نوخض رسا ہے کہ اس مجموعۂ لطافت موج خیز دریائے بلاغت کو جس کا عرف **بحر الفصاحت** ہے اور تاریخی نام اس کا مقاصد البلغا (۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری میں تالیف کر کے سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں چھپوایا تھا اب کہ تیرہ سو

تیتالیس ہین اسپر نظر ثالث کر کے بقدر ضرورت کمی وبیشی کی گئی ہے اس مین طالبین کے فائدے اور اور
اہل بصیرت کیلیے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ (اُردو) و علم عروض و قافیہ و
علم معانی و بیان و بدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف
حقیقت شاعری عربی و فارسی و اُردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے بیان مین ہے
اور اس مین چھے موتی ہین پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے
بیان ہین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین تیسرا موتی شعر کی تعریف مین
چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار
اقسام نظم کے چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے پہلا جزیرہ عروض کے بیان مین اور اس
فن کو ہم چھ فصلون مین لکھین گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرون کی
ایجاد کے ذکر مین دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین تیسرا شہر
زحافون کے بیان مین چوتھا شہر تقطیع کے بیان مین اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین پانچوان شہر
بحرون کی تفصیل مین چھٹا شہر رباعی کے بیان مین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان مین اس کا حال پانچ شہرون
مین ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر مین
تیسرا شہر قافیے کے عیبون کے بیان مین - چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے -
پانچوان شہر ردیف کے بیان مین تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین اس مین تین شہر ہین پہلا شہر
علم معانی کے بیان مین اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین دوسرا باغ
مسندالیہ کے حالات مین اس مین دو چمن ہین چمن اول مقتضائے ظاہر حال کے موافق مین چمن دوم
مقتضائے ظاہر حال کے خلاف مین تیسرا باغ مسند کے احوال مین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین
پانچوان باغ قصر کے بیان مین چھٹا باغ - انشا کے حال مین ساتوان باغ فصل و وصل کے
حال مین آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر مین اس مین
چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین اس باغ مین چھ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان
مین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے
بیان مین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان مین چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت و ضعف
کے مبالغے مین دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین اس مین پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ
کے بیان مین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور

مستعار له اور وجه جامع کے چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین پانچوان چمن استعارے کے حسن وخوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین۔ تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اس مین دو باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دو باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین۔

امید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف	مجھے رکھین طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین	زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے	نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن	نہ خواہان جاہ و وقار سخن

گو اپنے نزدیک غور وتامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو وخطا ہر شخص کی آب وگل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی وسہو پائین تو اصحاب مروت کیش وارباب دور اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے محو فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر	ہزارون عیب جو ہین اک ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت وہ باغ	ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی	جو دیکھین مو کرین بس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہے یہ ڈھنگ	کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہین وہ بسبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضحک کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسین گے کہ اصل وماخذ میرا انتقالات اساتذہ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ دامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین اُنکا مقلد اور پیرو ہون۔

جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر ونظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح دارین

یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطر نشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع بلغاے آفاق کرے اور صاف دردنان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کور سودان ذی الشقاق زادہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھون سے محفوظ رکھے مصرع

اللہ نہ ڈالے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی و فارسی و اردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر مین

اس مین تین موتی ہین۔

پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے بیان مین

مرآت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرۂ دولت شاہی۔ زین القصص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم		دل بااین محنت نہ از خود دادہ ایم	

مرزا صائب کا قول ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود		طبع موزون حجت فرزندی آدم بود	

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخر الدین رازی کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم و رنج کے مرثیے کو زبان سریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا کیونکہ اُنکی زبان سریانی تھی پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین ؎

	تغیرت البلاد و من علیہا یعنی متغیر ہوگئے شہر اور اُنکے رہنے والے تغیر کل ذی طعم و لون یعنی بدل گئی ہر مزہ دار اور رنگ والی چیز فوا اسفا علی ہابیل ابنی	[illegible]	و وجہ الارض مغبر قبیح اور روے زمین خراب اور گرد آلود ہے و قل بشاشۃ الوجہ الملیح اور کم ہوگئی تازگی خوبصورت چہرے کی قتیلا قد تضمنہ الضریح	[illegible]

وجاور نا عدو ليس يفنى	بعين لا يموت فنستريح
اور ہمسایہ ہوگیا ہی ہمارا وہ دشمن جو فنا نہین ہوتا	تا کہ ہم راحت پائین

زبانِ عربی اور ایجاد شعر عربی -

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

من الناس من اب وام	خلیف جهل وطیف علم
یعنی بعض لوگ اپنے مان باپ یعنی پیدائشی طور پر	جہالت پسند ہین اور بعض علم دوست

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبا یعنی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخنہاے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفے پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا۔ صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلیجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے۔ بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام انکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (۲) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسما و لغات عربیہ اُن مین عرب کے طبقہ اولے سے منقول ہوکر آئے ہین گویا یہ ایسے حال مین ہوگئے ہین کہ اس سے پیشتر اس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اولے بہ نسبت انکے مقدم ترین گروہ سے تھا یہ بلحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی۔ اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمین بن قیذار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا۔ بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور انھین سے عربی زبان سیکھی تھی ورنہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ اُنکی عربی زبان تھی (۳) عرب المتعرب اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسباً اور زماناً بہت ہی قریب ہے (۴) عرب مستعجم وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک والحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک

طرز کی دولت وحکومت کی بنا ڈالی تو عجمون کی مخالطت ومجالست نے اُنکی اُس زبان کو جو کہ اصلی بادری زبان کی قائم مقام ہورہی تھی ایسا کچھ متغیر و تبدل کر دیا کہ بہ ظاہر بالکل مخالف ہوگئی یہ طبقہ درحقیقت طبقہ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریر اور ابو الفراس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابو الطیب متنبی۔ ابو نواس۔ اصمعی۔ ابو دلامہ۔ ثعلب اور دعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیون کی بہ نسبت دیوان متنبی یا دوسرے مولدین کا کلام مشکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پردازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکون سے مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکلون مین ہوگئے ہین ورنہ شیبی کلید بردار خانۂ کعبہ اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدوُن کی گفتگو کی سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکار گاہ مین شیر کو مار کر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا۔ مصرع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ ٭ مین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب و رُاسکے ہمرکاب تھا مصرعہ ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ٭ بعض کہتے ہین کہ مصرعہ ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا۔ صاحب نزہۃ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرارُخ حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جهان دانی همه سمراد باشد	ترا گر فر یزدان داد باشد ٭
ز سمر اوست گفتن نام سمراد	همه سمراد هم سمراد باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول ملا عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین | گسترانیدہ بجود و فضل در عالم مدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دو سو اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابو حفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا | یاندارد و بے یارے چگونہ رودا

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ ظاہر ہوے اور اُسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متبنی کوفی نے جو عمدہ ترین شعراے متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سر آمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اُسکا زیادہ ہو گیا اور خاقانی۔ ثنائی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی۔ خسرو۔ فیضی۔ حافظ۔ جامی۔ ہلالی۔ فغانی۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ صائب۔ کلیم۔ سلیم۔ اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور ان مین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولے رکھتا تھا مثلاً فردوسی رزم کا دھنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین امرؤ القیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشے حسن طلب اور وصف شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے ایک ہی ڈھنگ پر ہے ان مین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اُسیقدر جسقدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن اُنکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی وہی طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوا بیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری۔ عرفی وغیرہ کی بھی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُسکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین دو طرزون کا زیادہ رواج ہو گیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہو گئی جو لوگ شعر فارسی مین کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ اور خسرو کی غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے پانون کو طرز جدید لگ گئی تھی جس مین قوت تخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال کرتے ہین بلکہ آجکل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرۂ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور انھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین۔ جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہو سکتا اسی وجہ سے آجکل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلہ اُن شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا ہمواری اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجان کی زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلاف شہری وکوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صائب و قاآنی تینون برابر ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کر سکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور الفاظ عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس خوردہ طبع شاعر اُسپر اتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تفاسیر و احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے

بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کرکے اُنکو عزو امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور چکیدۂ قلم کو ملاحظہ کرکے خزانہ فیض سے صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب مظہر الحق کے شاہد مدعا ہین۔ ع

در شرف شعر رسولؐ خدا	گفت پسے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند	چون دُر و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؓ گفت حسینؓ و حسنؓ	گفت انس گفت اویس قرنؓ
شعر کہ حسان عرب گفتہ است	سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نکردش نبیؐ	نہی از ان کار نکردش نبیؐ
بلکہ برد کرد ہزار آفرین	سید کونین رسولؐ امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شعرا لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پر حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا ان من الشعر حکمۃ یعنے بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر برے نہین بلکہ انمین سے فائدے کے بھی ہوتے ہین شعرا کی قدر تمام دنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ اُنکی عزت کی ہے اور قومون نے اُنکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی ساسان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہاے جلیلہ اور مرتبت خاص سے سرفراز ہوے میر حسن کہتا ہے۔ ع

سخن کے طلبگار ہین عقلمند	سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام	نھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب	سخن سے رہی یادیہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن	الٰہی رہین قدردان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت دیکھکر حضورؐ کو شاعر گمان کرتے تھے جیساکہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا اُنھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اُسکو بلکہ وہ شاعر ہے حال آنکہ آپ شاعر

نہ تھے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب ونا جائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلۂ تحسین عنایت نہ فرماتے اور اُنکی تعریف نکرتے۔ صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقس بادشاہ مصر واسکندریہ نے برسم نذر وہدیہ بھیجی تھین آپنے اُنمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اُس شعر معما کے صلے مین اُنکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اُس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔

صاحب مخزن الشعرا شعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی راہ وروش وعادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسپر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نہ فرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہو تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعرگوئی سے منع نہ فرمایا بلکہ خود فی البدیہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری ومسلم مین ابو اسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُترکر اللہ تعالے سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا ؎

انا النبی لا کذب   انا ابن عبد المطلب

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین باے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری ومسلم نے جندب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی اُنگلی زخمی ہوئی تو آپنے اُسوقت فرمایا ؎

هل انتِ الا اِصبعٌ دمیتِ   وفی سبیل الله مالقیتِ

یعنی نہین ہے تو مگر اُنگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تونے دیکھی اور جو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے وزن شعر پر طبیعت موزون کے اقتضاے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کرسکتے اور طیبی نے کہا کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالے کے اس قول

سے وعلمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہیں ہیں اور بہرا اسے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوۂ خندق میں آنحضرت مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

اشعار

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے ؎

فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش اُتار اور جبکہ ہم کفار سے ملیں تو ہمارے قدم ثابت رکھ ؎

ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفہ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت میں ؎

ان الرسول لسیف یستضاء بہ	مھند من سیف الھند مسلول

لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام میں لفظ زائد نہ رہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہیں پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یوں بہتر ہوا **مصرع** مہند من سیوف اللہ مسلول ؂ اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے حضور اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیوں مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انمیں سے ایک یہ ہے ؎

سقاک ابوبکر بکاس رویۃ	فانھلک المامور منھا وعلک

پلایا تجھے ابوبکر نے بھرا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اُس سے اور مکرر کر دیا مامور محاورے میں اُس شخص کو کہتے ہیں جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اُسکو پہونچے یہ کنایہ کیا تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ساہجویں بھی اُسنے کہی تھیں اس لیے خون اُس کا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہاں پائیں مار ڈالیں مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکہ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کعب بن زہیر بھی

بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھاکر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمہ طیبہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور ردائے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تراہی ہے۔ سے

سقاك ابو بكر بكاس روية	فانهلك المامور منها وعلك

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرہا بلکہ مدح کا ہوگیا کہا مین نے رویہ دال سے نہین کہا بلکہ رویہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور مامور رے سے نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضرجوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ مسجد مین حضرت حسانؓ پر ایسی حالت مین گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے حسان کیطرف ترچھی نظرون سے دیکھا اُسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام مین لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اُن مین شعر سے وہ اشعار مراد ہین جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہی اور بمزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہی چنانچہ بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کیواسطے رکھتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہوکر اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضرت اُنکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیلؑ کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہونچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار مکہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہین ہے تو حضورؐ نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ کارگر ہین۔ اور عمرو بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرتؐ کے

پیچھے سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہان کہا پڑھ مین نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُسکی زبان ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی۔ فائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانہ کفر و جاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٰہی اور مذمت دنیا کا مضمون تھا۔ ابو ہریرہ رض سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرعہ مصرع الاکل شئی ما خلا اللہ باطل ؎ (یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے) سُنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہے براء سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرتؐ نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریلؑ ہے۔ اور آنحضرتؐ حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بارخدایا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قوت دے اور حضرت عائشہ رض سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے۔ اور آنحضرتؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے مسلمانون کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عایشة رضی اللہ عنہا کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور آپ مُسکراتے تھے۔ بہرصورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ و روایات صحیحہ مین اُسکے مسنون و مستحسن ہونیکے دلائل قویہ وارد ہین۔ اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول اور تشبیہ و استعارہ معقول مثلاً معشوق کے مُنھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین حدیث مین بھی آئی ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون ناروا ہے وہ نظم و نثر دونون مین لکھنا بُرا ہے نظم ہی کی خصوصیت نہین۔ حضرت عائشہ رض سے دارقطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُس مین سے بُرا ہے اور ابو داؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکماً یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام شمس المفاخر والمعالی ابو حامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفہوم وزن دار کلام بامعنی۔

وھو الشعر اور اسی کا نام شعر ہے وذلک لا یخرج الا من حنجرۃ الانسان اور یہ نہین نکلتا مگر گلوے انسان سے
فیقطع بالاباحتہ پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے ذلک لانہ ما زاد الا کونہ مفہوما یہ اسواسطے
کہ نہین زیادہ ہوا اگر ہوتا اُسکا با معنی والکلام المفہوم غیر حرام اور کلام با معنی حرام نہین ہے والصوت الطیب
الموزون غیر حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہین ہے فاذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع
پس جبکہ حرام نہین ہوئی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ینظر فیما یفھم منہ ہان اُسکے مضمون
مین دیکھا جائے گا فان کان فیہ امر محظور حرم نثرہ ونظمہ پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے
حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصویت بہ سواء کان بالحان او لم یکن اور حرام ہے اس کا بولنا
خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فیہ ما قالہ الشافعی رحمہ اللہ تعالے
اذ قال الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح اور حق اس بارے مین وہ ہے جو شافعی رحمہ اللہ نے
کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا بُرا ہے ومھما جاز انشاد الشعر بغیر صوت والحان جاز
انشادہ مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا
خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع
مباحا اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا ومھما انضم مباح الی مباح لم یحرم
الا اذا تضمن المجموع محظورا لا یتضمنہ الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام
نہین مگر جبکہ مجموعہ ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہ تھا ولا محظور ھھنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین
وکیف ینکر انشاد الشعر وقد انشد بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کیسے انکار
کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال علیہ السلام
ان من الشعر حکما اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے وانشدت عائشۃ رضی اللہ عنھا اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا
جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعا ناجائز ہے اور شعرا نے
یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین یجوز للشاعر ما لا یجوز لغیرہ
یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا
قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا
متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ۔
یہ بھی مخفی نرہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنہ حسن وقبیحہ قبیح قبیح کے معنے مبالغے کے لیے

ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے اُنکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن وحدیث کے مضمون باندھنا ہے۔ نہ مبالغے کا استعمال کرنا پس قبیح وہ شعر ہے کہ جس مین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت وحدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتون کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشواے دین کی نسبت اُس مین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر مین غلط باندھا ہے۔

جہان نازد بعدل شاہ مسعود	چو پیغمبر بنوشیروان عادل

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جز وکل مالک کون ومکان شہنشاہ زمین وزمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ ؎

سزد گر بدورانش نازم چنان	کہ سید بدوران نوشیروان

حضور نے زمانہ نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بنا کر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر۔ ؎

اکثر محمد مصطفےٰ محبوب ومطلوب خدا	گفتے دریغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا پس کسی قول وفعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے مین داخل ہے اور کتب حدیث مین حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابو الفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف مین۔ ؎

بر روے زمین و آسمان باز	با درگہ کبریا ہم آواز

دیکھئے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز ومقابل ہے نہایت قبیح وخلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔ ؎

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی تو مین اللہ سے	واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

پارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین سالک مسلک دل راہ نما کہتے ہین	جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز وعلا توہی تھا جانشینی پیمبر کے سزا توہی تھا	چہرہ آرا ے زمین اور سما توہی تھا قاب خاکی کے پردے مین خدا توہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف مین کہتے ہین۔

کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار ۔ نوحؑ ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گذار

ایضًا

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہین ۔ پہنچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہے ہین

ایضًا

جانتے ہین تجھی کو سب معبود ۔ تھا زمین و زمان سے تو مقصود

مصحفی

دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا ۔ ہے موسی عمران بھی ہارون مرے آگے

حسرت در مدح امام موسی رضا

مرتبہ دربان کا ترے رکھتے ہین عیسی و کلیم ۔ قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم

منت

گر اُس لب جان بخش کی اک بات سُناؤن ۔ عیسی بھی جو کچھ بولے تو صلوات سُناؤن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین۔

تعریف کرون کیا مین شہ والا کی ۔ موسے کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسی کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

ملک خصال پری وش فرشتہ خو کستا ۔ مجال تھی کہ سگ یار کو مین تو کہتا

علی حزین منقبت امیر المومنین علی مین لکھتے ہین

سومنات محبت تو بود ۔ فارغ از رسم محفل آرائی

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہے اسی قبیل کے ہے یہ شعر امیر مینائی کا ۔

جب وہ بُت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی ۔ ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

مہدی حسین خان آباد

کر دیا مُردون کو زندہ اے وصی مصطفی ۔ آپکے اعجاز نے عیسے کو حیران کر دیا

ایسے ہی شعرون کی نسبت کہا گیا ہے الشعراء من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ

سے ندے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم وفاسق کی جھوٹی باتون کی تعریف وتصدیق نہ کرے اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ کی بُرائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو لوگون کی نظرون مین دونون احمق دکھلائین گے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے اور ادھر اسکی طبیعت سے راستی دُور ہوتی جائے گی اور اُدھر جھوٹی اور بے سر و پا باتین وزن وقافیہ کے دلکش پیرایے مین سُنتے سُنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق وواقعات سے لوگون کو روز بروز مناسبت کم ہوتی جائے گی جھوٹی تعریف کرنے والا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہر داری ومکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتون کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور شاعرون کو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد وچاپلوسی اور حد سے زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ وہ شاعر حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین شعر کہا کرتے تھے اور مشرک اُنسے سنکر پڑھتے پھرتے تھے اُنکے حق مین آیۂ والشعراء یتبعھم الغاوون الخ نازل ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خدا تعالیٰ کی جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابن رواحہ وغیرہ شعراء و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اور حق سبحانہ تعالیٰ ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین کہتے ہو وہ اُنکو تیر وسنان سے سخت تر ہین اُسی وقت آیۂ کریمہ الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً نازل ہوئی رسالۂ شان نزول آیات قرآنی مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی۔ ۵

شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا	ہست از ایشان بقرآن ظاہر استثناء ما

ہمارے واجب الرحم علماء دست شعر وشاعری مین آیۂ کریمہ والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون کی دلیل تو دے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیۂ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے

ہین اور وہ یہ ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین سر مارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا بعد اُسکے کہ انپر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کو کس کروٹ اُلٹتے ہین۔ کافر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے سو اس سے پہلی آیت مین اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور اس آیت مین درمیان حضور کے اور شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات ومنات وغیرہ کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگل مین پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ان باتون سے کوئی شخص ہدایت نہین پاتا بخلاف امر آنحضرتؐ کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ فرماتے ہین اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت گمراہی کی ہے بخلاف آنحضرتؐ کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورون سے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالیٰ اور عبادت معبود برحق اور ترک شرک ومعاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال واوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین اور خود بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ برائیان جو اوپر بیان کی گئین اُنسے وہ شعرا مستثنےٰ ہین جو ایماندار ہون اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید ونبوت ودعوت خلق الی اللہ اور ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نہ کرتے ہون مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو۔ ھکذا استفاد من مفاتیح الغیب۔

صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفعولن مفعولن فاعلان ؎

بسم اللہ ایکہ منکر شعری بگو جواب
موزون چراست آنچہ بقرآن مقدم است

اور اسی کے بحر ووزن مین سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت ہے قال فما خطبک یا سامری بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناک الکوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتی تنفقوا بروزن فاعلاتن

فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشهدون اسی طرح ثم انتم ھولاء تقتلون اور سورۂ سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن فاعلان دو بار (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورۂ اعراف کی آیت ہے واملی لھم ان کیدی متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول (ایضًا) ویرزقہ من حیث لایحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر کی یہ آیت ہے اناخلقنا الانسان من نطفۃ بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لان (۹) بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اصنع الفلک باعیننا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک (۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن ؛ مفاعلتن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ آیت ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن متفعلن متفعلن متفاعلن مستفعلان ۔ (۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے ارأیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم (۱۴) اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبھم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے مطوعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیۃ علیھم ظلالھا وذللت قطوفھا تذلیلا ۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر وہ کلام مقفے ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات باری تعالٰی کی طرف منسوب نہین ہوسکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہو گئے ہون اور اُسپر اطلاع نہوئی ہو معاذ اللہ لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحًا شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ وکذب ہوتا ہے اور کلام الٰہی ان اُمور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا انتہےٰ بعض کا قول ہے کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد

نہو جاے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوئی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین۔ آب حیات مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی نواب سعادت علی خان والی اودھ کی زبان سے اُسکی نسبت یہ مصرع نکل گیا ؎ پگڑی تو نہین ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی ہے، حالانکہ نواب سعادت علی خان کو کوئی شاعر نہین کہتا اور نہ اُنکو خود شاعر ہونے کا دعوی تھا مرزا رحیم بیگ مخزن الشعرا مین لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہوجائیگا تو فی البدیہ سمجھا جائے گا مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا۔ پس اب یہ کہین گے کہ یہ آیات رب العزت نے قصداً نثر مرجز مین فرمائی ہین نہ فی البدیہ شعر ہین نہ بالقصد شعر ہین اگر شعر ہوتین تو کسی جگہ تو ایسی موزون آیات کے دو دو مصرع برابر واقع ہوتے بلکہ جہان ہے موزون ایک فقرہ ہے۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہٗ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہوسکتا۔ یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبد الحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری شروح مشکوٰۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا ہے مقصود بالذات نہین۔

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانۂ حضور پُر نور سے اور خاص عہد بابرکت مین بہ تشریح متذکرۂ بالا ثابت ہوگیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الخطاب مُتَمِّمًا اخا مالکِ بْنِ نُوَیْرَۃَ یَنْدُبُ اخاہ ویقول الشعر فقال یا لیتنی اقول الشعر فَانْدُبُ اخی زیدا (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ متمم برادر مالک بن نویرۃ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے محاسن و خوبیان بیان کرکے روتا ہے فرمایا کاشکے مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابوہریرہ کا نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز خلد برین ہوچکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے چھوارون مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے

دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھیو اُن چھوارون مین ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس برس کے خرچ ہوتے رہے اور منون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر گم ہوے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابوہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا۔ ؎

للناس ھمٌّ و لی ھمّان	فقدُ الجرابِ وقتلُ الشیخ عثمانَ

یعنی لوگون کو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین یبنذی صاحب شرح ہدایت الحکمۃ نے لکھی ہے یہان پر چند شعر تیمنا و تبرکا لکھے جاتے ہین۔ ؎

دَعْ ذِکرَھُنَّ فَمَا لھن وفاءُ	رِیحُ الصبا و عھودُھُنَّ سواءُ
یَکسِرنَ قلبَکَ ثم لا یَجبُرنَہُ	وَقُلوبُھُنَّ مِنَ الوفاءِ خلاءُ

(ترجمہ) چھوڑ ذکر اُنکا یعنی عورتونکا اسلیے کہ اُن مین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور اُنکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے دل کو توڑینگی پھر نہ جوڑینگی اُنکا دل وفا سے خالی ہے۔ ؎

قال المنجِّمُ والطبیبُ کلاھما	لن تُحشرَ الاموات قلتُ الیکما
اِن صحَّ قولُکما فلستُ بخاسرٍ	وان صحَّ قولی فالخسارُ علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اُٹھین گے۔ کہا مین نے دُور ہو اگر تمھاری بات سچی نکلے تو مجھے نقصان نہین ہو سکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہو گا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابو العلاے معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین علی کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اشعار کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رونق افزاے اعلی علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اُٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شمَّ تربۃَ احمدٍ	اَن لا یشمَّ مدی الزمان غوالیا
صُبَّتْ علیَّ مصائبٌ لو انّھا	صُبَّتْ علی الایام صِرنَ لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے

مجھ پر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دنون کی راتین ہو جاتین۔

اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

خیر اللہ من الخلق ابی | ثم امی فانا ابن الخیرتین

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور مان بھی پس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔

حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہین۔

واللہ لو قطعتم یمینی | لاحمین صابرا عن دینی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگون کو اپنے دین سے بچاؤنگا یعنی دین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔

حضرت علیؑ اکبر فرماتے ہین۔ ؎

انا علیؑ بن حسین بن علی | نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔ ؎

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم | ماذا فعلتم وانتم خیر الامم

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائین گے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد نوشیروانیون کے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیون کی طبیعت کو تیز اور مستعد تجویز کرین سناؤ چنانچہ شعرا اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس السارئی مرید حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی ؎

اتمنی علی الزمان محالا | ان یری فی الحیوۃ طلعت حر

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جاے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے۔ محمود وہ ہے جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتون سے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اُس مین ظالمون اور فاسقون کی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جس مین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شعرا کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ

اور اس مین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعرون مین مضمون احسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو دوسرا **فرقۂ مذمومہ** اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بزرگون کی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات وواہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون۔

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور بُری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام وہجو وملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند ونصایح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ مشتہر کیے ہین وہ صاحب دلون کے واسطے انتباہ کامل ہے۔ عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

بجراحت نگفتم این گفتار	ہزل بگذار و جد ازو بردار

شاعرون کو یہ بھی ضرور ہے کہ شعرگوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ رہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھین ذکر الٰہی اور دوسرے اُمور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سررشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دین جو شاعر ایسا خیال نہ کرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اُسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا یعنی اُس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین منہمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختین سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بنا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی زبانون سے ملکر بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سُریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ شامل کل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جیلی کی بات کا کاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا

جنرلِ افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہین بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے مُنھ نہ پھیرینگے اس مثال مین زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہین اور ہزیمت اور غالب اور لقین اور افواج و شجاع و فتح وغیرہ الفاظ عربی اور جبلی یعنی نادان و زبان دراز پنجابی اور پاشاتی کی اور جنرل انگریزی اور کاسے جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جس قدر دریاے ستلج سے اسطرف دہلی تک نظر کرین تو اُردو زیادہ ترفصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دار السلطنت اور اُسکے گرد و نواح سے جسقدر آگے بڑھین برج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جس قدر جنوب کو چلے جائین مارواڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہو جاتی ہے۔

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا شاعر جس کا تخلص پنڈت تھا سمت ۷۰۰ بکری مین گذرا ہے اسلیے ہندی شاعری کی پیدائش ابھی تک سمت سات سو مین جمہور نے مانی ہے سمت ۸۹۰ مین بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہین ہوا سمت ایک ہزار سے باترتیب حالات ملنے لگے اس سمت مین ایک مشہور شاعر بھوآل کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۸۰ کے لگ بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہین چند بردای ایک بڑا زبردست شاعر مہاراجہ پرتھی راج کے دربار مین تھا اور اس کا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے چند کے زمانے سے پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اس وقت تک دریافت ہوا ہے ان آٹھ مین پانچ ہندو اور اور تین مسلمان ہین۔

اصل زبان اُردو کی بھاشا ہے اور حلاوت و نمکینی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند اشلوک اور دوہے اور گیت مین مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا مین ہندوستان مین وید کی زبان رائج تھی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہین۔ اور یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا مین تصنیف نہین ہوئی سنہ گیارہ سو اکیانوے مین سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہان کے آخری راجہ پرتھی راج کو شکست دے کر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہوگیا تو شعراے نامدار او ماہریان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان مین آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبان مین شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستان کی زبان قدیم مین الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری مین حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی جو طبع خداداد اور قوت ایجاد

رکھتے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوے اور داد شاعری دی اور
حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہوکر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحۂ ہستی پر قائم
رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز و ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان
مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین
اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دو سخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انھی کی ایجاد ہین یہان پر
کچھ اشعار اُس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو
اُسوقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف روز وصلش چو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان

بکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

بحق روز وصال محشر کہ داد ما را فریب خسرو
بُھاے راکھون تو سن اے ساجن جو کٹنے پاؤن دوبول تمیان

مکرنی

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا
مین سوئی میرے سر پر آیا

کھل گئین انکھیان بھئی انند
سکھی کوئی ساجن نا سکھی چند

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے
مکھ چومے اور بات بناوے

ہونٹن لاگ بھی رس کھینچا
سکھی کوئی ساجن نا سکھی دنیچا

ایضاً

سگری رین چھتین پر راکھا
رنگ رس سب واکا چاکھا

بھور بھئی تب دیا ڈار
سکھی کوئی ساجن نا سکھی ہار

ایضاً

مکھ مورا چومت دن رات
ہونٹن لاگت کہت نہ بات

جاسے میری جگ مین پت
سکھی کوئی ساجن نا سکھی نت

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے
وہ میری تس آن بجھاوے

ہے وہ سب گن بارہ بانی — سکھی کوئی ساجن نا سکھی پانی،

اُنمل

کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پہیلی - چوچوپڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہون -

بنولی کی پہیلی

زور سے ایک تریا اُتری اُسنے بہت رجھایا — باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا بوجھہ پہیلی موری — امیر خسرو یون کہین اپنے نام بنولی

ناخن کی پہیلی

بیسون کا سر کاٹ لایا — نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے — دیکھہ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے
بانس کا مندروا کا باسا باشے کا وہ کھاجا — سنگ بلے تو سرپر راکھین واکو راد راجا
سی سی کر کے نام بتایا - تا مین بیٹھا ایک — اُلٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہیلی مین کہے تو سُن لے میرے لال — عربی فارسی ہندی تینون کرو خیال

خالق باری بھی اُنھی کی مخلوقات فکر سے ہے اس مین فارسی کی بحر دن نے اول اثر کیا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جواب متروک ہین۔

ولہ

اورون کی چوپہری باجے چتّو کی آٹھ پہری — باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری
صاف صاف کر آگے راکھے جس مین ناہین توسل — اورون کے جہان سینگ سماوے چتّو کے موسل

ایسے ہی اور شعراے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اُسکا کلام ہے۔ ؎

عزم سفر جون کردی ساجن نینو نیند نہ آئے جی — قدر وصالت نا دانستم تم بن برہ ستائے جی

میر غلام حسن دہلوی نے تذکرۂ شعرا مین لکھا ہے کہ جہانگیر کے عہد مین ایک شخص تھا جو خاکی تخلص

کرتا تھا اُس کا یہ شعر ہے ۔ ؎

ٹھانی ہے اپنے من مین اب تو یہی سریجن	تجھ پیم کی گلی مین خاکی کو خاک ہونا ہے

مؤلف خمخانہ جاوید لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون ؎

جن پیم رس چاکھا نہیں امرت پیا تو کیا ہوا	جن عشق مین مرنا دیا جو جگ جیا تو کیا ہوا
تعویذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی	سیکھے نگر چیلے گھنے ملا ہوا تو کیا ہوا
جوگی و جنگم سیورا رنگ لال کپڑے پہر کے	واقف نہیں اس حال سین کپڑا رنگا تو کیا ہوا
جیو مین نہین پی کا درد بیٹھا شائخ ہوے گر	من کا رہٹ پھرتا نہیں سمرن کیا تو کیا ہوا
جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہیں غرقاب تن	گنگا بنارس دوارکا بنگھٹ پھرا تو کیا ہوا
ہارگ لبسی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ	شوقی پیارے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکال کر دولت آباد دکن مین بھیجدیا تھا اس نقل و حرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین یا امرا کے ہمرکاب دکن کو جاتے تھے اشعار شعرائے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعرائے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

قشقہ چو دیدم بر رخت گفتم گریہ کیا دیدیت ہے	گفتا کہ در ہو یا درے اس شہر کی یہ ریت ہے
ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا	تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ	در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بیضہ زاغ کسے در زیر پر مرغے نہد	از اصل خود ناید برون آخر گلیلا ہوے پر
گر طفلکے بازی گرے خوانندہ و عالم شود	اصلیکہ دارد کے رود آخر ٹنبولا ہوے پر
گر بچہ شیرے کسے با شیر زد بہ پرورد	مردی کہ دارد کے رود آخر بگھیلا ہوے پر

ولہ

بھون دو نین کی چھگلان صبوری ساتھ لے توشہ
گر ہمت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جاگے سیج پر تو بھی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

مکھوں ہوں نیم جان جانان تصدق تجھپہ کرنے کو
کیا سب تن کو مین درپن اجھون درشن پلٹے ہوں

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے
کہ گھڑے چاند سے پر جن کے خط کے بیچ تاب اچھے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہوں
یا بیگ پی آیا کر بن یا مجکو لے بلوائے کر

جعفر

غمزان سے دیکھو شوخ مجھے مار کر چلے
مجروح تسپہ راہ منی ٹھار کر چلے

اشرف

پیا بن میرے تئین براگ بھایا ہے جو ہوئی ہو سو ہو جائے
بھبوت اب جوگیون کا رنگ لایا ہے جو ہوئی ہو سو ہو جائے

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولوں جو دلیاں کی صفت
عاجز عزیز اللہ اپر دکھن کے سب بیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا تھا تسپر
جو بن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہے

ہاتفی

تیری انکھان و زلف سے کافر ہوا سارا جہان
اسلام اور تقوے کہان زہد اور مسلمانی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اسکی موٹی موٹی ڈلیان رہتی ہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری مُنھ مین آجاتی ہے مگر آخر کو گھل کر دونون ایک ہوجاتے ہین جب ۱۰۵۰ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دار الخلافت قرار دیا تب اطراف ہر جانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر

قدردانی و فیض رسانی اس صاحب قرآن ثانی کی سنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگون کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سودا سلف لین دین نشست برخاست سوال وجواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اس لیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملاکر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملاکر مطلب کو انکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو روزمرہ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔

یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک تمام صورت اختیار کرلے کی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے ابتک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے۔ بیشتر جو لوگ اُردو دان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشا پردازی فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا نہو سکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے	در گلشن آئینہ گھٹا جوم پری ہے ٭

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی مین بھی مہارت تھی اُردو مین یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

بامن کی بیٹی ایک مری آنگ مون پری	گالی دیا و غصہ کیا اور دگر لری ٭

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان مین شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبد القادر بیدل جو شاعر کامل اور فقر و تصوف مین بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس[۳۳] ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین	اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین
جب دل کے آستان پر عشق آنکر پکارا	پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہم مین

مرزا عبد الغنی بیگ قبول کہتے ہین۔

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

مگر ایک عرصے تک شاعری اُردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو مین تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے مین نہین آئی محمد شاہ کے عہد مین ۱۱۴۵ہجری مین ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو مین لکھی ہے جس مین وہ خود کہتا ہے "لہذا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور اب تک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا ستمع پس اس اندیشہ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہوگیا یہانتک کہ سرحلقہ شعرائے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری حاجی ولی تخلص بہ **ولی** نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بویا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہوا محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اُردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی **شفا** اور **غازی** اور **غواص** اور **شاہ تجلی** اور **سراج** اور **جولان** اور **طالب** وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحرون مین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُسوقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہرچند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزی بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کرکے پچھلون کو اس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہوگیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون نے مٹا کر رکھدیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحون پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسیطرح باطل نہین ہوسکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعراے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہانپر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین۔

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سن سکے	احوال گر کہون مین دل بے قرار کا
آئے ولی ہماری طرف تیغ ناز سے	اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا
خط کے آنے نے خبردار کیا گرد کو	نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین
حسن کی رہنے کو دنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

[illegible] ۱۲

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہونگا — جادو ہین تری نین غزالان سے کہون گا
مین جب سے دکھا خواب ہوا ی مایۂ خوبی — اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہون گا
تعریف ترے قد کی الف وار اے ساجن — جا سرو گلستان کو خوش الحان سے کہون گا
بے وفائی نہ کر خدا سون ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سون ڈر
آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور — خود نمائی نہ کر خدا سون ڈر
یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا — زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظون کا دروبست کم تھا اور نہ خیالات مین آجکل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور حاصل تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دُنیا مین اور بر منے بجاے بر مین میان آبرو کا قول ہے مصرع ؎ منے جامہ نہ تھا اک جھول تھی ٭ اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور نمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاے ہمیشہ اور مُکھ بجاے مُنھ اور بھیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن۔ سوہن۔ پی۔ پتیم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوؤنکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور یوہ بجاے یہ اسی طرح در اور بر اور از وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے۔ جسطرح مردون مین ولی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہے اسیطرح تذکرۂ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتون مین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدرآبادی عورت بازاری شاگرد شیر محمد خان تخلص بہ ایمان نے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ ولی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی اس فن مین جسکا چرچا عالمگیر سوادہ عالمگیری کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ سنہ ۱۷۹۹ء مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی مجرا گاہ مین ایکذیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانۂ موجودۂ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا۔ ؎

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا — پر آپ کو غلط کچھ اجتک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ نورجہان زوجۂ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین۔ ؎

کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہے اور مین ہون ۔۔۔ یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون

چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی ۔۔۔ نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

ظاہر مین مرے حال کو سرسبز نہ جانو ۔۔۔ پوشیدہ جگر رکھتی ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہو کر شیر افگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہو کر سنہ جلوسی چھہ یا سات مین شیر افگن کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنف کے موجد ہوے تھے اور اس سے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعر گوئی پر مباورت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک تمام صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعر گوئی تو اُسکے زمانے مین بھی بخوبی نہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اُردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین ادا کیے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے ۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پا گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اس مین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ اور درستی زبان ہوے چنانچہ **حشمت** تخلص میر محتشم **علی خان** کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن ور خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین ۔ ع

گور کے سونے والون کو جگاتی ہے بہار ۔۔۔ شور ہے غل ہے قیامت مست آئی ہے بہار

میر **شمس الدین فقیر** دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولےٰ رکھتے تھے اور سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین ۔ ع

خال اُسکی بیاض گردن کا ۔۔۔ نقطۂ انتخاب ہے گویا

ہے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہین ۔۔۔ خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندون کی ۔۔۔ نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین علی خان آرزو جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پا کر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور

جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذو معنی لفظون پر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز اور ادائے مطالب پر لے آئے یعنے مرزا جان جانان مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور سنہ ۱۱۶۹ ہجری مین رحلت کی ہے کہتے ہین سے

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے	ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو
جان تجھ پہ کچھ اعتماد نہین	زندگانی کا کیا بھروسا ہے
تجانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے	زاہد نے آج اپنے دل کے پھپولے پھوڑے
آتا ہے صبح اُٹھ کر تیری برابری کو	کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

بدھ سنگھ نام قلندر تخلص انہی کا ہم عصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے۔

جی کو سر زندگی نہین ہے	کیا جی کے کرین کہ جی نہین ہے
تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح	رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

نظام الدین احمد بلگرامی۔ صانع تخلص جنھون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے لطف اُٹھایا ہے اور اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین۔

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع	نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید **غلام علی آزاد** بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہے جسنے علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور سنہ ۱۱۷۷ ہجری مین سب سے پہلے اول ہندوستان کے اُن عالمون اور ادیبون کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے۔

کیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہے تحریر لب	دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب
جسکی ٹھوکر سے مسیحائی ہو اُسکے لب کو مین	گر لب عیسیٰ سے دون تشبیہ تو ہی تحقیر لب
دانہ خال لب سے اُسنے دام مین با تو نکے آہ	کل دکھا کر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب
تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا	ہے بجا اُس کو میان کہیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو تُلی نامے کے نام سے مشہور ہے۔ انکے سوا دوسرے شعرائے ریختہ گو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علی خان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد

اور رباعیات ومثنوی وغیرہ لکھین وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز مین ہین اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے لیکن آخر عمر مین بہت سی باتین غیر مانوس چھوڑ دین چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کرکے اسکا نام دیوان زادہ رکھا جس مین پانچ ہزار سے زیادہ ابیات ہین دیوان زادہ کے دیباچے مین لکھتا ہے کہ مین نے بہت سے محاورات والفاظ قدیم جیسے دد برواز دسبی بجائے تسبیح وصحی بجائے صحیح وبگانہ بجائے بیگانہ ودوانہ بجائے دیوانہ ونین وجگ ونت ومرا بجائے میرا اور ستی بجائے سے اور ادھر بجائے اُدھر اور کیدھر بجائے کدھر اور پہ بجائے پر اور یان اور وان بجائے یہان اور وہان کو ترک کردیا اور رائے مہملہ کا قافیہ رای ہندی کے ساتھ مثل گھوڑا وبورا وبڑوسر بھی موقوف کردیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شعراے سابق کے صاف ہے اور اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اس کے بعض ہمعصرون نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کرلیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنھی مین سے ہے اور یہ طوفان قباحت زیادہ تر اکبرآبادی شاعرون کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبرآبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا متبع ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین۔ ؎

جھمکا چمکا ترے اس نمک کا — نہ لیتا جو مکا تو تھا بن کمک کا
یہ ہے میر سجاد کا طور انشا — دوانہ ہون مین تو غرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبون کا خدا — جن مرے لالے کو نافرمان کیا
کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی — ٹک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی
سوتا پڑا تھا کیاری نازک بدن اکیلا — دل آم ہوکے ٹپکا جامن اسے اٹھا لا
کیون نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی — قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی وفارسی وہندی ہے اور ان تینون زبانون مین اس قسم کی صنعتون کو نہایت حُسن وخوبی سمجھتے ہین۔ شعر عربی کی مثال۔

اَصَحّ واقوے ماسمعناہ فے النّدے — من الخبر الماثور مُنذُ قدیم
احادیثُ یرویہا السّیُولُ عن الحیا — عن البحر عن کفّ الامیر تمیم

اِن اشعار مین شاعر ممدوح کے جود وسخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر مین کہتا ہے کہ صحیح ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو ہمنے جود وبخشش کے بارے مین سُنے ہین وہ خبرین ہین کہ سیل نے زبان باران

اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سُنی ہین اور معنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ماخذ اخبار صحیح جود وسخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر وسیل و ابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد ، فراق چون تو گلے این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو ، رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رشک رُخ حور اشد ، بوستان جنت و مے کوثر طوبےٰ است چنار

سلمان ساوجی

چو زاغ کمان گرد عقاب تیر او پران ، شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علیٰ ہذا القیاس ہندی و سنسکرت کی کتابین استعارات وکنایات سے بھری ہوئی ہین ہماری شاعری مین چونکہ نقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرون کو نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا فرے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل ، پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
یہ نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کردین مہمل ، اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین اجہل
مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط پر ایرادیہ کرتے نہ ڈرین ، اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھ کے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین ، چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سُنی ہے کوئی قسم انگور ، شانہ و وسمہ بن اُسکا وہ نہ لادین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور ، لف ونشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

یان تلک باک نہین یادے گر ساتھ ہو شہر ، زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر ، نہ تلاش اُنکے سخن کا ساکہ جس مین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔

استاد کی آن کے ہے انھون کو یہ نصیحت — لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
آنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ ہے — بے نیچہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو — باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن — بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ — تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو — لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین — مرجع ہو مونث تو ضمیر اسکی ہو تذکیر

آغا حسن **امانت** اور منشی اسماعیل حسین **منیر** کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہین بہرحال الفاظ مصنوعی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دل پر ثابت ہوگا تو اسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتون کا کچھ اثر نہوگا اور اسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر باعث رمیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اُس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اتار کر ننگا کردین استعارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اُسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تمہید و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔

دلی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو منھ مین کھٹکتے تھے ترک ہوگئے اور سجن اور سیان اور نور نخان اور لالہ بمعنی معشوق قائم رہے اور ٹک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی فدا ایر بروزن زحل اور تس ایہ بمعنی اسپر اور دس بجاے اُس اور ادھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور ستین اور سیتی بجاے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ اسی زمانہ مین **انتظار** اور **داؤد**۔ اور اشرف علی خان **فغان** اور میر محمد علی **حشمت** اور میر فقیر اللہ **آزاد** اور عبد **السبحان** اور خلیفہ محمد **علی** مرثیہ گو شاگرد ناجی اور نجم الدین علی خان **سلام** بن شرف الدین علیخان **سلیم** اور محمد شفیع **شفیع** اور **شیفتہ** اور **مزمل** اور جلال الدین **عاشق** اور **عشاق** اور محمد حسن لاہوری **فدوی** تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی **نجف** اور مرزا مغل **ندرت** اور **بیتاب** اور شاہ شمس الدین **ثاقب** شاگرد آبرو اور آفتاب راے **رسوا** اور میر محمد ناصر **ساماں** اور **حزین** ریختہ گو اور سعادت علی **سعادت**۔

شعر کہتے رہے۔

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان۔ مظہر کا دور آیا تو انھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنے معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور منے بفتح میم و نون مکسور دیاے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کردیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ٹک اور تیہر اور جیدھر اور کیدھر اور اودھر اور تنک اور ادہر بروزن کور بمعنی طرف اور دکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دیکھو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور یاران و دوستان اور بلبلان وغیرہ علامت جمع بالف نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رُخ کی صفت بجاے تیرے رُخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جون اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال مین رہے سودا کہتے ہین ؎

گرہ لاکھون ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گلجھڑیان ؛

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال
زلفین خوبان کی مرے دل کی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر جواب مؤنث بولا جاتا ہے سودا نے اسکو مذکر باندھا ہے۔ ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسےٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا
اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا
کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اگرچہ جہان مین نے سب چھان مارا
ولے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی اُبا ہے گا ہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

اور بھیچک بزیادتی یاے تحتانی بجاے بھچک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور جنش کو مونث موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو حرف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافۂ نون غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشاء اللہ خان انکی ملاقات کو گئے اور وقت ملاقات کے کہا بعد تحیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبۂ عالیہ نہ بحدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے اسکے جواب مین فرمایا "واہ تکون بھی بدو طفلی سے تمھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہا کی ہے" اور لفظ وسا بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی مین آیا یہ مثنوی نری محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی اس تعریف کے ساتھ زبان اردو علم فہم مین کم نظر آئی ہے۔

انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے۔ تکلفات صنائع اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد راے سرب سنگھ دیوانہ اور انشاء اللہ خان انشا بن میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جرأت شاگرد حسرت وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدھر اور جیدھر اور کیدھر اور بھیچک بمعنی بازے حرف یا اور اودھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور تی سے حرف تا کو نکالڈالا اور باتان و راتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیترا اور ریت اور سجن اور ٹنک و نیٹ وغیرہ سب الفاظ ترک کر دیے اور جہان علامت فاعل کا ذکر کرنا ضرور ہے وہان اُسے ذکر کرنے لگے مگر انہین نے مصحفی کے کلام مین میر و سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ اُنکے کلام مین ٹک اور میان اور مین بجاے مین نے اور جنھون کو بجاے جنکو اور انھون کو بجاے اُن کو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھو ہو بجاے پوچھتے ہو اور رقیبان اور شرمانیان اور رہجاتیان اور رت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر نت اور ٹک اور انکھڑیان اور زند بمعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن نے اور تسپہ بمعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور واجھڑے۔ بھلا رے۔ جھمکڑا۔ اجی۔ سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہین کہین جرأت کے کلام مین ہین نے کی جگہ مین اور بھیر اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسد اللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہو گئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی ٹئین اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذۂ دہلی کے کلام مین آئے ہے اور جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین اُنھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ٹک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مؤنث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین	بھلا ہوا کہ تری سب بُرائیان دیکھین

شاہ نصیر کا مطلع ہے۔

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین	گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

اسی زبان مین ظفر۔ خواجہ وزیر علی وزیر۔ میر زبر علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر امیر اللہ تسلیم حکیم ضامن علی۔ جلال۔ تجر۔ منیر۔ امانت منشی امیر احمد مینائی امیر نواب مرزا خان داغ شعر کہتے رہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جبتک کوئی اور طور جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنو کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعراے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعراے لکھنو نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعراے دہلی کے نزدیک درست تھے اُنکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنو کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہو وہ بر سبیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک اُنمین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہو سکتی اسلیے کہ فصحاے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر اُنکے کلام مین اس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب — ابتو ناسخ نور رند لاابالی ہوگیا

امیر

لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آئینہ دیکھکر۔

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی — آتش — بلاے جان ہوئی سُرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر۔

موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین۔

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج — بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے چوٹین بچائیان ؏ آتش خفتگان مجھکو نظر آتے ہین مردون سے پڑے ؏ غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین ؏ وله کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ؏ یان تو کوئی سُنتا نہین فریاد کسو کی ؏ غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین تاقافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یاے تحتانی سے۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو بواو ہے۔ ناسخ کے کلام مین جو باتین رہ گئی تھین وہ رشک کے یہان درست ہوئین اور منیر پر خاتمہ ہوگیا۔

طرز قدیم و جدید

شعرائے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انہی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا امید موہوم پر خوش ہونا امرا کی ثناخوانی جسپر خفا ہوے اُسکی خاک اڑائی اور ابتو صرف اسیقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون کو بار بار غزل کے چند شعرون مین جو سیدھی سادھی متعارف بحرون مین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین پیش پا افتادہ تشبیہون اور مبتذل استعارون کا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیون سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کارنامون کے طفیل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین۔ زمانہ کہان سے کہان تک پہونچا دنیا کہین سے کہین گئی۔ مگر گیا

ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمون مین سوائے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی اور بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے سلسل گٹھکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے قومون کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہو جائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین جوش پیدا ہو جائے گریبان چاک ہو جائین در و دیوار سے صدائے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین جس مین زلف اتنی دراز ہو کہ سراہی نہ ملے معشوق کی کمر ندارد ؎

دیوان مین سادہ ہی جگہہ چھوڑ دی ہم نے — مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی تھوڑی قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور نقطون کی عمدہ تراشون سے ایشائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشائی تخیلانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشا پردازی کا رنگ ملکر ایک طرز جدید پیدا ہو گئی جو حد درجہ دلچسپ اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین وہ ان اہل قلم نے کم کرنا شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات کے اُبھارنے اور نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روش کا سکہ جما جکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہان تک کہ اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑ بند کر دیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہہ اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کر دیتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور نہ اگلا رنگ زمانہ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شور افگنان زمان استقبال کیا قیامت برپا کرینگے مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے۔ ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے — چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین بھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعاے خیر مین یاد کرین یورپ مین۔ بلینک ورس یعنے غیر مقفے نظم کا بہ نسبت مقفے کے زیادہ رواج ہے غیر مقفے نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل کے ہین۔ ؎

ارے چھوٹے چھوٹے تارو — کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے — مجھے کس طرح تحیر
کر تم اونچے آسمان پر — جو ہے کل جہان سے اعلے
ہوے روشن اس روش سے — کہ کسی نے جڑ دیے ہین
گہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان — لے چھپایا اپنا چہرہ
وہین جلوہ گر ہوے تم — یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرون کے حق مین — بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی — نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین — یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس وچپ کی — نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہنگامۂ ہستی کو — گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم — صنعت کے تلاطم مین
جو خاک کا ذرہ ہے — یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے — جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری — اور کرتا ہے گلکاری
اِک رنگ کہ آتا ہے — سو رنگ دکھاتا ہے
اور دیکھنے والون کی — آنکھین تو کھلی ہین
حسن مہرۂ رنگین یا — بلور کے ٹکڑے ہین

ہر لحظہ و ہر ساعت
عالم مین پڑے ہوتے
ہرگز کہ یہ سبب کیا ہے

قدرت کے تماشے ہین
پر اُن کی نہین پروا
اور اِس کا سبب کیا ہے

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی روسے نثر مرجز مین داخل ہوسکتے قابل ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن الشاپردازی عربی - فارسی - اُردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھُری پھیرنا ہے -

شعرا کا کلام - اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور ونکی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ وحفظ وزن کے خلل انداز فصاحت ہوتا ہے خان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن وقافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اسوجہ سے تقدیم وتاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کرلین یا علی العموم اُسکے ساتھ لفظ کو روا رکھتے ہون تو وہ بھی سند ہے لیکن بحر وقافیہ مین جا قابل سند نہین ہوسکتی اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات ومرکبات کے معانی جو کچھ مشہور ومعروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کرلیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص وعوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح وغیر فصیح کا کوئی تمیز نہین - چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہوسکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو بس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنؤ کو نہین پہونچ سکتا کہ زبان اُردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے ہان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہر کے رہنے والون سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت واعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اُردو کی پڑھی اور

دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم وتاخیر اور فصل ووصل اور ایجاز واطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ واستعارہ کے اسرار سے واقف نہین ہوتے حالانکہ انہی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے نکات کو توجانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصور کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع بدائع مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت وبلاغت سے بے خبر ہوجاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع نے نکتۂ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے علم بدیع مین داخل کر دیا ہے اسیطرح سرقۂ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے اور بعض اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہے اور صرف حشو ملیح کے سبب سے جو حقیقت مین کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے یہ جو اشعار کے معانی اپنے قیاس وراے سے کرتے ہین وہ فصاحت وبلاغت سے بہت گرے ہوے ہوتے ہین (۷) مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندوبست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور اُس طریق کی رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادا بندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور ان چیزون کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان وہان بروزن جان نہو بروزن جہان ہو پہ بمعنی بالا ولیکن کی جگہ پر ہو تلک نہو تک ہو۔نہی کے لیے مت ترک کر دیا جاے اُسکی جگہ نون نفی کا استعمال کیا جاے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی مین آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے تنگی کے ساتھ دبکر زبان پر نہ آئین مگر الفاظ ہندی مین خصوصًا مقام جمع مین مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اور پر کی جگہ جو بر کے معنی مین ہے پر لانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی وفارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو تو با علان استعمال کیا جاے بہ استثناے چند الفاظ کے جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین مثلاً گران اور خزان اور روان اور دوان اور طپان اور عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی کی وفارسی وعربی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط دو حرفی الفاظ مین مضائقہ نہین لفظ سر کو اس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آے تو حرف اول کے کسرے سے موزون

کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ با ترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے باندھا جاوے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جاے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہو نلو اور راے مہملہ کا ضرور ہے باے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام شام عرصہ یعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے آئے ہے جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ۔ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ ہو بیٹھانا بعد باے موحدہ کے یاے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح نبھانا نہو نبھانا بعد باے فارسی کے ہاے ہوز کے ساتھ ہو کبھو نہو کبھی ہو شعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط ہے برعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یاے تحتانی کو خوب ظاہر کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیار اور پیاس کی یاے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف و بہ کر زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور چکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر تشدید کے اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور ہیگا کو ترک کر دینا چاہیے اول کی جگہ کو اور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے مگر دوسرے ان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ تا کہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اُس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ کے جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسون کے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اُسکی تعریف مین بہت کچھ خلد فرسائی کی ہے اور جن سے کچھ سروکار نہین اُنکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد اور دستور العمل ایام زندگانی اور اُسکے معاملات جو اُسکے ابناے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان تھا یا نہین جس سے کچھ تعلق ہوا اُسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھدیے ہین اور جس سے عداوت ہوئی اُسکے ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اُسکے اوصاف سے اعراض کر کے ہجو ملیح لکھی ہے۔ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نے اپنے تذکرہ گلشن بیخار مین اکثر شاعرون کے اُستاد کا نام تک لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرون کے حالات ایک ایک دو دو سطرون مین ختم کر دیے ہین البتہ

بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصًا اپنے اُستاد مومن خان مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سا حصہ تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا ہے چنانچہ میان یحیٰی امان عرف قلندر بخش جراءت کی نسبت بہت کچھ موتی اُگلے ہین لکھتے ہین کہ یہ شخص اُصول و قوانین شاعری سے بہرہ نرکھتا تھا نغمات خارج از آہنگ گاتا تھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طبائع اوباش والواط کے کہتا تھا ہم کہتے ہین کہ جراءت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سخنور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق و معشوق کے راز و نیاز اور حُسن و عشق کے معاملون کو جس شوخی اور چوچلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے جراءت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفےٰ خان نے اس مضمون کو یون ادا کیا ہے "جو مضامین درمیان عاشق و معشوق کے گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت ذکی رکھتا تھا اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہٰے" یہ بھی عجب بات ہے کہ جراءت کے کلام مین رطب و یابس بہت نہین ہے اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا متبع ہے مگر میر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہو گیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے اور آجتک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے اُسوقت مقبول خلائق تھی آجتک ویسی ہی چلی آتی ہے - اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ اُنکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات و مطارحات سے شعرائے معاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا مین کہتا ہون کہ میر انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام اُنکا عالی الفاظ رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر مثالی صنائع و بدائع وغیرہ کے دیکھنے مین آتے ہین منصف مزاج انشا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی تحریر کیفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نمکینی ترکیبون کی خوشنما نشین دل کو تڑپا دیتی ہین - علم کے ساتھ شوخی طبع و ظرافت بہت تھی اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز ایسا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ اُن کا روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا غزلون مین اشعار با اُصول ہو گئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین اُنکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُن کی غزلین اکثر سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُس مین قافیے نہایت سخت لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندھ جائے چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آتے ہین کہ قصیدے کی متانت اور وقار کے اُصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین بس اپنی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے

کہین کہین قصیدے کے اصول کو کھودیتے ہین انکے تبحر علمی مین شبہہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ درسیہ مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقطع انکا زبان پوربی مین اس مدعا پر شاہد ہے ؎

انسا لہ کھان میان بڑے پھاجل جہین ہین
صدرا پڑھین ہین جن سیتی طلبلم آئے کے

انکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع حیثیات آدمی امیر خسرو اور فیضی کے بعد آجتک ہندوستان کی خاک سے نہین اُٹھا انکی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکے علم کو شاعری نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا - ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا جادۂ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو اُنکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب میٹھی زبان ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین - اضافت - تشبیہ - استعارہ انکے کلام مین بہت کم ہے - اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی ترکیبین - مشکل استعارے - بعید الفہم تشبیہین - سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین داخل ہوتین - بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجاے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اُردو کو اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کردینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف مطلب اسطرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میر حسن کی نسبت لکھتے ہین کہ "قطع نظر بعض بالغزہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے" یہ الفاظ سحر البیان کی شان سے بہت گرے ہوے ہین اُسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آجتک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہونچ سکی بیان
۱ ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول فن سے بال بھر اِدھر یا اُدھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کرکے تعریف کی مولوی شبلی نے موازنۂ انیس و دبیر مین گلشن نیچار کے مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے میر حسن واقعہ نگاری کی وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے انتہائی کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین ڈوبی ہوئی ہے اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منھ ہے جو اُن خوبیون کے ساتھ پانچ شعر

بھی موزون کر سکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق کے دلون مین پیدا ہون وہی ادا کر دیے ہین نظیر اکبر آبادی کی نسبت کہتے ہین کہ گو اُسکے اکثر اشعار بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے اُسکا شمار شعرا مین نہین ہو سکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ مواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیون پر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلون کو واقعات اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے پس اُردو کی دنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعرون مین اپنے مذاق کی کچھ کچھ پھیکی پھیکی باتین نظر آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیون مین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین نظیر کے کلام کو مبتذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا جوش و خروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے سُننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا بر خلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی بُرائی بھلائی نہین دکھا دیتے بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شاداں لگا کر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتون سے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنے گو ہے اور اُسکے اشعار مہمل ہین مگر یہ کلام نہایت نا ملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کے لیے اس مطلب کو گویا پردۂ لطیفہ و کنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو خود منڈا اور بے مرشدا لکھا ہے۔ ارمغان گوکل پرشاد مین محمد عیسیٰ تنہا دہلوی شاگرد مصحفی کا تلمیذ قرار دیا ہے منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقۂ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانون کو خراب کیا ہے اور اسیر اکبرابادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھدیا ہے مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہو کر اور اپنے اُستادون کی

زبان چھوڑکر اُنھی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانون کے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اشعار اہل علم اور صحیح الذوق کی زبانون پر مذکور اور سخنورون مین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانون کو دھوکا دیتے ہین کیونکہ انکے ادراک وفہم سے دُور ہین۔ ناسخ کا کلام عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا صائب کی تشبیہ ... کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اُس سے صاحب طرز قرار پائے اُنھین ناسخ کہنا بجا ہے کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقۂ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین موجود ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی بشر خالی نہین بس ان جزوی باتون پر توجہ بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیال بندی کو پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین۔ جسکے مضامین مین خیالی نزاکت اور انتہا درجے کی موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبۂ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی سادگی اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین قریب الفہم لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت وطرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کیطرف متوجہ ہوکر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت واستعداد سے واقف ہون اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا امر شعر کی تعریف مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ مین سے کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو بس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی رکن کے وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہ ہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون

کیا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہین ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین اُس شخص کو کہتے ہین جو بُرائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو پس جو شخص ان لوازم شعری سے خبردار نہوگا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعرانہ کہنا چاہیے۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین لکھتے ہین کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج نہین اسی طرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین جو عرب کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور سُریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے ضروری ہے نہ شعر کے لیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری نہ تھا۔ الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دارومدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر کا شعر پر اطلاق کیا جا سکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہونچائے اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کر دے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے اور اپنے معتقدون کو غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین وہ اہل منطق ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین شعر اور چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی تعریف کے بحث مین داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین

مشہور ہی اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفے کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے نزدیک وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایاے تخییلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا ہونا اُس مین ضرور نہین چنانچہ شیخ بوعلی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی شیء من ذلك الا فی کونه کلاماً مخیلا یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث هو مخیل یعنے وہ شعر مین اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمة مین فرمایا ہے ان نظر فیه من حیث انه یفید تخییلا قائما مقام التصدیق والترغیب فذلك هو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس مین دونون اصطلاحون کے فرقون کو کھولدیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفے اور دوسری جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور پھر کھولکر اساس مین یون کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہے اقتضاے تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعر ست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت تھا دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس مین کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن راکہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ مخیل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتین ہین کہ جب نفس کو پہونچتی ہین تو وہ اُنکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہو جاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہو جاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اُس مین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے ہوتے ہین کبھی سچے ہوتے ہین کبھی جھوٹے ہوتے ہین کبھی مستحیل ہوتے ہین کبھی ممکن ہوتے ہین اور نفس مین اُنکے اثر سے یا انبساط پیدا ہو جاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اُسکے ساتھ تصدیق نہین ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور اُس مین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہین ہون کہ نفس مین اُنکی وجہ سے تاثیر عجیب اور انفعال غریب پیدا ہو کر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعریہ مین اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہین اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہین کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی

اُن کے قطعی ہونے کا حکم لگادیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہین ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزء سے بلکہ شعر مین مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس شعر مین مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ؎

کی خدانے جو یہ زبان عطا ۔۔۔ ہے بلا شک عطیۂ عظمےٰ
اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز ۔۔۔ اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی ۔۔۔ نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت زبون ۔۔۔ مزے سب چیزونکے ہین گوناگون
سب مزون سے زبان واقف ہے ۔۔۔ انہی اسرار کی یہ کاشف ہے
جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم ۔۔۔ نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبانسے کام ۔۔۔ ہاںے ممد وقت بلع آب و طعام
اس سے احکام بہر دندان ہے ۔۔۔ قوت تام بہر دندان ہے

ولہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے ۔۔۔ صحت جسم اس سے پیدا ہے
بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے ۔۔۔ کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم رکین آدمی پڑین بیمار ۔۔۔ میوے فاسد ہون سوکھیں یکبار
آوے طاعون یا وبا آوے ۔۔۔ غلے پر آفت و بلا آوے
اس سے ہے زندگانی ابدان ۔۔۔ اس سے ہے نفع صحت انسان
ناک سے جوف تن مین جاتی ہے ۔۔۔ زندگی اس سبب سے آتی ہے
خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر ۔۔۔ حق مین ابدان کے ہی مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے ۔

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو ۔۔۔ عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو
ہین روز و شب زمانے کے بیم قدم ترے ۔۔۔ پیمانے محنتون کے یہ ہین بیش و کم ترے
دامان کوہسار مین اب جا کے سو رہو ۔۔۔ دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو
اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین ۔۔۔ اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین
دن ہے خدانے ہمکو دیا کام کے لیے ۔۔۔ اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہون کی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کا ذبہ سے کم نہین ہوتی جیسے متاخرین مین سے درد تخلص ایک شاعر سیر کوہسار کی کیفیت لکھتا ہے۔

در حقیقت ہے عجب پر لطف سیر کوہسار ۔۔۔ جسکے ہر نظارے پر صد ذوق جنت ہے نثار
ایستادہ ہین کرورون اک طرف ساکھوکے بیٹھ کر ۔۔۔ گر رہے ہین دوسری جانب ہزارون آبشار
دیکھتا کیا ہون کہ صدہا چشمہ ہاے کوثری ۔۔۔ سنگلاخون پر ہین کرتے اپنی ہستی کو نثار
اک طرف سر آسمان جا ہی ہین صدہا چوٹیان ۔۔۔ دوسری جانب نظر آتے ہین دہشت ناک غار
رستم دوران بھی ان غارون کو گر دیکھے کبھی ۔۔۔ کیا عجب ہے خوف سے آجاے اُسکو بھی بخار
باوجود اسکے ہے انمین کچھ عجب دل بستگی ۔۔۔ یعنی اُٹھتی ہین اُسی جانب یہ نظرین بار بار
تحت کوہی کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے ۔۔۔ باغبان قدرت کا دکھلاتا ہے پھولون کی بہار
نرم نازک ڈالیون پر انسے بھی نازک ہین برگ ۔۔۔ اوران پتون کی نوکین کس طرح ہین قطرہ بار
کس قدر دل چسپ تھا نظارہ ہنگام سفر ۔۔۔ اونچی اونچی چوٹیون پر لہلہاتے مرغزار
ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلہاے کوہ سے ۔۔۔ کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار
رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی مین دھوان ۔۔۔ اور پھر پڑنے لگی چارون طرف ہلکی پھوار
اسکو مین ناحق دھوان کہتا ہون یہ تو اصل مین ۔۔۔ کوثر مواج ہے یا جوے شیرین کی ہے دھار
یا کہ ابناے زمانہ کی زبونی دیکھکر ۔۔۔ قلب سے اشجار صحرا کے یہ نکلا ہے بخار
یا کہ آہین مجتمع نسرت کے مارون کی ہین یہ ۔۔۔ جا رہی ہین بہر عرض حال سوے کردگار
یا نظر بازون کی نظرون سے بچانے کے لیے ۔۔۔ حسن کوہی پر یہ پردہ کھنچ رہا ہے بار بار
الغرض جو کچھ بھی ہو یہ ہے بہت دلچسپ چیز ۔۔۔ دیکھنا اب رفتہ رفتہ ہو رہا ہے کم غبار
جس قدر کم ہوا جاتا ہے یہ نورانی دھوان ۔۔۔ بس اُسی نسبت سے ظاہر ہو رہے ہین کسب اُبھار
جس طرح تصویر خانے مین مصور کی پلیٹ ۔۔۔ اپنی جزئیات کا کرتی ہے تدریجی اُبھار
بس اُسی صورت سے جتنا ابر ہے کم ہو رہا ۔۔۔ آرہے ہین پھر مرے پیش نظر کوہی سنگار

بہر صورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین بس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہذیانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور

تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی پے شعر کی تعریف کلام موزون مقفے کے ساتھ کرتے ہین نہ کلام مخیل موزون مقفے کے ساتھ اور **وزن** (واو کے فتحہ زائے ہوز کے سکون سے) مراد ہے اُس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے نہج پر کہ نفس اُس سے ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین میزان الوافی مین محمد سلیم بن عظیم جعفری نے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک وزن ہیئت ذوقی کا نام ہے جو ذہن مستقیم مین حاصل ہوتی ہے ترتیب ارکان موضوعہ سے اور نتیجہ دونون تعریفون کا ایک ہے تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ ارکان مصرعون کے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم مقدار حروف مین تناسب و تقارب ہون پس جو مصرع تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان - اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل تناسب معتبر سے خالی نہین اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین اور ہر موزون کسی وجہ سے مخیل ہوتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخییل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا ہوجاتی ہے اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی مثل ہے اور انتظام مین موتیون سے مشابہت رکھتا ہے۔ عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین تو اس سے شاعرون کی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھکر پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فصیح و بلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کرسکتا ہے -
نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین کہ اُنکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور اُن کی دلالات کا بند و بست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو کہ لفظون کو آگے پیچھے بول دیا جائے اور جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے پس یہ نظم ہے۔

سیہ چوٹی زرافشاں مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہے	تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

اور جب اسکو یون کہین سہ سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اُسپر پر ہے تماشا کو کالے طاؤس پالا ہے تو یہ لفظ ہوگا نہ نظم - اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین اسلامی دنیا کے تمام انشا پرداز اور سخنور بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین عروضیون کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر یقینیات مین سے ہے اسلیے وہ علم وحکمت یعنی یقینیات کا مقابل ہے پس یہ ہر اک علم کی علیحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کے لیے وزن حقیقی ضروری نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقعی یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر کے لیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عروضیون نے ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا اُنھی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین - اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ رکھتے ہوے اور یونانیون کے بعض اشعار اس طرح کے تھے اور دوسری پرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے انکی متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہین گے کہ قومون نے جس شعر مین وزن کا اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکماو فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا و اہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ اسکے ان زبانون مین علما نے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سوائے ذوق طبع سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعراے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر انکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور غلطیان کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انھی غلطیون کو تغیر زحافات اور سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنائے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو پیش نظر رکھ کر شعر کہے جاتے تھے جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر انکو شعر سمجھتا تو ایسا

کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا۔ اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندؤن کے یہان ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جس مین نہو وہ نثر ہے۔ اس مین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمون کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا مین کہتا ہے لا یکاد ان یسمی عندنا الشعر ما لیس بمقفے یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہوجائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُسکو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی اسماعیل حسین منیر کا۔

ملحوظ موقع طلب مدعا رہے		چشم حباب بحر مین سُرمہ لگا رہے	

ایسے ہی یہ شعر شاگرد تخلص بدایونی کا۔

تم چشم حنائی مین لگاؤ گے جو مسی		ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے	

لہ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جنے تقریباً سنہ چارسو تیس مین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی وان ہے اور فصیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو اُنھون نے ظاہر ہوکر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی وان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھند وہ ہے جس سے شعرون کا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے ہنود اس سے مستغنی نہین ہوسکتے کیونکہ اُنکی کتابین نظم مین ہین و تیلوہ چند و ہو وزن الشعر نقابل لعلم العروض لا یستغنون عنہ فان کتبہم منظومۃ۔ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے و اول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل و جلیت یعنے جس نے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین۔ (۱) پنگل (۲) جلیت سالی وان کا سن ساکھا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ہدہد الشعرا

مرکز محور گردون بہ لب آب نہین | ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہین

آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سُناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً۔ ؎

آدمی مخمل مین دیکھے مور چہ بادام مین | ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین
تونے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا | سب کو مشکل ید بیضا مین سخندان ہوتا

چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مذکور ہے کہ اشعار کئی قسم کے ہوتے ہین (۱) مطبوع اور یہ ایسا شعر ہے جو پسندیدہ وزن مین بنایا جاے جیسے ۔

مومن

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے | فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے
توکہان جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے | ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے
ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے
تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون | اور بنجائین گے تصویر جو حیران ہونگے
منت حضرت عیسیٰؑ نہ اُٹھائون گا کبھی | زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے
ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم | لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے
غیر جھوٹا ہے لحد پر ترے دل تفتہ کی | گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے
صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین | چارہ فرما بھی کبھی قیدیٔ زندان ہونگے
ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس | ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہو گی | پھر وہی پانون وہی خار بیابان ہونگے
داغ دل نکلین گے تربت پہ مری جون لالہ | یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے
عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن | آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

(ب) جس کا وزن ثقیل ہو وہ نامطبوع ہے جیسے۔

انشا

ارے دل کچھ اُٹھین تیری خبر نہین ۔ تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین۔

غالب

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے ۔ کہ اپنے سائے سے سر پانون سے ہے دو قدم آگے

ظفر

کمان ہین رُخ پہ بالے کے گھر نزدیک نزدیک ۔ ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

کام

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ کر ۔ بھلا ہو تیرا ساقیا پلاوے خم نچوڑ کر

(۲) ملائم ایسا شعر جسکے الفاظ آسان اور شیرین اور دل پسند ہون جیسے۔

انشا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا ۔ لگا کے برف مین ساقی صراحی مے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل ۔ خدا کے واسطے اتنے تو پانون مت پھیلا
نکل کے وادئ وحشت سے دیکھ ای مجنون ۔ کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ ۔ درون کوہ سے نکلی صداے واویلا
نزاکت اُس گُلِ رعنا کی دیکھ اے انشا ۔ نسیمِ صبح جو چھُو جاے رنگ ہو میلا

(ب) اسکے خلاف کو متنافر کہتے ہین جیسے۔

مُنیر

ترے ناخون مین ہر عقدہ کشائی ۔ انامل مقالید قفل مآرب
ترے آگے آئین جو حوران جنت ۔ تکحل عیون اور مشکین ذوائب
ترے عہد مین ہین معطل بتون کے ۔ سہام جفون وسیوف حواجب
ترے خصم کے نطفۂ بد کی خاطر ۔ بنین تربت کہنہ صلب ترائب
ترا جد شہ انبیا وملائک ۔ شہ قاب قوسین فخر الاطائب
اسی پر ہے نَصِّ اَلقِیَا فِی جہنم ۔ خدا سورۂ قاف مین ہے مخاطب
علی بحرِ ذخار علم لدنی ۔ علی ہر مغیث الورٰی فی النوائب

ائمہ تیری نسل سے تا بمہدی
بُرج امامت کے ہین نو کواکب

ہوا حکم کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین
ہین منصوص اُسکے یہ بارہ اطائب

نبیؐ کے کبھی جزو ہین اقربا ہین
سب اُنکے سوا من قبیل الاجانب

تمھارے عدو ساکن شام و کوفہ
وقود سقر دشت عصیان کے حاطب

ہین ذات اعلام و ذات القلائد
افاعی کی اولاد نسل عقارب

بظاہر مسلمانون کی صورتون مین
طویل المحاسن قصیر الشوارب

منافق تھے وہ مرتدان قدیمی
دم حیض ام الخبائث کے شارب

ترے بغض سے شام کا شہر ٹھہرا
سوادِ رخ شخص مخذول و خائب

تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا
فصار و کمن کان فی اللیل حاطب

ترے سب عزادار ارباب ماتم
ہوے مستحق نعیم و مواہب

ترے غم مین کفار تک رو رہے ہین
تاسف مین احبار و قیس و راہب

فرس کا اگر وصف ورد زبان ہو
توالکن ہو طوطی اللسانی مین غالب

مطیع اشارات راکب سراسر
نہ کالبرق خاطف نہ للنفع جالب

صدا شیرون کی اسکے شیہہ کے آگے
صیاح ذباب و نباح اکالب

(۴۳) ایسا شعر جس کے لطائف و معانی کا سمجھنا آسان ہو جیسے۔

میر تقی

آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد

مُنھ پہ رکھ دامن گل روئین گے مرغانِ چمن
باغ مین خاک اُڑاے گی صبا میرے بعد

ابتو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن
خون رُلاے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد

وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح
پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد

چاک کرتا ہون اسی غم سے گریبانِ کفن
کون کھولے گا ترے بند قبا میرے بعد

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشتِ جنون
شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد

کیا عجب مرقدِ لیلےٰ سے یہ نکلے جو صدا
میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد

بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر
یاد آئی مرے عیسےٰ کو دوا میرے بعد

(۴۴) اسکی ضد تعسف کہلاتی ہے تعسف سیدھے راستے سے پھر جانے کا نام ہے جیسے۔

غالب

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا — تماشاے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
ہواے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل — کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

ولہ

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی — ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

ولہ

اِک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا — جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

منہ

پوچھ مت رسوائی انداز استغناے حُسن — دست مرہون حنا رُخسار رہن غازہ تھا

ایضاً

ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے — گردش مجنون بچشمکہاے لیلے آشنا
شوق ہے سامان طرازِ نازش ارباب عجز — ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے — میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہ کن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد — سنگ سے سر مار کر ہووے نہ تیرا آشنا

(۴۸) سہل ممتنع لغت مین سہل آسان کے معنے مین ہے اور ممتنع دشوار کے معنے مین اصطلاح مین ایسے شعر کو کہتے ہین جس کی مثال بنانا دشوار ہوا گرچہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہو جیسے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین — اُس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر — گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

گلزار نسیم

عالم کا ترے جہان بیان ہے — بے تابی دل جہان جہان ہے
زنجیرِ جنون کڑی نہ پڑ یو — دیوانے کا پانون درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ — قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر — دل مین مرے ابتلک نہان ہے

کس سوچ مین ہو نسیم بولو
آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

(۵) جزل لغت مین تمام اور بڑے کو کہتے ہین اصطلاح مین ایسے شعر کا نام ہے جس مین الفاظ عمدہ اور زوردار ہون اور اُنکی نشست مضبوط ہو معانی عالی اور متین ہون پھس پھسے الفاظ اور بھسینڈی بندش سے پاک ہو لفظاً اور معناً اُس مین کسی طرح کا نقصان متصور نہو جیسے

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیون نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

(۶) مرتجل ایسا شعر ہے کہ بے سوچے فی الفور اور ترت کہا جاے اس لفظ کا اشتقاق ارتجال سے ہے جس مین جیم ابجد ہے اور اس کے معنے ہین فوراً بغیر سوچے بات کہنا اور فی البدیہ شعر بنانا آب حیات مین لکھا ہے کہ میر سوز نے اپنا یہ مطلع سودا کے سامنے پڑھا۔

نہین نکسے ہے مرے دل کی اُبایا ہے گا ہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا یا آج سُنا ہے میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑھا۔

نہین جو گل ہوس ابر سیا ہے گا ہے
گاہ ہون خشک مین اے برق لگا ہے گا ہے

اسی کتاب مین لکھا ہے کہ شاہ نصیر نے رنگترون کے حُسن تشبیہ مین فوراً یہ شعر کہے تھے۔

اے نیر برج آسمان اقبال
ان رنگترون پر غور سے کیجیے گا خیال

یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر
پردے مین شفق کے ہین گرہ بند ہلال

ایک بار نواب سعادت علی خان کے کہنے سے انشا نے فی البدیہ رباعی بنائی!

عربی نہ فارسی نہ ترکی
نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی

یہ تاریخ کہی ہے کسی لُچّر کی
جوبلی علی نقی خان بہادر کی

ایک رنڈی کو رتھ مین سوار دیکھکر شاہ نصیر نے اُسی وقت کہا۔

اُسکے رتھ کا کلس سُنہری دیکھ
بہر پرواز یہ نکالی ہے

شب کہا ماہ سے یہ پروین نے
جو چخ بیضے سے مرغ زرین نے

ناسخ نے ایک مصرع کہا سہ ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے۔

مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر آگئے اُنھون نے خاموشی کا سبب پوچھا شیخ صاحب نے بیان کیا اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑگئی فی البدیہ کہا سہ فتنہ تو سورہا ہے درِ فتنہ باز ہے ؛ شیخ صاحب بہت خوش ہوے ؛

(۷) فکری یعنی وہ شعر جو غور و فکر کے بعد بنایا جاے یہ مرتجل کی ضد ہے۔ (۸) ذوالنوعین ایسا شعر جس مین دو قسم کی صنعتین ہون جیسے ترجیع مع التجنیس کہ یہ مجموعہ ہے دو صنعتون کا جس مین سے ایک صنعت ترجیع یہ ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہم قافیہ ہون دوسرے صنعت تجنیس یہ ہے کہ وہ مرصع الفاظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنے مین مغائر جیسے کرم کے اس شعر مین ؏

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات
نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات

ایک جگہ پہونچا عضو کا نام ہے اور دوسری جگہ مصدر پہونچنا سے ماضی کا صیغہ ہے اور ایک جگہ کلائی ہاتھ کے خاص حصے کا نام ہے اور دوسری جگہ کل آئی چین و آرام حاصل ہونے کے معنے مین ہے اور ایک جگہ ہات ایک خاص عضو کا نام ہے اور اُسکے قبل ہے کا لفظ رابطہ مثبت غیر زمانی ہے اور دوسری جگہ ہیہات عربی کا لفظ ہے افسوس کے معنی مین جسکو فارسی مین تحیر اور تعجب کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہین اگر دو سے زیادہ صنعتین جمع ہون تو اُسے متنوع کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین
ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

اس مین تین صنعتین ہین ایک صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے بات اور ثبات مین دوسرے تضاد ہے ہان اور نہین مین تیسرے سیاقۃ الاعداد ہے ایک اور پانچ اور سات مین (۸) خمریات ایسے اشعار کا نام ہے جن مین شراب کے اوصاف اور ساقی اور آرائش محفل کے حالات ہون۔

سیّد محمد خان رند

ساقیا پلوا تنک ظرفون کو چلو بھر شراب
مین ہون دریا نوش کیا دیتا ہے اک ساغر شراب

فصل گل ہے کچھ رہی ہے آجکل گھر گھر شراب
بادہ کش بدمستیاں کرتے ہین پی پی کر شراب

ہے دعا ستون کی یارب مثل ماہ و آفتاب
جام گردش مین رہے کھایا کرے چکر شراب

پھر بہار آئے الٰہی پھر شگفتہ ہووین گل
تاک کے سائے مین اینڈین مست پھر پھر کر شراب

شوق سے داماد ہی پیر مغان کرتے قبول
خوبصورت سی اگر ہوتی کوئی دختر شراب

گر یونہی چندے رہی افراط مے کی ساقیا
چاہیے بہتی پھرے مے خانے کے باہر شراب

غم غلط ہوتا ہے غمگین کا سرور بادہ سے
خون دل پینا پڑے مجھکو نہووے گر شراب

کھل ہی جاتی ہے بناوٹ آدمی کی نشہ مین
صاف دکھلا دیتی ہے انسان کا جوہر شراب

مغتنم ہے وقت فرصت ایک دورہ اور ہو
ہے ابھی شیشے مین اے ساقی کئی ساغر شراب

ذوق

دیوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی
شب کیے مست کہ کر لی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل
کیے مے نوش کہ بجھتی ہے کہین اُس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب ساقی
اور باقی ہے تو سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس

بیٹھ گوشے مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین بر قدح مینا مین مگر جلوہ فروز
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
غم کو جا دل مین نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اُداس

دل جو گھر غم کا ہوا اُس مین ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

سودا

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
تری دُوری مجھے اسوقت ہے جبر

لگی ہے کرنے آکر سوے گلشن
چراغ گل نسیم صبح روشن

گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق
مجھے بے کشتی مے تو نہ کر غرق

تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام

ستم ہے گر نہو اب ساغر و جام
عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام

جھکا دے منھ مین ساقی شیشۂ مے
مغنی پھونک دے بہر خدا نے

کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی
نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

ترانا گا وہ پی کر ساغرِ مُل
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل

جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا
جو ملّا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا

سخن اِسوقت اُس کا بے محل ہے
ہمارا اب جو کہے اُس پر عمل ہے

کہے ہے دیکھکر اب اِس ہوا کو
جواب مے کشان مین دون خدا کو

کریم اپنے کو مین کر لون گا راضی
دہن سے شیشے کے لو ریش قاضی

مثنوی میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے رستے جو آفاق مین
نہ نکلین سو لاکر چنے طاق مین

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اُنکی گُل پر شرف

دھرے لخلخے خاص ایوان مین ؛
ہوا ہو گئی عطر دالان مین ؛

دھری کیاریان اک طرف بے شمار
بچھی اک طرف ڈالیون کی قطار

اچار و مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان مین جابجا

چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُسپر تمامی کے تکیے لگا

چنگیرین بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس مین رکھے ہار پان

کئی عطر دان وان مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی جو گھڑے

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کُل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پُر از شعر سودا و میر و حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری چو پڑ اک طرف کو غم تراش

کبھی ایک چوکی پڑا تورہ پوش
کرین دیکھکر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُسپہ ساقی نے کر انتخاب

و لے اُسکو رکھا چھپائے ہوے
کہ چھوٹے نہ ہے منھ لگائے ہوے

کہا خاصہ پز کو خبردار کر   کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

ایضاً

عمارت کی خوبی درون کی وہ شان   لگے جس مین زربفت کے سائبان
چقین اور پردے بندھے زرنگار   درون پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈورسے در پہ اٹکا ہوا   کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر   کہ مہ کا بندھا جس مین تار نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال   نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سنہری مغرق چھتین ساریان   وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا   گیا چوگنا لطف اُس مین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا کہ بس   بڑھے جس کے آگے نہ پاے ہوس
رہین نخلخے اُس مین روشن مدام   معطر شب و روز جس سے مشام
چھپرکھٹ مرصع کا دالان مین   چمکتا تھا اس طرح ہر آن مین
زمین پر تھی اس طور اُسکی چمک   ستارون کی جیسے فلک پر چمک

فائدہ جس نظم کے اشعار مین باے قسمیہ لاکر کوئی مضمون لکھین وہ نظم قسمیہ کہلاتی ہی جیسے

میر تقی

بصانعے کہ یہ نقاشیان ہین سب اُسکی   زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہون یا اشجار
با حمدِ کہ نبوت ہوئی ہی اُسپر ختم   بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار
بحرِ تضے کہ ولایت مسخر اُن نے کی   بہادری ہی غلامون کا جسکی فن شعار
بہ آن امام کہ گشتہ ہے زہر قاتل کا   گرے ہین لخت دل اُسکے زمین پہ ٹکڑے ہزار
بہ آن شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل   موا ہے دشت بلا مین ہین اب تلک آثار
بہ سرد مہری شیرین بکینۂ خسرو   بگرم جوشی فرہاد و سختی کہسار
بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام   بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بہ آب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر   کہ اُسکو کنج قفس مین رہی ہے یاد بہار
بساغرِ مے گلگون بہ توبۂ سنگین   بدل نوازی ساقی بہ ابر دریا بار
بہ دستگیری چاک و بہ بیقراری جیب   بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم وا ماندہ — بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار
بقلقل و بہ سبو و بلغزشش مردم — بہ مستی مے ناب و بخاطر ہشیار
بہ پوچ گوئی و بے تابی و بہ بے خوابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار
بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار
بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون — بجرگہ جرگہ غزالان بدیدۂ خونبار
بخوشہ خوشہ سرشک و بدار بست مژہ — بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار
بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش — بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہے نثار
بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا — نہین دکھاتی اُسے بعد مرگ کوچۂ یار
باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم — بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہے بیزار
بدور گردئ رنگ قبول و یاس دعا — باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار
بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا — بخوش سوادی شہر و بقریہ و بدیار
بشوق وصل نگار بجان مایوسی — بہ آرزوے ہم آغوشی و بہ بوس و کنار
بہ سینہ کوبی زخم جگر بماتم میر — بجان کنی گلوگیر و حسرت دیدار
قسم ہے میرے تئین ان تمام قسمونکی — کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کرون مین اظہار
یہ آرزو ہے مرے دل مین مدتون سے شہا — رہے نہ بعد مرے ہند مین یہ مشت غبار
اُڑائے اِسکو صبا یان تلک کہ لے پہونچے — تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کردار

فائدہ دیگر المعجم مین لکھا ہے کہ شعر کی بنیاد اچھے وزن۔ شیرین الفاظ عمدہ معانی۔ درست قوافی۔ سہل ترکیب اور لطیف مضامین پر ہو اس طرح کہ اُس کا سمجھ سکنا آسان ہو اُسکا مطلب اخذ کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہو اور استعارات بعیدہ۔ مجازات شاذہ تشبیہات کاذبہ اور تجنیسات مکررہ سے خالی ہو اور ہر بیت کے لفظ و معنے پُورے پُورے اُس مین موجود ہون سوائے سیاق کلام اور سلسلۂ معانی کے دوسرے اعتبار سے غیر بیت پر موقوف نہو اور الفاظ و قوافی کا دروبست بخوبی ہو اور خاص قصیدے کے لیے اتنا اور ضرور ہے کہ وہ تمام ایک طرز پر ہو۔ ایسا نہو کہ عبارت کہین عمدہ اور کہین خراب ہوجاے اسی طرح نہ معانی کبھی مرتب اور کبھی مضطرب ہو الفاظ کا باہم میل بنا رہے اور متروک الفاظ سے پاک ہو اس امر کو **تفویف** کہتے ہین

جو لغت مین کپڑے پر رنگ برنگ کے خطوط بنانے کے معنے مین ہے۔

پانچوان موتی شعر کی تفصیل مین باعتبار اقسام نظم کے

اصطلاح مین شعر کو بیت بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض وضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل ٹاٹ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی یہ چیزین شعر کو چاہیئین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہے پس اسکی زمین مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانے کا کرتا ہے تو پہلے زمین تلاش کر لیتا ہے اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہے تو پہلے مضمون تلاش کر لیتا ہے اور اُسکی چھت قافیہ ہے اور رسی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جس طرح کہ رسی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہے کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب و وتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے **فائدہ** اکثر صحرا نشینان عرب کا گھر کمبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور بال کے۔ اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع وبدائع لفظی ومعنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالبا شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح خیالہاے مروم مدعاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لئے دو مصرعون کا ہونا لازم ہے اور شعر اسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما بیت کے لیے دو مصرعون کا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور اخیر جز کو **عروض** کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جز اول کا نام ابتدا و **مطلع** اور پچھلے جز کا نام **ضرب و عجز** ہے اور درمیان مین دونون مصرعون کے جو رہا اُسکو **حشو** قرار دیتے ہین لغوی معنے صدر کے اول و بلندی و ابتدا اور مطلع کے معنے شروع وجاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم وحصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیہ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون و مقفے کی دس قسمین ہین۔ غزل۔ قصیدہ۔ مسمط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ مثنوی۔ قطعہ۔ رباعی۔ مستزاد۔ فرد۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفےٰ ہون اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع و زیب مطلع بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تو نے چودہ مطلع	غزل اک اور بھی پڑھ ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہ گردون جناب کا	ذرے کو حق نے رتبہ دیا آفتاب کا

اور اس غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تولتا ہے شراب ہر غیرت یوسف	امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۳۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین۔

ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین۔

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے	اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو ختم غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرانے ایک اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کر لیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر مین لاتے ہین اور اُس کا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیساکہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہر چہ داری	تخلصہا ے تو بس آبدار ست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گریز ہے کہ اُسکا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین اور ظاہر ہے کہ حسن تخلص بھی اُس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے مین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعرائے عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے انشاء اللہ خان نے اپنا تخلص انشا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب

مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحور مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اُردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین وہ دونون مین تخلص مختلف لاتے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اُردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اُردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب فارسی مین خیالی اور اُردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ انکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مؤنث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جب واجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک درویش صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اللہ تاثیر اسماے مصاحبین سے بجاے انجام کار عرصہ قلیل مین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی یکایک اسیر قلق عظیم ہوے۔ شاذ و نادر بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اُسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً۔ ؎

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق نہ جی کو غم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو

ربط سب سے رکھ بہت پوچھی کسی سے کم لگا
آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر در پے ہوا ہے میر کے
روے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھچ گیا

ترکش ان پلکون کا ہے بالاے ترکش تیر کے
میر ہم عاشق رہے ہین ایسی ہی تصویر کے

ناسخ

گر اُسے ناسخ مہجور سے کچھ کام نہین
رات دن نور خدا کو وہ نجف سے ہے عیان

بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہین
مجھکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اُسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر

دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مرادآبادی کے۔ ؎

رکھتے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا | ادمیان اُس حرم پاک کے جانے والے

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ؎

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور | ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے معنے پیدا ہوتے علی ہذا القیاس اس مقطع مین مرزا مکین رفاقت کے ؎

بر سونکی ایک دم مین رفاقت جو چھوڑدے | کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

اس مین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔

لطیف کا مقطع ہے۔ ؎

بندگی پر نہین موقوف ترا لطف لطیف | تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

سکندر کا مقطع ہے۔ ؎

حیف عقبیٰ کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا | آپ گئے روز جیا کس لیے دارا مارا

الغرض غزل مین سوائے ذکر شراب وکباب وخال وخط وشاہد رعنا وشکوہ الم مفارقت وذکر وصال و بیان جفائے فلک وخوئے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت ومعرفت ووعظ وپند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اسکی بیتابی کچھ اپنا رشک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب غریب لطف حاصل ہوتا ہے شعرا نے مستعمل استعارون سے بچنے کے لیے نئے استعارے اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اسکا ایجاد جدید تصور کرکے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلامون مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پُر اثر نہین ہوتا چونکہ دُنیا مین ہر ایک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی شکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین ادائے مطلب ور طرز کلام مین صفائی پیدا کرنے کی کوشش رکھتے ہین جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔

نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

تصویر یار ہمسر نکیرین پاس ہے ۔۔۔ رکھ دیجیو میری قبر مین شیشہ گلاب کا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر دکھا دونگا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھا دونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا کسی کو نہین جانتا جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ؎ نہ چندان شور لیلی در سرم بود ٭ کجا پروائے کار دیگرم بود ٭ اسیلئے وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار معما سمجھے جاتے ہین - اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین غالب ؎

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین ۔۔۔ ہان منھ مین مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے

بادۂ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی محض ازراہ شوخی کے کہتا ہے کہ نکیرین کے سوال وجواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال وجواب کیے چلے جائین - ولہ ؎

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دلپر داغ ہوتا ہے -

ولہ

غنچہ ناشگفتہ ہا برگ عافیت معلوم ۔۔۔ باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام وعافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے -

ولہ

رکھا غفلت نے دور افتادہ ذوق فنا ورنہ ۔۔۔ اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ولہ

پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش ۔۔۔ خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا

ناسخ

میری آنکھون نے تجھے دیکھکے وہ کچھ دیکھا ۔۔۔ کہ زبان مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا

ولہ

کھل گیا ہم پر عناصر جب ہوے بے اعتدال
رابطہ واجب ہے ممکن دوست دشمن مین نہین

آج کل کے بعض شعرا کلام مین نہایت تکلف کرتے ہین الفاظ مصنوعی اور مشکل بھرتے ہین اور یاران بلید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار کو معما کرتے ہین اور اکثر کلمات خلاف محاورہٗ روزمرہٗ اُردو استعمال مین لاتے ہین جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس و شوم سے بھی شاعرون کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ؎

مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم
دل کی دل ہی مین تمناے رہائی رہ گئی

حضرت بادشاہ صاحب مرتے مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمناے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتون کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رندمشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حُسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حُسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اُسکے نام سے موسوم کر دیا یعنے غزل کہنے لگے مگر قول اول دُرست ہے۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اس لیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعر ریختہ تتبع عرب و عجم دونون کے ہین پس اہل زبان عرب کی تقلید سے مرد کے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعراے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزہٗ خط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ و موجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً ؎

امانت

بار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین بل
اے پری انگیا کا سب آب روان آبی ہوا

آتش

کسی کی محرم آب روان کی یاد آئی — حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کُرتی جو نہا کر پہنی — اگاج کے پھُول ہوے اُنکے بدنمین مہتاب

ذکی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حُسن کی — خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ — بہتر کرن سے یار کی کرتی کی توئی ہے

قلق

گلو نیر خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹورے کا — رگ گل مین جو عالم تھا تری انگیا کے ڈور کا

ولہ

دوپٹہ آب روان کا سر کا جو اُسکے محرم سے مجھے یہ تم — کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب آدھا

مصحفی

بیم کیون پنجۂ شاہین سے نہ ہو پستان کو — دام مین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کُرتی

اخگر

اُس ناک کی لونگ سُونگھتا ہون — حاجت مجھے کیا الائچی کی

ذوق

اللہ ری تاب حُسن کہ اُسکا دُر بلاق — چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

نادر

کیل سونے کی بنے عکس طلائی رنگ سے — حلقۂ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک مین

حزین

پہنے جو یار تمنے کرن پھُول کان مین — تھو نپہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

کان چھدوائے جو اُس نے تو غش آیا مجھکو
بالے پن ہی مین کیا بس تہ و بالا مجھکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی | بن گیا ہیرا جو پہنا اُسنے سبزہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنادیا | رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنا ای گل ہے جسکے عکس سے | گجرے پھولونکے بنے سونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اُٹھے | آرسی چھلہ کڑے پہونچی ستارے چوڑیان

بحر

حُسن روز افزون نے گنجائش نبائی جسم مین | بنگیا انگیا کے اندر وہ سمٹکر چھاتیان

ثابت

ٹٹولتے ہین شب وصل دست شوق اُنھین | یہ گول گول ہین کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان تک | ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار | لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف یا جامہ گلابی جنبئی نیفہ | دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

جلال

بناؤ فخر سر چرخ اخضری چوٹی | گیاہ سنبلہ سے بھی رہے بڑی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین | سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سو پیچ پڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم | ان سب سے بنائی بُت مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزون کی تعریف مذکور ہے جو عورتون سے خصوصیت رکھتی ہین۔

اسیر

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین
جن کا اندیشہ تھا منھ پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن رخ پر عیان
ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاد کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا
معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

ہتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج
بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور وقار عارض
خضر آباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین اے وزیر اُس آئینہ رو کی
نمایان پشت لعل لب پہ ہے یہ عکس مژگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو امردے خصوصیت رکھتی ہے۔

ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُس مین عورتون کی بولی عورتون کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یار خان رنگین ہین اُسکی بنیاد فقط یارون کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اس طرز کو جلا دے کر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہین یہان پر ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین۔

رنگین

مین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی
ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کر لو

باجی مجھے منگا دو جھلاجھل کی اوڑھنی
بھانسے ہے کے پیسے ڈولی کہار دو

انشا

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین
جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

ولہ

تم نے بیتی کہانی تو نبیڑی انّا
آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انّا

نہین سنگار لیا تو نے تو پھر اتنا نے — مرے دروازے کی کیون چول اکھڑی انا

مین ترے صدقے نرکھا ہمری پیاری روزہ — ولہ — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

جانصاحب

نماز پڑھ پڑھ کے تو گنا ہون آپ اپنے توبہ کیا کر — نجان ہندو یہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر

نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین ڈالا — بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تمنے ڈھاکر

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوؤنکی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز حقیر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردون سے متعلق ہوگئی اور عاشقی عورتونکے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ؎

بانہین چھڑاے جات ہو نبل جان کے موے — اس ہردے تی جاؤگے مرد بدونگی توے

ہتی ودرپن سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیان مین شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھ کر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرون کے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور انیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعراے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرون مین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلی درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالون اور چھتے قافیون کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور حصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہے البتہ اگر مضمون لچر و واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتا ہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ؎

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند — تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نامتناہی ہے اُسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی و نقصان نہین ہم اس قول کو ایک بزرگ کے اپنی راے کے مطابق پاتے ہین۔ ؎

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اور نسیم کہتا ہے۔ ؎

ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے — سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا — سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہیں کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے۔

لیکن نہیں انجمن ہے خالی — کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل مے کش کو کچھ نہ کچھ ہے — تلچھٹ ہی سہی اگر نہیں مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحر ابن شیخ امام بخش ناسخ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سگ و دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا — بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب و تاب کے ساتھ لکھا ہے اُن مین کا ایک شعر یہ ہے ؎

پھاڑ کر پھینک اے مصور کاغذ کشمیر کو — پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف و قافیہ سے ہے مع قید بحر کے۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین۔ اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھکر اُسی زمین مین قافیہ بدلکر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کر دیتے ہین۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کر دیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے۔ ؎

مرتا نہیں ہون کچھ مین اس سخت دل کے ہاتھون — پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون
اے درد پھیر آتا دل مین ہی ہے میرے — پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

غالب

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین — شایان دست و بازوے قاتل نہیں رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار — لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔ ~

بنی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اُڑائی خاک ہمنے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہو گیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اُس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

میر

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھون سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جوے چمن سے آب نکلا

سوز

قضارا وہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مرا کُشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چُھری لے کے مَن بعد سینے کو چیڑا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

فطرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔

غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ ہمارے دیدۂ دلکو	عجب نگیرہ ہے وہ چشم طرفہ سائبان ابرو

نہ آوے کسطرح وحشت مجھے اُس چشم و ابرو سے
کہ ترک مست ہے وہ چشم تیغ خون فشان ابرو

نظر اپنی پری و حور و غلمان پر پڑے کیونکر
تمھاری سی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو

ہزارون لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پری فطرت
کہان وہ چشم فتان شاخ نخل گل کہان ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھیگی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مہر ہے منھ پر لگی ہوئی

جلتے بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجیو نہ اس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پہ لگی ہوئی

منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا
چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

حکیم زندہ

قہقہہ سنکر صراحی کا سبو خاموش ہے
جسکو جتنا ہے نشہ اُتنا ہی اُسکو ہوش ہے

اپنا اپنا ظرف ہر ساقی کے سب محتاج ہین
کوئی تو خم نوش ہے اور کوئی ساغر نوش ہے

ہے بندھی خلقت کی گردن مین غلامی کی رسن
خوب چھوٹا مین یہ اُن کا صدقۂ پاپوش ہے

جلوہ فرماتے ہی رخصت ہوگئے سب کے حواس
اُنکی آمد کیا ہے گویا الوداع ہوش ہے

اپنا پا انداز خود آکر چڑھایا یار نے
اسلیے مرقد ہمارا آج مخمل پوش ہے

قید سے ہستی کے چھٹکر خوب آسایش ملی
قبر نے سمجھا مرا پروردہ آغوش ہے

دیکھکر آتے ہوے زندہ کو دیوانہ منش
دور سے ساقی نے تاڑا یہ کوئی مدہوش ہے

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جنمین کسی کی مدح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق

اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم نہین پہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی و شیخ سعدی۔ اور امیر خسرو جیسے بزرگون کا دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتون کا ہونا ضرور ہے آجکل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے۔ لغوی معنوی قصیدے گاڑھے مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر ریکیک ہین ریختہ مین متقدمین سے لیکر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور انشا اور مومن و غالب و ذوق نے قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین انکے قصائد سے پست رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق اور اسمٰعیل حسین منیر نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر انکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچایا میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی ہے لیکن فصحا ے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعراے فارسی نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے اکتیس تک مقرر کی ہے تاکہ قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتون کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور ہے کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ کہینگے اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علی ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباحات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے رتبے کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت عاطلہ مین ہے اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ اور بحر بیکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساتون ایک ہے گل باغ بخت تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجلد یہ بھی کہتے ہین -

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین چونکہ ایسے قصیدون مین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا بعد ذکر چند امور زائد کے بیان کیا جاتا ہے بس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح کے پیشتر چند بیتون مین کچھ بہار کی صفت یا زمانے کی شکایت خواہ عشق و حُسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جائے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑکر مطلب شروع کیا جائے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور وہان پر ایک اشارہ معقول بھی کر دیا کرتے ہین اور جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو مقتضب بولتے ہین اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہین شین منقوط سے تفصیل کے وزن پر اور بعضون نے اُسکا نام نسیب نون و سین مہملہ سے بروزن نجیب بھی رکھا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی مین شباب سے مشتق ہے اور نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنے مین ہے اور شاعرون کے نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے ہین اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ اُن شعرون مین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلہ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگون نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے بیت القصیدہ یہ ہے کہ شاعر کے اول اول کوئی مضمون ذہن مین آئے اور اُس کو نظم کرکے قصیدے کی بنیاد اُسپر

رکھے پس چونکہ مدار قصیدے کا اس شعر پر ہے اسلیے اسے بیت القصیدہ کہا گیا اور عرف عام مین قصیدے کی جو بیت بھی بہتر ہو وہ بیت القصیدہ کہلاتی ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کرکے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نہ گذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کر دیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے یا اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے ایک مطلع کہ سامع سُنکر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور بے سُنے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہو گی کیونکہ مضمون نا ملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سُننے سے گھبرائے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے ذو المطالع اور ذات المطالع کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے۔ ویل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔ ؎

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو لے کر کبھو نہ ہو پیدا

ولہ

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

ولہ

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

مطلع ثانی

عجب ناداں ہین جن کو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

ولہ

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پندرش سخن کی مجھے اپنی جان تلک
جوان شمع زندگانی ہی میری زبان تلک

ولہ

چہرۂ مہروش ہے اک سنبل مشک فام دو
حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ
کھلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر
معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

ولہ

ہمجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ
باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہی زنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک
عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صبحدم مین نے جو لی بستر گل پر کروٹ
جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اچٹ
نیند

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے
پر جلتے ہین فرشتون کے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ
کہ صاف چاند سے مکھڑے کے کھل گئے گھونگھٹ

ولہ

کلھیان نور کی تیار کرا بوے سمن
کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

زہے نشاط کہ گر کیجیے اسے تحریر
عیان ہو خامے سے تحریر نغمہ جاے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ	کیونکر سخن فروش ہون سوداگران تیغ

مطلع ثانی

سُلا دیا عدو کو ہو مین لسان تیغ	میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا تخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً۔ سہ

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا	اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علیؑ کی مدح کی طرف گریز ہے۔

ولہ

جو طشت شمع نہو اسکے روضے مین جاکر	تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اس مین مدح حضرت علی موسیٰ رضا کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے	نہین ہی اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر	مگر بیمار ہووے صبح یا کھینچے پریشانی
نکال اُس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے	برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دین محمد پیروی مین اُسکی جو ہووے	رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر	نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو ایک خلف	کھا جاتی زہر مادر ایام آگے تنگ

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کی جس سوا
پاوے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
بے دعوے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو

جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجھکو سب مبارک
مین اور میرے سر پر میر ا بسنت خان ہو

گریز ہے مدح بسنت خان خواجہ سراے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ

بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؓ کی طرف۔

ایضاً ولہ

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک

شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور
ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے
باعث رنج و تعب ہین یہ مکان ساتون ایک

ہان مگر دل مین یہ ہی کوے نجف کو جاؤن
کہ بہشتین ہوئین اب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

اے فلک دل کو داغ کرتی ہے
زر خورشید کی درخشانی

بے زری سے مری تجھے حاصل
کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی

تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون
کھول دون مین یہ راز پنہانی

مدح خوان شہ وزیر لقب
ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات
تلخ کردون مذاق فسق و فجور

چھیڑ دون گر فسانہ فریاد
دل حسرت مین ڈالدون ناسور

کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ
لے کے آؤن نوید عفو قصور

لون ملائک سے داد حسن کلام
گر لکھون نعت سرور جمہور

وہ شہنشاہ اُمتی جس کا
یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحربیانی وفسونسازی کرے کہ التماس قبول ہوجائے اور ممدوح اگرچہ بخیل وشوم ہو مگر علوہمتی کو کام فرماکر بڑی سیرچشمی وسخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی یہ ہے

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ ومنصب وثروت نہین مجھے

ولہ

مہر تابان کو ہو تو ہو اے ماہ — قرب ہر روزہ برسبیل دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا — جُز بہ تقریب عید ماہ صیام
جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مَین کون — مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جُدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص — گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ — کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

دریاے لطافت

دل مرا مجھسے طلب کرتا ہی سو دینار سُرخ — مین یہ کہتا ہون کہ مفلس پاس اتنا زر کہان
سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین — جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے اے مہربان
آپ ہین مداح ایسے کہ جسکے ہاتھ سے — بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین ہو اندنون — اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر تو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہے گا۔ مثال اُسکی یہ ہے

سودا

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن — طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

ولہ

نخل اُمید سے اپنے ہون بہرہ مند محب — ہو محبت نہ تری جسکو نہ پاوے وہ پھل

ولہ

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت — شہباز کا طالع کے ترے اُسپہ ہے چنگل

ولہ

تامہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان
یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو
جب تلک گنبد مینا مین رہے چمکاہٹ

ولہ

ہر چند ہون مین بے سروسامان و لیک آج
آیا ہون تجھ سے با سروسامان کے سامنے

کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا
ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو
جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا آٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین
ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین۔

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت
نشہ علم مین سرمست غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت

ہو گیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو
تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجھکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطائے عصمت

ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ
پر جتانی نہ تھی منظور نہ مجھے علمیت

چار و ناچار جو تر غیب سے یار و نکی کبھی
درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھکو رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف
کبھی تھی نحو مین ہر نحو سے مجھے محویت

کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے
تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہو تحت حکمت

کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان
کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم
کبھی مثل متکلم نہ مجھے پاس ملت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سما را انشقت

کبھی انکار قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل | کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سو حجت
حشر اجساد میں تھا گاہ تردد مجھکو | کبھی تھی عالم برزخ میں مجھے اک حیرت
کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر | کبھی میں ناپتا تھا سطح زمیں کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش | کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت
کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم | کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے معقول | کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر | کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج | کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت
کبھی مشائیوں کے کرتا تھا میں پیش ردی | کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت
کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی | کبھی میں معتزلی باعث ردّ رویت
گہ ملاحدہ کی تھی تردید کلام الحاد | گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت
کبھی میں شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس | کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
مائل موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا | کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چار دہ مت
کبھی میں شاعر و ادب دان و بلیغ | نظم میں نام مرا نثر میں میری شہرت
کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت | کبھی مصحف میں نظر میری سر ہر آیت
کبھی زردشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد | ژند و پاژند میں کرتے تھے مری بیعت
کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پران | کروں اک بات سے پنڈت کی کتھا میں کھنڈت
آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر | عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہل جنت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف | فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت
بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر | دور آئینۂ دل سے نہ ہو زنگ کلفت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر | نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ | ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھا کیا خواب میں جن | کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت
اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سر تا بہ قدم | تھا وہ خالق کا تماشاے ظہور قدرت
چنپئی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم | ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں چلیت

آ کے اُس رشک مسیحا نے کہا بالین پر
لا تنم قم کہ یہ غافل نہیں وقت غفلت

دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے
جلوہ افروز رُخ بانوے صبح عزت

چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
شفق صبح پر اک لال پری کی حالت

دی ہے مسجد میں مؤذن نے اذان بہر نماز
باوضو ہوکے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کی تو
دور میں جس کے ہی ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

کون اُس کا نہیں وصاف صفات نیکو
کون اُس کا نہیں سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحف رُخ ترا اے سایۂ رب العزت
کھول دے معنیِ اتممت علیکم نعمت

تیرا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید
تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

ترے عشرت کدے میں دخل کسے غیر نشاط
ترے خلوت کدے میں بار کسی جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو
حجلۂ عیش میں ناہید سے تو ہم صحبت

ماہ نو ایک فلک پر ترے توبر دوں میں
نو فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام
طاقۂ اطلس گردون ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل
عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب
تیرا حامی ہے نبیؐ اور نبیؐ کی عترت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیریں سے ترے عام حلاوت ہو اگر
ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتی نوحؑ بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی برش ہے کہ سایہ جس کا
گرے اک دم میں ہیولے سے مفارق صورت

آسیا دار پھرے کیوں نہ فلک گرد زمین
تیرے توسن کے جو کاوے کی اُڑ جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلیٰ کی مثال
تو ہیں دندان صفا ساعد سلمیٰ کی صفت

آب باران کرم تیرا ہی وہ شربت خضر
برسے لالے پہ تو افیون میں نہو سمیت

عدل کے نقط کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو موقوف ہی رسم رشوت

دور انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلاشبہ پڑے دینی مہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہی پیدا وحدت

منتہی ہون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
باشکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیرخواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط
اور بدخواہوں کے رخسار پر اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجدیہ اُسے کہتے ہیں کہ ابتدائے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردیں اور تمہید نہ لکھیں عامۂ شعرا ایسے قصیدے کو مکابرہ بولتے ہیں مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس میں خود شاعر نے قصیدے کے مجدد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شمس کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہی جہان میں نور احمد کا

دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام ولشان جن روز دن اس لوح ابجد کا

عجم میں زلزلہ نوشیروان کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جسدم اسکی آمد آمد کا

چمن پیارے کن فرش اسکی بزم رنگین میں
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اسکے صاحبزادوں کا گہوارہ جنبان تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم میں سوتن بخش تھا حوروں کی تسکین کو
گیا جنت میں طوبیٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم میں اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

گذر وحدت سے کثرت میں نہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد میں میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے
مجھے نام مبارک کا ہی ذو القرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کا شامل — خواص اُس برزخ کبریٰ مین تھا حرف مشدد کا
بٹینگے جب گھڑی عشرت کے سامان بزم جنت مین — کھلے گا حال اُمت کو ترے انعام بیحد کا
خدا بن مانگے کیا کیا نعمتین دیتا ہی بندون کو — ترا دست دعا ضامن ہے جب سے کل کے مقصد کا
رہا کعبے مین تیرے در کے روضے پر نہ جایا ای — دی اندوہ سے ہی رنگ تیرہ سنگ اسود کا
لب گوہر فشان وا ہونگے جب عرض شفاعت کو — تماشا گاہ محشر مین تکینگے نیک منھ بد کا
عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین — محل باقی رہے اللہ کے قول مؤکد کا
تری تعریف سے میری زبان مین آئی ہی تیزی — صفاہان تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا
بھٹکینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارون کے — ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب — میسر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملون آنکھین — کبھی مین دور بیٹھون اور کرون نظارہ گنبد کا
مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ — کسی صحرا مین ان کی مین خورش ہون دام اور دد کا
تمنا ہی درختون پر ترے روضے کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منھ چوم لیتا ہی شہیدی کس محبت سے — زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

بیان مسمّط

مسمّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہین اور اصطلاح شعرا مین اُسے کہتے ہین کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کرین اسی طرح اور کئی بند اُسی وزن مین لکھین اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے مین بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمین ہین مثلث مربع مخمس مسدس مسبع مثمن متسع معشر
مثلث اُسے کہتے ہین جسکے ہر ہر بند مین تین تین مصرع ہون پہلے تینون مصرعون کا ایک قافیہ ہو باقی بندون مین دو مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھکر تیسرے مصرع مین قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلےٰ ہذا القیاس مثال اسکی ــ

عباس علی خان بیتاب رامپوری

اُمید کا ہے کو تھی دلربا کے آنے کی — خوشی نہو نہ مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہین ہون اتنا بھی نادان بھلا مین ای ناصح — سمجھ کے اور ہی کچھ مرچلا مین ای ناصح
کہا جو تو نے نہین جان جائے آنے کی

بگڑ نہ پہلے ہی ظالم ذرا سمجھ تو سہی — نہ جائے کیون دل مرغ چمن کہ سیکھ گئی

بہار وصبح ترے مسکرا کے آنے کی ہے

شب فراق محبت نے مرنے بھی نہ دیا | خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
اُمید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

نہ کی کسی نے وفا تھی اُمید جس جس سے | گِرون مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سُنا کے آنے کی ہے

کہو اُس آفت جان سے کوئی برائے خدا | مرے جنازے پر آنے کا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اُٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

خدا کے واسطے بیتاب تم تو سچ کہدو | مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین۔

نظام الدین میرٹھی

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا | شمار افزون ہو اسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی | غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن بادولت وبخت | رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبد المجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہین رکھا اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔ س

ہم ہین جب محروم ترے دید سے | کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا | عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آملتے ازل تو عید تھی | ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو پھر پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علٰحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے ۔ ؎

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا | کہو نیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اچھے نوشہ کے لیے چاہیئے اچھا سہرا

جوش مین آکے جو مستون کی طرح جھومتا ہے | کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہے کسواسطے ایسا سہرا

عکس چہرہ سے ہے نوشہ کی ہر اک گل شاداب | عرق رخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہرین لیتا ہے پڑا موج مین کیا کیا سہرا

آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت | آب بار چمن خلد نے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہے کانٹا سا کھٹکتا سہرا

منھ یہ اسواسطے نوشہ کے ہے رومال نظام | در دندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہے یکتا سہرا

ظفر

کنجڑے کی سی ہاٹ ہے دنیا جس سے ساری اَٹی | میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے ترے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ پہ بھول نہ دیں دیکھ عقل کچری | اوپر میٹھی نیچے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

ولہ

دنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے | اور جانتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہو گا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے | گر یان نہ دیا تو نے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہو گا

دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلوانا | پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سُنا جاتا۔

کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مربع جسمین چار چار مصرع اسیطرح ہوتے ہین پھر دوسرے بندین تین مصرع قافیۂ جُدا گانہ مین لکھکر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچوان جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہین یا ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر دو مصرع بڑھا دیتے ہین منشی عبد العلی خان تونگر خلف عبد الواحد خان مسکین نے مؤلف کے شعرون کو مربع کیا ہے۔ ؎

جان جاتی ہے یہان ہجر بتان دلجو مین ۔ دل نہین ہے مرا بے یار مرے قابو مین
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو مین
درد فرقت کا بشدت ہی مرے پہلو مین

تپش مہر رُخ یار سے تن گل جاتا ۔ سر سے لے تا بہ قدم آبلون سے پھل جاتا
طالب دید تو یکسو دیکھتے ہی جل جاتا
سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہر و مین

دل خوش

کیا صل علےٰ روے رسول دو سرا ہے ۔ وہ لوح جبین مرأۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہین تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جُدا ہے

گو دل ہے سراپا کے تصور مین عرقناک ۔ پر ہووے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے معمور ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحےٰ ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت مین کہتا ہے کہ اس زمانے مین شعراے ریختہ جنکی طبیعت مین شاعری کی قوت نہین ہوتی جب اپنی شہرت اور حصول منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہین تو مربع مین لکھتے ہین ؎

گویا

دیتے تھے اہل بیت پیمبر کے واسطے ۔ سُنتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیر تک نہین اصغر کیواسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا ۔ گودی کو خالی دیکھکے بانو نے یہ کہا

یا شاہِ دین بتاؤ مرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالق اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

مولوی محمد اسمٰعیل

ترنّم کا مسرت کا اب شامیانہ | بجے گا محبت کا نقارخانہ
حمایت کا گائین گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھین گے لیکن | چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رکے گا نہ عالم ترقی کیے بن ؎
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہوگی غالب | دو دینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ ؎

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندون کا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال اسکی ۔

دیا شنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | زمانہ کی طرح ڈھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج جانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی کی صورت لگا ہے کھٹکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بے تابیونکی صورت | مین دل جلا ہون دم عیادت نہ جیکے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صور سحر الفت | نہ سمجھو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہے دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ بازو نہ تم قبولو یہ یادبندی ہے حسب فضولو | جو مثل برق آسمان کو چھو لو تو پیل مست سحاب کے تولو
نہ شاخ شاخ چمن پہ پھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو | نہ باغ سیر جہان پہ پھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھولو

کہ بازی گر کا یہ ہی تماشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہین اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہی اور ہر ایک شاعر نے متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہین اور اپنی یا دوسرے شاعرونکی غزلون پر مصرع لگائے ہین کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہو جائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائین کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصراع کا محتاج نہ ہے اور اس مین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعراے ماضی وحال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان نادر نے تمام شعراے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کر کے دیوان ترتیب دیا ہے ؎

مخمس نادر بر غزل مصحفی

ہمکو ہمسائے مین رہنا گھر بنانا منع ہے
سر فرو رکھتے ہین گردن کا اُٹھانا منع ہے
راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
دیکھنا کس کا وہان در تک بھی جانا منع ہے
روزن دیوار سے آنکھین لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین
طرفہ ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین
ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین
بات منھ پر آچکی ہی لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے تن سے یہ مجھ نیم جان کو حکم ہے
ہونٹون پر نالہ ہو اب قطع زبان کو حکم ہے
تر نہون پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے
آگ گھر مین لگ گئی ہی اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون
مضطر و ششدر و حیران و خفا رہتا ہون
کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
کسی چرچے مین تو مشغول مین کیا رہتا ہون
منھ لپیٹے ہوے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھوں ہون نہ اٹھتا ہون نہ چلتا ہون کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کرکے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

دستور یہ ہے کہ ہر شعر کو علیحدہ علیحدہ ایک بند مین تضمین کرتے ہین مگر حکیم سید مہدی کمال نے نواب حامد علی خان والی رامپور رشک تخلص کی ایک غزل کو یون مخمس کیا ہے کہ مطلع چار بند مین تضمین کیا ہے اور باقی اشعار کو تین تین بند مین درحقیقت ایک غزل کے تین مخمس ہین تضمین مقطع کے بند یہ ہین۔

بگڑی ہوئی حالت مین کوئی بھی نہین اپنا
تنہائی فرقت مین کوئی بھی نہین اپنا
اندوہ کی کثرت مین کوئی بھی نہین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانہ کو کیا کہئے

بیگانہ جو ہو کوئی ہوتا ہے کہین اپنا
کب وہم کی صورت سے ملتا ہے یقین اپنا
انداز بدلتا ہے کمین چرخ برین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

کیا کہیے کمال اسکو قسمت نے دکھایا کیا
کھینچتا تھا رگون سے دم اپنون کا یہ نقشہ تھا
اپنون سے دم آخر آنکھون کو پھرا دیکھا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

مسدس اس مین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی۔

غلام محمد مجھو باشندہ سورت

خامہ ہے جی مین کہ انگشت ید بیضا کرون
سنگ موسی کی طرح ہر دیدہ کو بینا کرون
طور کے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کرون
آب در اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون
پھر کاغذ سایۂ بال ہما پیدا کرون
وصف اُس پیغمبر بے سایہ کا انشا کرون

ہے سیہ کاری بڑی جون شانہ ہر بال مین
کان کے بالے کی بجلی کی طرح ہون جال مین
زلف خوبان کے پھنسا ہون بیطرح جنجال مین
ہون گرفتار بلا سودائے خط و خال مین

یا رسول اللہ تڑپاؤں کب تلک اس حال مین
آؤن بازار مدینہ مین مجھے اب سودا کرون

ریختہ گویون نے ایسے چھ مصرعون کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہے اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض غلطی ہے اسلیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندون کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ ان مین دو مصرع آخر کے علیحدہ قافیہ رکھتے ہین اور چار مصرع دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندون کا ہوتا ہے کہ دو شعرون مین قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مسبع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن والقوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

مثمن۔ مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوافی اور بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

متسع مین نو نو مصرع کا بند اور معشر مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذ و نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اُسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھکر اُسکے بعد ایک اور بیت مقفے یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر بند کو درست کرین اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائین کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہوگی تو اسکو ترجیع بند کہین گے جیساکہ آگے معلوم ہوگا۔
ترکیب بند کی مثال۔

ناظم

ساقیا انجمن دہر ہے عبرت کا مقام
دل پر خون ہے یہان جام شراب گلفام

متلون ہے مزاج فلک مینائی
طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام

صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو اور
طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے دوام

ایک کو ایک طرح پر نہین اک لحظہ قرار
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام

شاہد اس قول پہ ہے رنگ حسینان جہان
کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام

چھیڑ کی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین
نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام

نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ
رسم و رہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام

نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ
نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام

زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت
اب نہ مطلب انھین الکھے سے نہ مسی سے کام

زلف کے دام مین کرتے تھے جو عنقا کو شکار
خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت تہ دام

وہ تہ خاک بلاؤن مین سراسر ہین اسیر
کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام

کوئی سنتا نہین آواز اب انکی افسوس
جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام

خواب مین بھی نظر آتی نہین انکی صورت
دلمین گھر آنکھو نمین جن حور و شون کا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قد و اب وہ تمھارا خم و چم
کیا ہوا لالہ رخو اب وہ تمھارا عالم

کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفا کاری کی
کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم

کھینچتے کیون نہین اب میان سے تم خنجر ناز
دیکھتے کیون نہین اب تیغ ادا کا دم خم

کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
نہ ادھر چشم غضب ہے نہ ادھر چشم کرم

چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا
تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم

کیا گذرتی ہے تہ خاک تمھارے سر پر
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم

ناز شیوہ وہ نزاکت کہو کس نے لے لی
سچ بتاؤ تمھین اپنی ہی نزاکت کی قسم

صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل
کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم

ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے
خاک مین مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم

ہائے وہ چین جبین شوخی انداز کے ساتھ
ہائے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم

ہائے وہ ابروئے خمدار وہ مژگان دراز
ہائے وہ چشم فسونگر کی ادائین پیہم

ہاے وہ شعلۂ رخسار کی غصّے مین بھڑک	ہاے وہ گیسوے پرپیچ کا ہونا برہم
ہاے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا	ہاے وہ چھاگلین پہنے ہوے بجنا چھم چھم

دادریغا نرہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانون پہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہو اسمین اور ترکیب بند مین یہی فرق ہے کہ وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی-

نظیر اکبرآبادی

تیرے لب لال سے گُل اندام	ہے حمرت لعل حسرت انجام
گُل برگ ہے غرق شبنم رشک	دیکھے سے ترا یہ لُطفت اندام
عارض سے خجل ہے عارض صبح	کاکل سے خجل ہے کاکل شام
یہ حُسن بکام دل تو پاکر	رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام
خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا	زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام
اتنی بھی نہ کیجئے جفائین	جو خوبی پہ جس سے آئے الزام
دُکھ پاکے تری تعدیون سے	ہم سخت بجان ہین اے دلآرام
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو	دے طول نہ رشتۂ جفا کو
وہ گُل ہے تو آج حُسن ایجاد	ہے گلشن حُسن تجھ سے آباد
قامت کا ترے بیان خوبی	کرتے ہین چمن مین سرو شمشاد
ہین تیرے ہوا کے ہم ہوادار	تو ہمکو الم سے کر نہ برباد
ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے	تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد
یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین	ہو دام مین جیسے صید صیّاد
ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر	اتنی نہین کرتے اُسپہ بیداد
تیرا ہے نظیر جان و دل سے	سُن عرض یہ اس کی لے پرِیزاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

بعض کتابون مین ترجیع کی ایسی تعریف کی ہے کہ اُس سے خبط ہو گیا ہے مثلاً مصنف مناظر الانشا نے کہا ہے کہ ترجیع وہ شعر ہے کہ ایسی بیت کے ساتھ حصّہ کیا جائے کہ اُسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور حصّہ اُس کا ایسی چند بیتین ہوتی ہین جو تمام مطلع ہوتی ہین اور وزن و قافیہ مین اتحاد رکھتی ہین اُس حصے والی بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالباً ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی اول سے غیر ہوتی ہے اور یہ چاہیئے کہ بند باعتبار معنے کے ابیات سابق سے مرتبط ہو شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہے کہ ترجیع کئی قسم ہے اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اُنکے ایک اور بیت لائے کہ اُس قافیے اور ردیف پر نہو اور پھر اُسی قدر بیتین کہ پہلے کہی تھین کہکر ایک اور بیت لائے اسی طرح آخر تک انجام کو پہونچائے اُن ابیات کو خانہ اور اُس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانے کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتی ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہو جائے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس مولوی عبد الحکیم پسر مولوی صہبائی ذوق کے مرثیے مین ایک ترجیع بند لکھا ہے جس کے ہر بند کے ۴۴ شعر ہین اور اس شعر فارسی کی تکرار ہے ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مسدّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر اُن کو اُن چار مصرعون کے ساتھ ملحق کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے ملحق کرتے ہین اسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہو سکتی ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفےٰ ہوتا ہے اور باقی اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اُس مسدّس مین بند کے دونون شعر مقفےٰ ہوتے ہین اور مسمط مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مسدّس دونون سے علیحدہ ہے اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہو جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہوگا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور

مستزاد وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سرد ہوا کھاتے ہین
جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے
ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مسدس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے
خمیر اُنکا اور اُن کی طینت جدا ہے
روا ہے اُنھین سب کو جو نا روا ہے

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے
ہر اک بات پر وان درست اور بجا ہے
نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہ ہین کہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر
تو ہوتے ہین مسخ اُن مین پہلے تونگر
نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر

نہ دُنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبے مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور مخمس ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے | مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اُٹھاتا ہے | سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار | رنج و محنت کے تئین آرام سے ہے ننگ و عار

اور معشر ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل | بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہین آدمؑ نے سبیل | کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل
فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیل | کہین یوسفؑ تھے کھڑے اور کہین اسمٰعیل
روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل | جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیلؑ

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اس مین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

گر بر سر و چشم من نشینی | نازت بکشم کہ نازنینی

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکال کر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین ہون تو ایک مثنوی جداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بحور مخصوصۂ مثنوی مین قصداً کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہوگی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علٰحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہوجائے گی یہ اُنکی غلطی ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہوگی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنےٰ کی طرف اور مثنےٰ بمیم مفتوح وسکون ثاے مثلثہ والف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یاے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفے ہون شعراے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے

وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذر گئے ہین اس فن مین ید طولیٰ رکھتے تھے باقی شعرا انہی کے پیرو ہین متاخرین شعرائے ریختہ مین حکیم مومن خان مومن نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری کی دی مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے سات وزن مقرر ہین انہی مین لکھتے ہین۔ انکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول دو بار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی طوسی اور شاہنامہ قاسم گنا آبادی اور سکندر نامہ خواجہ نظامی اور ظفر نامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور ریختہ مین شاہنامہ مولچند متخلص بہ منشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی کی شاگرد نسیم دہلوی کا اور سکندر نامہ اردو مصنفہ سید معین الدین احمد متخلص بہ احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر
صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

جوان وہ جو تھے شیر صحرائے جنگ
چلے دشمنون کی طرف بے درنگ

ملے دونون لشکر بہم اس طرح
کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح

کسی سمت تھے گرز آتش فشان
کہین پار سینون کے نوک سنان

منشی طوطا رام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب مین لکھا ہے۔ ؎

زبان قلم گل فشانی پہ ہے
بہار مضامین جوانی پہ ہے

دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ
صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ

مہک اٹھے غنچے کی صورت دوات
نمو جس سے سرسبز غنچے کی بات

سعدی نے اُس وزن مین بوستان اخلاق و آداب و نصائح مین لکھی ہے۔ لیکن اُستاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اس وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصۂ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اس کا بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہے۔ ؎

بدنبال چشمش یکے خال بود
کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصۂ عشقیہ مثنوی سحر البیان عرف بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین معلوم یہ شعر اسی کا ہے۔ ؎

جو منصف مینگے کہین گے سبھی ۔ نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہو گی کبھی

اسی طرز پر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا بدا راستی پر ہے اور غلام علی متخلص بعلی کی مثنوی خستہ لقا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحرالبیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفۂ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہے یہ اُسکے شعر ہین ۔ ع

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن ۔ جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست و پا کا وہ رنگ ۔ کہ یاقوت دیکھے تو ہوجائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین ۔ ع

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب ۔ جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُر آب
دل و سینہ بھی متصل تھا طپان ۔ الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) **بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دو بار یہ وزن عشق و عاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخاے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی اسسو سنو اور مثنوی پدماوت مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُس مین پوچ و لچر ہین جس سے اہل علم کو اسپر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے ۔ ع

نہین اسکا جو تاج و تخت تابوت ۔ تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

تابوت مین الف زائد غلط ہے صحیح ثبوت ہے لیکن اس جگہ واو زاید ہے۔

عبرت کہتا ہے ۔ ع

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے ۔ برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

ولیکن جتنے وان خرد و کلان ہین ۔ بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے پرزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن پسند طبائع سخن سنج نہین منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کی مثنوی

معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اُسکا شعر ہے۔ ؎

ہوا جسدم سے اس کھانیکے قابل — نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویاں اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ؎

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل — تپ دل دے بقدر خواہش دل
کرامت کردہ عشق آتش انگیز — کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

مرا دل نام پر اُس کے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حُسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن مین سوا ے مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ؎

ہوا ہے جینا اُسے بے رام مشکل — نہ لائی تاب ہجر گل عنادل

یہان عنادل بے محل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک رسالہ لکھا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ؎

فرسنامہ جو یہ پہونچا باتمام — فراست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳۳) **بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دو بار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیا شنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے پیچ مین ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کرکے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔ ؎

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری — ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنی کہ مطیع پنجتن ہے ؎

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر براق کی تعریف مین اسکا ہی ؎

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اسی کے ہین۔ ؎

یارب مرے سر مین شور غم رکھ	بے غم مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل مین	بیچینی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غم دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشم تر سے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہے۔ طالب علی خان عیشی کی عشقیہ مثنوی کا بھی یہی وزن ہے ؎

سرمایہ سوز و ساز ہے عشق	نیرنگ نیاز و ناز ہے عشق
ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ
بے نیش کرے یہ سینہ کاوی	دے نوک مژہ کو خون ترا وی
بے جرم و گنہ بجنون بلبل	آلودہ کرے ہے دامن گل

(۴) بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دوبار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہین جیسے فارسی مین حدیقۂ حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی وزن مین حالی نے مثنوی حب وطن لکھی ہے چنانچہ اس مین کہتے ہین۔ ؎

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مورد آلام ؎	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعراے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریاے عشق میر تقی کی اور مثنوی سحدین انوار حسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم الفت تسلیم کی۔ ؎

قلق

ساقیا دے وہ جام اُلفت خیز	ہو جو صہباے جوشِ عشق انگیز
اس لیے ہون ایاغ کا مشتاق	اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق
ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ	ایک ویرانے مین جلے گا چراغ
عہدِ طفلی ہی سے برنگ جوان	محوِ اُلفت تھا وہ شہِ خوبان

(۵) **بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق و معارف و حکایات علما و اہل اللہ و پند و نصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فریدالدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بوعلی قلندر اور مثنوی مولانائے روم کی اور رسالۂ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاء الدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجادِ رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجادِ رنگین کے ہین۔ ــہ

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا	گرچہ دانا تھا و لے نادان رہا
مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ	جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ
سالہا افسوس پا در گل جیا	مین جیا دنیا مین پر غافل جیا
تو کہین چلنا نہ میری راہ پر	رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبداللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ــہ

دور چشمِ خلق سے حق سے قرین	تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین
حاصل اُس کو جب سے تھا حسن شعور	اہلِ دنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصہ عشقیہ اور شوریدہ سرون کی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے یہ اُسکے اشعار ہین۔ ــہ

عشق سے ہے زلف کا مصرع دراز	عشق روے حسن کا آئینہ ساز
عشقبازی کا سُنا چاہے جو حال	پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے	اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ــہ

ساقیا اب ناز بیجا کس لیے	چین ابروے محابا کس لیے
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہو	دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہ ہو

میر کی کئی مثنویان مختلف مضامین مین اس وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔ ؎

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس	بود و باش اُسکی تھی مجھ دلریش پاس

ولہ

ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام		اُتے میرے گھر کیا آکر مقام
مجتبین جب تھین تو یہ فن شریف	ولہ	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
سُنیو اے اہل سخن بعد از سلام	ولہ	چھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اس وزن مین ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہین۔ ؎

آہ واویلا ز دست روزگار	توش خانون مین یہ غم ہے روبکار

میان فوقی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔ ؎

ساقیا بھر اُس مئے جادو سے جام	جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۶) بحر رمل مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دو بار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی لادلے ہین اکثر اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی بحر مین ہے۔ ؎

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی	جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
وہ بھی اس رمز سے آگاہ نہ تھی	اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی
یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزن مین مومن خان نے قصہ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین۔ ؎

ساقیا زہر پلا دے مجھکو	شربت مرگ چکھا دے مجھکو
تلخی یاس عبادت کب تک	حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہین	سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی	بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(۷) بحر سریع مسدس مخذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزن مین سواے عشقیہ قصون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی کا مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جس مین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدیوانی متخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین۔ ؎

حمد خدا خامے کی معراج ہے	نام خدا نامے کا سرتاج ہے
بسملہ مصحف حسن رقم	شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزن مین لکھا ہے۔ سودا نے لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزن مین موزون کی ہے۔ ؎

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز	سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ؎

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ	عار اطبا و طبابت کا ننگ

الغرض مثنوی انہی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا انکے دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرا نے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

آفرین باد بر ندے کہ جوابش گوید	صیرفی در نظرے دُر خوش آبش گوید

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن روز بہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اس زمین مین ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین اور ریختہ مین میر کی ایک مثنوی متقارب اثرم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

کوئی مردانہ از حیا پر	آنکھ تھی اُس کی پشت پا پر

اور اسی وزن کی ایک مثنوی مومن کی ہے جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

کھولیو ساقی منھ کو سبو کے	پیتے ہین کب سے گھونٹ لہو کے

میر کی ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ؎

کئی برس سے ہمارے کنے تھا ایک خروس	خروس عرش کی اولاد سے دلے افسوس

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن۔

اے جھوٹ آج شہر میں تیرا ہی دور ہے	شیوہ یہی سبھوں کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً ولہ

اک جو بحر کو رزق کی وسعت سی ہو گئی	تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہو گئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔

ہے جوان لیتا اسی شب میں جوانی کا مزہ	اور جو بڈھا ہے تو لیتا ہے کہانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

اے رات سنتا ہوں کہ ترے سر پہ تاج ہے	ہر گوہر اس میں ملک حبش کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے۔

منھ پر زمین کے دیکھو تو ہے خاک اڑ رہی	اور گرد چار سو تہ افلاک اڑ رہی ہے

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا	جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان میں سے بعض مثنویوں کے لاجواب ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور حق یہ ہے کہ بہ سبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہیں۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول و سکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہے مگر بعض فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا میں مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن میں ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب کھلے اور بیت اول مقفےٰ نہو اور بناے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہو اور دوسری بیتیں قافیہ میں اُسی مصرع کی تابع ہوں اب غزل میں بھی قطعہ پائے جاتے ہیں مگر متقدمین کے نزدیک غزل میں قطعہ لکھنا معیوب تھا شعرا نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ قصیدہ مختصر کو قطعہ کہتے ہیں محض نادانی ہے قصیدے میں دو تین بلکہ زائد مطلع ہو سکتے ہیں اور قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا کبھی قطعہ میں کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہو یا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تضمین کرتے ہیں۔

ذوق

کہوں کیا ذوق احوال شب ہجر	کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر	مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تب غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم		اور آتے تھے پسینون پر پسینے
یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے		کہ او بے مہر بد اختر کمینے
کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے		مری جانب سے تیرے دل مین کینے
سواب ظلمت کے پردے مین کیے ظلم		ارے ظالم تری کینہ وری نے
عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج		پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے		قرینے سے ہوے سب بے قرینے
مری سینہ زنی کا شور سن کر		پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے
اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا		مجھے بے تابی و بے طاقتی نے
کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ		بہت الماس کے توڑے نگینے
نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ		بہت سی جان توڑی جانکنی نے
بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی		طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات		یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ مین انسو		پڑھی یاسین سرہانے کسی نے
اگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی		لگا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے		اذان مسجد مین دی بارے کسی نے
بشارت مجھکو صبح وصل کی دی		اذان کے ساتھ یمن و فرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر		کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے
موذن ہر جا بروقت بولا		تری آواز مکے اور مدینے
تیرے جویا ہین اس چمن مین ہم ؎	سودا	ڈھونڈھتے ہو گل کو عندلیب اے دوست
تو برا مان مت مضائقہ کیا ؎		ذکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین	دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوے سلام	ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر	تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون — خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جواعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر — زیادہ حد سے ریے پاؤن سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے — اُدھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی مے لا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک — اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دوگونہ عذاب ست جان مجنون را — بلائے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اسکو رباعی اس لیے کہتے ہین کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے اور بحر ہزج عرب کے شعرون مین چار اجزا پر ختم ہوتی ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت دوبیت مربع کی طرح ہوگی اور مجموعہ چار بیتین ہوگا ہزج مربع الاجزا سے - اہل فارس اسکو دوبیتی کہتے ہین اور بعض ترانہ بھی بولتے ہین کیونکہ فاطع اس کا ایک تر و تازہ بچہ تھا چونکہ رباعی چار مصرعون پر تمام ہوتی ہے اسلیے شاعر کو چاہیے کہ اُسکے الفاظ مین نہایت کوشش کرے اگر تیسرا مصرع بھی قافیہ رکھتا ہوگا تو اُسے مصرع کہین گے ورنہ خصی بولینگے بفتح خاے معجمہ و صاد مہملہ ابن قیس کہتا ہے کہ جو کہ ارباب موسیقی نے اس وزن مین اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہین اسلیے فارسی مین اسے ترانہ کہتے ہین - اور اوزان اس کے مخصوص ہین انکے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہین تفصیل اوزان رباعی کی توضیح تمام جزیرۂ عروض مین مذکور کیجائیگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑجائے مثال اس کی -

امانت

گر سجھنا اگر عاقل و فرزانہ ہے — دانائی پہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کر نادان — گردش مین گرفتار رہے جو دانہ ہے

مومن

اُلفت مین بھی مجھکو دکھ دیے جاتے ہو — مذکور ندامت کا کیے جاتے ہو
کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون — یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تصویر صنم مین کمراے کلک ازل ‌ ‌ پنہان ہے نگہ سے یانگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز ‌ ‌ لکھے موسے پڑھے خدا سچ ہے یہ مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین ‌ ‌ عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا ‌ ‌ کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے۔

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال ‌ ‌ ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہی بے بحث و جدال ‌ ‌ ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

ولہ

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم ‌ ‌ آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم ‌ ‌ ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعون کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگاکر مستزاد کیے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے۔ مستزاد عارض اور مستزاد لازم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہو اور مستزاد لازم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے۔

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین ؛ کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین ؛ کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب ؛ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب ؛ میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑوں لکھکر تمھیں ہشیاری سے ؛ بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے ؛ یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیوں اتنا بُرا مانتے ہو ؛ ہمیں پہچانتے ہو ؛
دیکھو ہم ہیں وہی جانباز جنھیں جانتے ہو ؛ کرتے ہیں جان فدا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل ؛ تیرے ہاتھوں قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل ؛ سمجھے ہے آب بقا
کیا کہوں میں ترے انداز و ادا کا عالم ؛ ہے ستم ہائے ستم
دیکھ کر ہوش رہیں کیا کہ نکل جائے گا دم ؛ اے بُت ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو ؛ اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہیں ظفر جو ہو سُو تقدیر سے ہو ؛ ہے یہی بات بجا

جرأت

جادو ہے نگہ چھب ہے غضب قہر ہے مکھڑا + اور قد ہے قیامت
ہیں بال یہ بکھرے ہوے مکھڑے یہ دھواں دھار جوں شعلہ و دود
غارت گر دین وہ بُت کافر ہے سراپا + اللہ کی قدرت
حُسن بُت کافر ہے خدائی کا جھگڑا ۔ ٹک دیکھو صورت

انشا

میں نے جو کہا ہو نہیں ترا عاشق و شیدا + اے کان ملاحت
کعبے کا کروں طوف کہ بتخانے کو جاؤں کیا حکم ہے مجھکو
فرمانے لگے ہنسکے سُنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت
ارشاد مرے حق میں بھی کچھ ہو دیگا آیا + اے پیر طریقت

ایک مصرع کے ساتھ دو فقروں کی مثال ۔

محمد جان شاد

نالہ زن باغ میں ہو بُلبل ناشاد نہیں
ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں +
سنگ سمجھا ہے پڑیں تیری سمجھ پہ پتھر +
دل نازک ہے یہ میرا کوئی فولاد نہیں +
پوچھ اے خانہ برانداز نہ کچھ حال ستم +

بند رکھ کام و زبان + کر نہ فریاد و بکا +
باغبان دشمن جان + گھونٹ ڈالے گا گلا
غور سے کر تو نظر + گفتگو سخت نہ کر
ٹوٹنے کا ہے گمان + نہ کڑی بات سُنا
لامکاں جیسے ہیں ہم + تیرے ہی سر کی قسم

بے گھر ایسا کوئی مرغ چمن آزاد نہین
مصرع شعر ے اے شاد جو افزون ہو کلام
غزل اس طرح کی کہنے پہ کر ایراد نہین

آشیان کا ہے نشان + نہ نشیمن کا پتا
وہ عبارت ہے تمام + مستزاد اسکا ہے نام
دیکھو تو ہوگا عیان + شاعرون نے ہے کہا

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا۔ ؎

اُس رشک مسیحا کی جُدائی مین یہ ہے حال
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط

عاشق کو نہ ہی صبر نہ طاقت ہی بدن مین + بیمار ہے گویا
خاموش زبان ہوتی ہی اوصاف دہن مین + اسرار ہے گویا
خنجر کی طرح چھرتی ہی عاشق کے بدن مین - تلوار ہی گویا
یہ رشتہ رگ ہی جو عیان میرے بدن مین + زنار ہی گویا

کنور حامد علی خان ناشاد نے مستزاد اس طرح کا لکھا ہے کہ ہر شعر مثنوی کی طرح علیحدہ قافیہ رکھتا ہے اور فقرۂ زائد کا قافیہ اول سے آخر تک ایک ہی طرح کا ہے وہ یہ ہے۔

مرا دل دُکھتا ہے اور سنسنی سی چھائی ہی دلپر | حواس و ہوش غائب ہین کہ جیسے زہر ابھی پی کر
ہوا ہون مضمحل اک دم

شراب ناب ٹھنڈی اور تہ خانے سے گر آتی | مزا تب دخت رز دیتی الا یا ایھا الساقی
پلائے جا نہین کچھ غم

فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ نہ یاد آؤ نہ یاد آؤ | غم و کلفت تردد ہائے ابتو تم چلے جاؤ
ہو تم آپس کے رنج و غم

مرے پیرون کے نیچے کون سے ہین پھول کیا جانون | نہ شاخون ہی کے خوشبودار پھولون کو مین پہچانون
سمجھ لیتا ہون کم سے کم

ارے او غیر فانی موت تجھکو کون کہتا ہے | یہ چشمہ زندگی کا مدتون سے یون ہی بہتا ہے
ترے آگے ہے گردن خم

مستزاد کی مثال رباعی مین۔

مومن

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بُت سے خفا
سب دیر و حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین
مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب

گا ہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا

ولہ

ان سنگدلون کو دے کے کیا خاک لیا + جز رنج و عذاب

یعنے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + کر نذر بتان		برباد کیا اُسے یہ کیا کام کیا۔ اے خانہ خراب	

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔ ~~

ہے ایک روایت نہ روایات پُر از غم ÷ رو اُس کو تو سُن کر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم + سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم + تم سنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دم خنجر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہمشکل کفن سے
اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پُر از غم + افلاک سے اُودھر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز
اس امر مین بندے کو خموشی ہے بہت خوب + از نالۂ جانسوز
اگر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوبؑ + محشر کے تمھین روز
صابر نہ رہی مرضی ایزد پہ کوئی دم + اولاد پیمبرؐ

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہین کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھین اور بعضون کے نزدیک دونون مصرعون کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہین اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہین ہوسکتا یعنے غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہین کہینگے پس فرد خاص ہے اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہین ہے کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جاے تو وہ بھی فرد کی سہواً تحریر کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیون قرار پاتی۔ دریاے لطافت مین مرزا قتیل بھی ایسا ہی کہتے ہین الحاصل فرد کہنا پیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

	عشق خال بتان سے ہوگی نجات	کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ	

ولہ

زہر کھائیں اُس شکر لب پر نہ کیونکر سبزہ رنگ
آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہیں ہے بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہر گز
کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہے

مومن

جانباز مومن اُسنے دیا غیر کو خطاب
ہم جان پر بھی کھیلے پر نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہیں مومن وہ کافر کیش پھر
فائدہ رونے سے سر جو کھوٹے ہے حاصل پھوڑنا

چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون کے۔

مضمون کے لحاظ سے نظم کی اتنی قسمین ہین واسوخت - مرثیہ - سلام - نوحہ - ندبہ - شہر آشوب -

بیان واسوخت

واسوخت بیزاری کو کہتے ہین اور شاعرون مین اُس نظم کا نام ہے جس مین معشوق سے بیزاری اور عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ کر اُسکو جلی کٹی کہتے ہین لکھین - مثال از نواب یوسف علی خان -

ناظم

کیا نہیں اور جہان مین صنم سیمین بر
اور بھی سرو گل اندام ہین تجھ سے بہتر
جس مین ہو بوے وفا ایسے بھی گل ہین اکثر
تلخ دو ایک ہین تو سیکڑون شیرین ہین ثمر
ولولہ چاہیے بلبل کا گل تر ہین بہت
آنکھ قمری کی ہو پیدا تو صنوبر ہین بہت

اب وہ گل چہرہ کرون فضل خدا سے پیدا
جسکے کوچے مین نہ اغیار کی بو بھی ہو جا
خار ہون دامن یکرنگی طینت سے جدا
کوئی گلچین نہو اُس باغ مین بندے کے سوا
خوش مزاجی بھی ہو انداز و ادا بھی اُس مین
رنگ اُلفت کا بھی ہووے تو وفا بھی اُس مین

گرمیِ آتشِ رُخ جب نظر آئے تجھکو
ہیزم خشک کی مانند جلائے تجھکو
تازگی سیب ذقن کی وہ دکھائے تجھکو
صورتِ سیب کہن داغ لگائے تجھکو

رشک سے روے یہ خون دیدۂ گریان تیرا
غیرت دامن گل چین ہو گریبان تیرا

بیان مرثیہ

دستور قدیم ہے کہ کسی عزیز و قریب یا دوست خواہ امیر و رئیس کی وفات کا واقعہ اور حزن و ملال کا حال مرثیے مین لکھتے ہین اور یہ وضع صرف اہل فارس کی نہین ہے بلکہ عرب مین بھی یہ دستور قدیم سے جاری ہے اور اب اکثر مرثیہ وہی ہے جس مین حضرت امام حسین اور اُنکے رفقا کی شہادت کا حال اور واقعۂ کربلا لکھا جاتا ہے اور مسدس یا مثمن ترجیع بند خواہ ترکیب بند کی شکل مین ہوتا ہے مثال اس کی ۔

دلگیر

قاسم نے کہا دل سے کہ اب کیا ہین ارادے — شبیر کو گھیرے ہین سوار اور پیادے
ایسا نہو کوئی نام محمدؐ کا مٹا دے — مرنے کا یہی وقت ہے ہمت جو خدا دے
دیکھا سوے شبیر جو ہمت کی نظر سے
تلوار نکلنے لگی قاسم کی کمر سے

قاسم نے جو کی فوج لعین سب تہ و بالا — پھر تو کسی خود سر نے وہان سر نہ نکالا
احسنت اُسے کہتا تھا سب عالم بالا — جو ایک نے آ نیزہ اُسے پیچھے سے مارا
فرمایا کہ کہدے یہ کوئی میرے چچا سے
اک اہل دغا نے اُسے مارا ہے دغا سے

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور — اور سینہ پُرا زخمون سے جون خانۂ زنبور
دل سے کہا کوتاہی ہے ہمت سے بہت دور — ہاتھون سے نہ تلوار چھٹے تا بہ لب گور
ہمت سے کہا اب نہین موقع ہے کمی کا
پانؤن سے کہا وقت ہے ثابت قدمی کا

تیورا کے گرے جب تو یہ عمو کو پکارے — کوثر کی طرف جاتے ہین ہم پیاس کے مارے
گر آؤ تو پورے ہون سب ارمان ہمارے — جو دم ہے سو آخر ہو وہ قدمون پہ تمھارے
جس وقت سنا شور یہ اُس غنچہ دہن کا
شبیر کو مطلق نہ رہا ہوش بدن کا

اعضائے تن قاسم کے جدا سب نظر آئے | وہ ہاتھ کٹے شاہ نے آنکھون سے لگائے
سیدھا کیا گردن کو یہ بین اُس کو سنائے | اب کوئی اُٹھائے تو تمھین خاک اُٹھائے
یہ تھک کے ہو سوئے کہ بجا ہوش نہین ہے
گردن ہے کہین ہاتھ کہین پانون کہین ہے

بیان سلام

جو مرثیہ غزل یا قصیدے کے طور پر لکھا جائے اُسے سلام کہتے ہین لیکن ایسی نظم کے مطلع مین سلام خواہ مجرا یا سلامی خواہ مجرئی کا لفظ بھی اکثر مستعمل ہے مثال۔

دلگیر

اے سلامی ہے اثر جذب دل بیتاب مین | شاہ بے کس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب مین
غم مین گوہر کے سکینہ روتے روتے مر گئی | تھا نہ فرق اشکون مین اور کچھ موتیون کی آب مین
زندگی بھر تھا سدا یہ قول سجادِ حزین | مرگ سے بدتر ہے جینا فرقت احباب مین
شاہ فرماتے تھے ہون مین وارث شیر خدا | سجدۂ آخر کرون گا تیغ کی محراب مین
وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدا شاہِ دین | آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین
تھا جہاز آل پیغمبر کا خشکی مین یہ حال | جسطرح پھنس جاتی ہے کشتی کبھی گرداب مین
گیارھوین شب کو محرم کی یہ تھا زینب کا قول | زخمی ماں جائے کا لاشہ ہے پڑا مہتاب مین
بولے شہ پانی پہ زینب اسکا دینا فاتحہ | حُر مرا مہمان ہوا ہے آکے قحط آب مین
گرمی روز قیامت کا ہے کیا دلگیر خوف | گر ملے گی تجھکو جاگہ شاہ کے سرداب مین

بیان نوحہ

جو مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو تو اُسکو نوحہ کہتے ہین۔ مثال

منصور

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے + او گیسوؤن والے
اکبار تو او لخت جگر گود مین آؤ + گو ہٹ پہ چڑھے ہو
کچھ منھ سے ذرا بولو تو اے اصغر نادان + واری گئی قربان
رو رو کے تڑپتا ہے یہ بھائی علی اکبر + با حالت مضطر
ظالم نے مرا لوٹ کے سارا لیا زیور + نے سر پہ ہے چادر

یون پڑ گیا تو شمر ستمگار کے پالے + او گیسوؤن والے
معصوم تو ایسے نہ کہین دیکھے نہ بھالے + او گیسوؤن والے
اس کوکھ جلی کو کیے تم کس کے حوالے + او گیسوؤن والے
وان تجھکو لگا تیر یہان سینے پہ بھالے + او گیسوؤن والے
مارا تجھے تیرون سے مرے ناز کے پالے + او گیسوؤن والے

تو غیرت خورشید ہی اے ماہ منور + پیارے مرے اصغر
زلفین ہین تری چاند سے رخسارون پہ بالے + او گیسون والے
کرتی ہی بیان رو رو کے بانو دل رنجور + اس طرح سے منصور
اب تو کہین دنیا سے خدا مجھکو اٹھا لے + او گیسون والے

مگر واجد علی شاہ نے نوحے غزل کی زمین مین لکھے ہین جیسے۔

سکینہ کہتی تھی رو کر مرے بے سر مرے بھائی
علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی
شعاع نیر تابان فروغ کوکب رخشان
سمن بر شکل پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
سر پُر نور نیزے پر دھرا ہے اے مہ انور
پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی
ہوا سینے کا کیا عالم نہین باقی ہے تن مین دم
روان سبط پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
گئے دنیا سے یہ پیاسے کہون کس سے کہ وہ دیکھے
خفا ہین ساقی کوثر مرے بے سر مرے بھائی

بیان ندبہ

ندبہ نوحہ و شیون اور ماتم کے معنے مین ہے اصطلاح مین ندبہ وہ لفظ ہے جو مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بین کے طور پر رونے مین کہا جاتا ہے اور سینہ کوبی کی جاتی ہے جیسے واجد علی شاہ کہتے ہین۔

حضرت خیر نسا کا جایا حسین حسین حسین
پانی نہ اُسنے دشت مین پایا حسین حسین حسین
تیر لگے تلوارین پڑی ہین برچھیان غم کی دل مین گڑی ہین
بھال سر وہی نیزہ لگایا حسین حسین حسین

بیان شہر آشوب

شہر آشوب اُسے کہتے ہین کہ ملک کی بربادی اور ویرانی اور تباہی اور اہل ملک کی مصیبت کا حال لکھا جاے مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند۔

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
تمام پردہ ناموس چاک کر ڈالا
یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا
غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا
جلی ہین دھوپ مین شکلین جو ماہتاب کی تھین
کھچی ہین کانٹون مین جو پتیان گلاب کی تھین
زبان جو بدلین تو صورت بدل نہین آتی
ملین جو خاک بھی منھ پر تو مل نہین آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہین آتی
پکارتے ہین اجل کو اجل نہین آتی

جو سر کو پھوڑین تو پتھر پرے سرکتے ہین
جو لوٹین کانٹونپہ کانٹے الگ کھٹکتے ہین

پیادہ پا ہون رواں شہسوار صد افسوس — لہو کے گھونٹ پیین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس — ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

رام پور کے کتب خانے مین ایک ضخیم مثنوی شہر آشوب نام رکھی ہے اس مین قوم کسبی کی چالاکیان فریب دھوکہ بازی اور بداعمالی دکھائی ہے اور اطراف ہندوستان کے اکثر شہرون کی نام ور کسبیون کے مکر و دغا کا کچا چٹھا بیان کیا ہے مصنف اِس کا ناظم ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ وہ نواب یوسف علی خان ناظم والی رامپور ہونگے یہ ایک شعر اسی کا ہے۔

مرہم سنگ سے کبھی نہ بل جائے — برسون نلکی مین رکھ کے پچتائے

سودا

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا — مگر کبھی کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحرِ جہان مین ساحل تھا

کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن بجھے جسجگہ فانوس — پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے فانوس
کرورون دل پُراز اُمید ہوگئے مایوس — گھرون سے یون نچیا کے نکل گئے ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول — وہ بُرقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول — اور اُنکے حُسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے لیجیے جو مول

اگر محب ہوا تمع تو سُنتے ہی یہ نام — دیا کچھ اُسنے بمقدور کرکے نذرِ امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام — دروغ و راست کا لا یادہ درمیان کلام

یہ آگے اور چلین کرکے زیرِ لب لاحول

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اس مین چھ شہر دلاویز ہین۔

پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر مین۔

عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اُنسے وزن شعر کی صحت وسقم دریافت ہوجائے اور اس علم کا نام عروض ہے عین کے فتحہ سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہے جسنے اس علم کو کوبۂ گاذر کی آواز سے استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علٰحدہ کر کے اُنپر ایک فن بنا کر کھڑا کردیا ہے کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب و رایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو ان فنون مین بہت مہارت تھی مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہین نکالا جس کی اصل علماے عرب نے نہ نکالی ہو سواے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی اسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہوچکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین وارد تھا سو تیمناً و تبرکاً کعبہ معظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا۔ المعجم فی معاییر اشعار العجم مین لکھا ہے کہ عروض اسکو اس لیے کہتے ہین کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس سے جانچتے ہین تاکہ موزون غیر موزون سے علٰحدہ ہوجاے اور وہ فعول ہے مفعول کے معنے مین یعنے عروض معروض کے معنے مین ہے بنا عروض کی **ف ع ل** پر ہے جس طرح بنا اوزان لغات عرب کی ان تینون حروف پر ہے تاکہ تصریف اور گردان اوزان لغوی اور شعری کی ایک طور پر ہو جس طرح اہل لغت کہتے ہین کہ ضَرَبَ فَعَلَ کے وزن پر ہے ضارب فاعل کے وزن پر اور مضروب مفعول کے وزن پر عروضی کہتے ہین لفظ اِلٰہی فعولن کے وزن پر ہے اور عہد آیا۔ مفاعیلن کے وزن پر اور لفظ کھل گئے سب فاعلاتن کے وزن پر۔

اسکے علاوہ اور کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالۂ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے مثلاً۔ (۱) عروض طرف اور کنارۂ چیز کے معنے مین ہے چونکہ یہ علم بھی بعض علمون سے کنارے پر ہے اس لیے عروض نام رکھا (۲) بعض کہتے ہین کہ لفظ عروض کی ترکیب مین عین و را و ضاد ہے جسکے معنے ظہور کے ہین چونکہ اس علم سے وزن صحیح اور غیر صحیح مین فرق ظاہر ہوتا ہے اسلیے عروض کہنے لگے (۳) بعض کہتے ہین

کہ عروض لغت مین راہ کشادہ کے معنی مین ہے اور جس طرح پہاڑ کے رستے مین ہوکر شہرون اور مقامون کو جاتے ہین اسی طرح اس علم کے ذریعے سے شعر موزون اور ناموزون کی طرف پہونچتے ہین اور اس کے جاننے سے شعر غلط اور صحیح معلوم ہوجاتا ہے (۴) بعض کہتے ہین کہ عروض بادل کے معنے مین ہے اور جس طرح بادل اور اُس سے پیدا ہوئی چیزون مین نفع زیادہ ہے اسیطرح اس علم مین نفع کثیر ہے (۵) بعض کہتے ہین کہ شعر کے مصرع دوم کے لفظ آخر کا نام عروض ہے اور اس علم مین اُس کا ذکر زیادہ آتا ہے اس لیے یہ بھی عروض کہلاتا ہے۔

مگر وجہ موجہ وہی ہے جو المعجم مین مذکور ہے القصہ خلیل کے بعد دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر اور اس مین زیادتیان کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل۔ مدید۔ بسیط۔ کامل۔ وافر۔ ہزج۔ رجز۔ رمل۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مقتضب۔ تقارب۔ بعد اسکے چار بحرین اور نکلین ایک متدارک اسکو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب غایۃ البیان و مسالک البہیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ اُن پندرہ بحرون کے ہی جنکو خلیل بن احمد نے وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیساکہ اوپر بیان کیا گیا دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی صہبائی اور مولوی مفتی سعد اللہ نے بزرجمہر کو وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد بابرکت حضور پرنور نبوی مین آخر زمانہ بزرجمہر وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے کہ سنہ ایک سو تین مین پیدا ہوا اور سنہ۱۷۰ھ مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اُسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے اور یہ وہ شخص ہی کہ فارسی مین علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دو سو برس کے بعد پیدا ہوا ہے چوتھی مشاکل یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحور مذکورۂ بالا سے بحور مجددہ یعنی جدید قریب اور مشاکل اشعار فارسی کے ساتھ مختص ہین اہل عرب ان مین شعر نہین کہتے اسی طرح طویل و مدید و بسیط و وافر کو شعرائے عجم نے استعمال نہین کیا اسلیے کہ وہ وزن نامطبوع و نامرغوب ہین عربی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین متقدمین فصحائے عجم نے بحر کامل مین بھی شعر نہ کہے تھے لیکن حضرت امیر خسرو اور مولوی جامی نے اس وزن مین شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر بہت شائع ہوگئی اور بحر مقتضب نہایت کم مستعمل ہے سوا اُن کے باقی بحرین عربی و فارسی و ریختہ مین علی العموم مستعمل ہین القصہ بحور مذکورہ سے سات

بحرین مفرد نو ہین اور بارہ مرکب مفرد اُنکو کہتے ہین جن مین ایک ہی رُکن کی تکرار ہوا ور مرکب وہ جو دو مختلف رکنون کی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفرد یہ ہین ہزج رجز رمل کامل وافر متقارب متدارک۔ اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح مقتضب مضارع مجتث طویل مدید بسیط سریع خفیف جدید قریب مشاکل۔ بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس اور ریختہ کے یہان یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس اب خواہ مثمن کو مسدس و مربع مثنے وغیرہ استعمال کرین خواہ مسدس کو مثمن و مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہوا ور وہ مسدس لائی جائے اُسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک ایک جز مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین پس جس بحر کے مصرع مین چار رُکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے **مُسَدَّس**۔ اور جسکے مصرع مین دو رکن ہون اُسے بلحاظ کل بیت کے مُرَبَّع کہتے ہین۔ عربی کی بحرین مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین مثلث خلیل کے نزدیک اور **مثنے** اخفش کے نزدیک اور موحد سوائے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع مین داخل ہے اور مثلث دو مصرعون پر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی ہے جنکے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعون پر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعون پر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بناے ریختہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی مین پنگل ہے شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریب ایک سے بحرین یہ صنعتہاے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ بحر متقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانون مین مستعمل ہین متقارب کو ہندی مین **بھجنگ پریات** بضم باے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام تربھنگہ ہے بکسرۂ تاے فوقانیہ سے اور ہندیون کے یہان یہ وزن مثمن و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے ہین تربھنگہ کے لغوی معنی ٹوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جس مین تین جگہ بسرام یعنے وقف ہو اور

اس بحر مین ڈوڈو تک یعنی دو دو مصرع مقفے ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر سریع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین - ہندی کی ایک بحر ہین جسکا نام سورٹھا[1] ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہرا ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ؎

	دوہا اُلٹا جان اور بات دوجی نہین		پنگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین	

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہہ کو اُلٹا کرنے سے سورٹھ ہو جاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھ مذکور کے اُلٹا کرنے سے یہ دوہا ہو جاتا ہے ؎

	اور دوجی بات نہین دوہا اُلٹا جان		چھند سورٹھ ہوت ہین پنگل کرت بکھان	

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندی کے علم بدیع و تشبیہات وغیرہ کو عربی و فارسی کا جامہ پہنایا ہے اُنکی کتاب غزلان الہند فارسی زبان مین مین نے دیکھی ہے صنائع ہندی کے لیے شعرائے فارسی کے اشعار تلاش کیے ہین وہ کہتے ہین کہ علم بدیع ہندی در ازمنہ سابقہ پیش از زمان اسلام بوجود آمد - صنائع تین طرح پر ہین ایک وہ جو عربی اور ہندی مین مشترک ہین جیسے ایہام حسن التعلیل - تجاہل العارف - مراجعت - استعارہ - تشبیہ - جناس - سجع اور بعض عربی سے مخصوص ہین جیسے استخدام حسن التخلص - یعنی قصیدے مین گریز اور تاریخ بقاعدۂ جمل وغیرہ اور بعض ہندی کے ساتھ مخصوص ہین -

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین اُنھی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک **فعولن** دوسرا **فاعلن** اور چھ سباعی ہین **مفاعیلن** اور **مفعولات** بضم تا بلا تنوین اور **فاعلاتن** اور **مستفعلن** اور **متفاعلن** اور **مفاعلتن** لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین **فاعلاتن** اور **مستفعلن** کو متصل اور **فاع لاتن** اور **مس تفع لن** کو منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوئے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرہ مشتبہ و منعکسہ

[1] بضم سین مہملہ و سکون واو مجہول و رائے مہملہ مفتوح و تائے ہندی مفتوح و ہائے مخلوط التلفظ ۱۲

مین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال وانفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرض کہ ارکان کو اُصول اور
اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان **عروض** بھی کہتے ہین اور اُن سے
فقرہاے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزون سے جن کو اُصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب
ہوا کرتے ہین سبب وتد۔ فاصلہ **سبب** کلمۂ دوحرفی کو کہتے ہین اور اُسکی دو صورتین
ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو **سبب خفیف** کہینگے جیسے اب۔ تو جا۔ مف۔ عو۔ لن وغیرہ
اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو **سبب ثقیل** کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین
پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہے جیسے لفظ ہمہ مین ہاے مختفی نہ شمار کیجاے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے
کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نہ رہا مین نہ کو سبب
ثقیل اور ہا سبب کو خفیف اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور ہا صیغۂ ماضی ہے **وتد** کلمۂ سہ حرفی کو کہتے ہین اُسکی
دو قسمین ہین اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے **وتد مجموع یا وتد مقرون** کہتے ہین جیسے دیا لیا
وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے **وتد مفروق** کہتے ہین جیسے ہار اور یار اور جان اور بخت اور
تخت اور درد اور زرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن اس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف
متحرک ہو پس جب حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو اُسکو اصلا ساکن نہین جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اُسکی مرزا قتیل نے
چار شربت مین اسطرح لکھی ہے کہ عرضی ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو اُسکے ساتھ
ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے مثلاً سودا ع کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا
دل بنا۔ ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام پڑھین تو
درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمے سے آتا ہے بلکہ مفعول سکون لام سے رسائل عروض مین آیا ہی
نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے
ع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو۔ کہ دال دلون کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے
پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور یار اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے حروف
سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہوسکتا جیسے اب۔ تو جا۔ کا۔
حرف دوم گو وہ حرف جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہے متحرک ہوجاتا ہے پس جو حروف ساکن ایسا ہے کہ جسکا
ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک متحرک ہے مثلاً ع بدقت اشک اب نکلے ہے شاہد۔ اشک کا
کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل ہوا ہے پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی
اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے۔

کہ جب واقف عروض یہ مصرع سُنتا ہے تو بوقت اش مفاعیلن اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے ک اب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین ظاہر ہو اور سر کی راے مہملا کی طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہوجائے **فاصلہ** بھی دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ ایسا ہو کہ اس مین تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو **فاصلۂ صغریٰ** اور **فاصلۂ صولت** کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور حکیم ہندی مین کوئی لفظ ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے جیسے نگیا اور نہ رہا کہ نون نفی کا ہے اور گیا اور رہا صیغہ ماضی کا برج کی زبان مین بجنی بمعنی مشوق جیوت بمعنی دیکھنی ہے یا دیکھتا ہے بنری بمعنی دلھن وغیرہ کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون اور پانچوان ساکن اُسکو **فاصلۂ کبریٰ** کہتے ہین اور بعض اُسکو **فاصلۂ ضبط** کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی مین ہے جیسے سمکۃ بحالت تنوین (یعنے سَمَکَتُن) بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علیحدہ کوئی چیز نہین مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن مین بعضون کے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرے مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون نے فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی رائے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین فاصلہ نہین سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ معتبر ہے مثلاً اَحَدُن لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرے بولینگے اور صنما کو عروضیان فارس سبب ثقیل اور سبب خفیف سے مرکب بتلائین گے سَمَکَتُن کو عربی عروض والے فاصلۂ کبریٰ کہین گے اور فارسی والے ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علیٰ ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرے کو فاصلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرے کو فاصلہ بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونون کو بضاد معجمہ قرار دیتے ہین **فائدہ** شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعراے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار مفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طبائع نہوے جیسا کہ۔

میر

گل آشفتہ اُس کے رو کا … سنبل اک زنجیری مو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اسکا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار ہے

بہادر سنگھ کام بدایونی

یہ تھوڑی تھوڑی سی نذرے کلائی موڑ موڑ کر … بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار

ظفر

مراد خمن اگرچہ زمانہ رہا … ترا یون ہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعُولُن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے اور فاعِلُن مین عکس اسکا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات بضم تا بلا تنوین مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق۔ اور متفاعلن مین بعضون کے نزدیک فاصلۂ صغریٰ وتد مجموع پر مقدم ہے بعضون کے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مفاعلتن مین اسکا عکس ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا مستفعلن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق بسبب کتابت کے ہے یعنی مستفعلن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاعلاتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہے اسلیے یہ متصل کہلائے ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مستفع لن منفصل بحر خفیف مجتث جدید۔ بدیل صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل بحر مضارع قریب مشاکل۔ صریم قلیب اور اصیم مین واقع ہوتا ہے۔

جب بیان ارکان کا ہو چکا تو ہم یہان پر بحرون کے اوزان بیان کرتے ہین یاد رکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار اور بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار اور بحر کامل کا وزن ہے متفاعلن متفاعلن

متفاعلن متفاعلن دوبار- اور بحر وافر کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار- اور بحر متقارب کا یہ وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار- اور بحر متدارک کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار- اور بحور مرکبہ سے بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار- اور بحر مقتضب کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار- اس بحر کو بحر منسرح سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے دونون مین ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے بحر مضارع کا یہ وزن ہے مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مجتث کا یہ وزن ہے مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مستفع لن منفصل ہے بحر طویل کا یہ وزن ہے فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار بحر مدید- کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار بحر بسیط کا یہ وزن ہے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار- بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دوبار بحر خفیف کا یہ وزن ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے- بحر جدید کا جسکو بحر غریب بھی کہتے ہین یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے-

فائدہ بحور مستحدثہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک بحر عریض اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دوبار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا نام مقلوب طویل رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے دوسری بحر عمیق اسکا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین تیسری بحر مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دوبار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حروف ہین م ف اع ل ات ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے نو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن مثل بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے تو تغائر کلی نہین پایا جاتا جیسا کہ حدائق العجم مین غایۃ العروضین سے نقل کیا ہے- اور وہ بحرین یہ ہین بحر صریم اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر کبیر اسکا

وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دوبار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قلیب فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلان دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر حمید اس کا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار ہے بحر اصیم فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے بحر سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دوبار ہے بحر صغیر مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر جمیم فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن دوبار ہے اس مین مس تفع لن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین دو رکن **متفاعلتن** اور **مفعولاتن** ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین لیکن بنظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین **اول کفت** متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دوبار **دوم زلل** مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دوبار یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے بہر کیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا **سوم اوقر** مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دوبار اور صاحب جامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کر کے سنون نام رکھا ہے اور دوسرا مفتعلات تاے فوقانی کے فتحہ اور عین کے کسرے اور تاے فوقانی آخر کے ضمہ سے ایجاد کر کے اسکا نام اثقل رکھا ہے مگر مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اور مفتعلات فعلُ فعول کے وزن پر ہے اور یہ دونون رکن فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے۔

علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین **خبب** مفعول فعلال مفعول فعلال دوبار **مواسع** فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن مفعول فعولن دوبار **ہرتن** مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار (گویا ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے) غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل دس سے زائد نہین آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انھی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحرون کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین لیس ہم جس قدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین جو غالبا موجود ہین اور ان سے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انہی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب و وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ نکل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو **فک** بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہوتا ہے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب وتد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کرکے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بروزن مستفعلن بحر رجز ہوجائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بروزن فاعلاتن بحر رمل ہوجائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھتے ہین اسیسے اس کام کا نام مجتلبہ کہا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھنے کے ہین صورت اُس دائرے کی یہ ہے۔



ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس میں فاصلۂ صغرےٰ وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھیں تو اور بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرےٰ پر مقدم کریں اور چار بار پڑھیں تو علن متفا بر وزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحریں بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہیں اور اُس دائرے کا نام موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونوں بحروں کے ارکان میں اُلفت ہے یعنے جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرےٰ اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلۂ صغرےٰ سے بنا ہے۔ اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔



اسی طرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھیں تو بحر متقارب ہے اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع ہے مقدم کر کے لن فعو چار بار پڑھیں تو بر وزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہے اسلیے کہ دونوں بحروں کے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے میں اتفاق رکھتے ہیں صورت دائرے کی ذیل میں لکھی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوتی تھی اور منفردہ نام تھا بعد خلیل بن احمد کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام

متفقہ رکھا۔

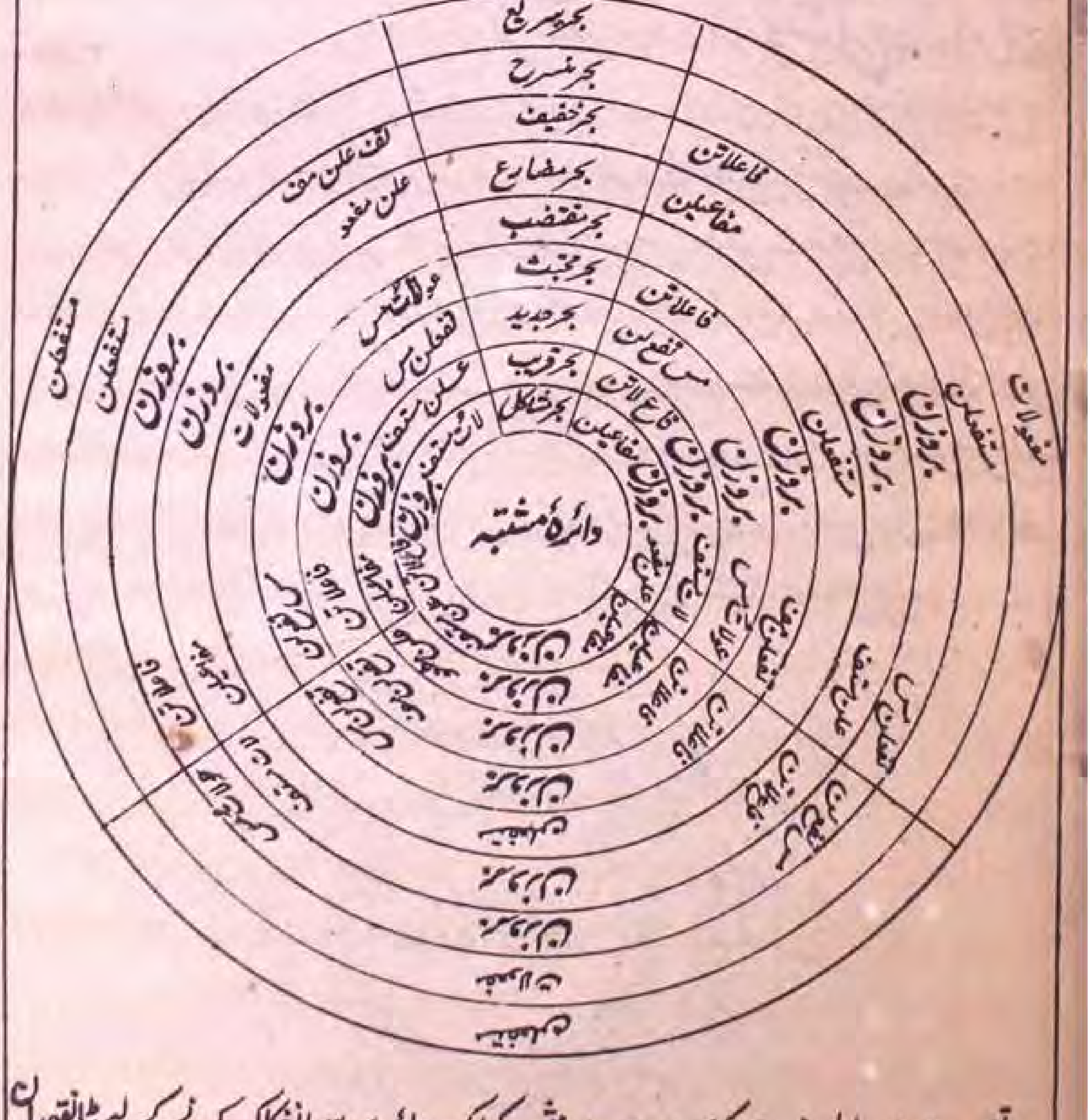


بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہین یعنی بحر طویل مرکب ہے فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار آتے ہین پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع کو آخر مین ڈالدین تو لن مفاعیلن فعو چار بار ہو بروزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع یعنے مفا کو آخر مین ذکر کرین تو عیلن فعولن مفا چار بار بروزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کرکے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہوکر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔



بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرۂ مشتبہ کہتے ہین نکلتی ہین مگر اُس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولات اور بحر مجتث کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکال کر مثل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے لیا جائے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع و خفیف مسدس الاصل ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دو بار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن دو بار ہوجائے یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ما قبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دو بار بحر خفیف ہوجائے اور اگر مستفعلن ثانی کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مس تفع بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہوجائے اور یہ بحر مضارع مسدس ہے تنبیہ بحر خفیف مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہے اسلیے کہ بحر خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جائے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دو بار **بحر مقتضب** مسدس ہوجائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف دو بار بروزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دو بار **بحر مجتث** مسدس ہوجائے اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے سبب ثانی سے پڑھین تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دو بار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار ہوجائے یہ **بحر جدید** ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور لات کے مقابل تفع اور مس کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے شروع کرین اور سببون کو مؤخر کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دو بار بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن **بحر قریب** ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعول دو بار بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار **بحر مشاکل** ہوجائے اس بحر مین بھی فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے بعضون نے اس دائرے کا نام وتد

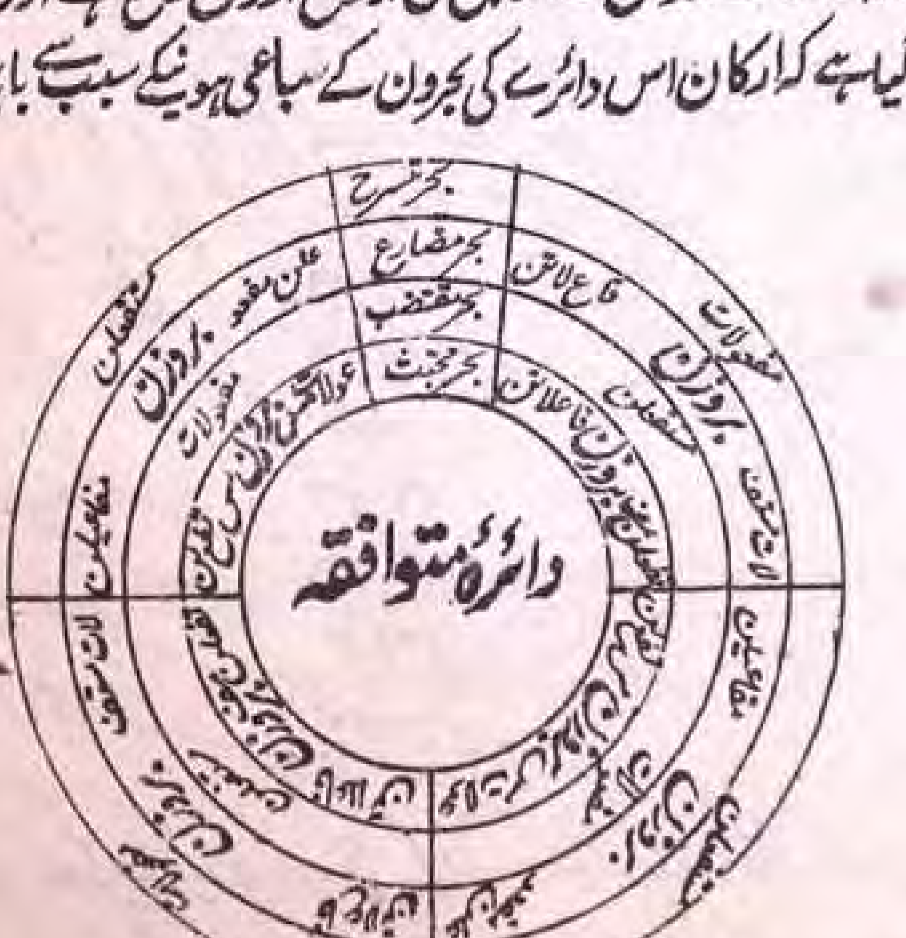
رکھا ہے یعنے اس دائرہ مشتبہ مین وتد مفروق واقع ہین اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ
مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور
سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی مشتبہ ہین - **فائدہ** میر شمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین
کہ بحر جدید اور بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا
اور نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے اسلیے
کہ یہ تینون بحرین دائرۂ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین - صورت دائرے کی یہ ہے -



تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا نقصان
گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے

اور پھر بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب نہو یہ نہیں سوچتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہو گئیں باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے۔ اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بخوبی مثمن بحرین باہم جداگانہ منفک ہو سکتی ہین اور مسدس جداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین۔

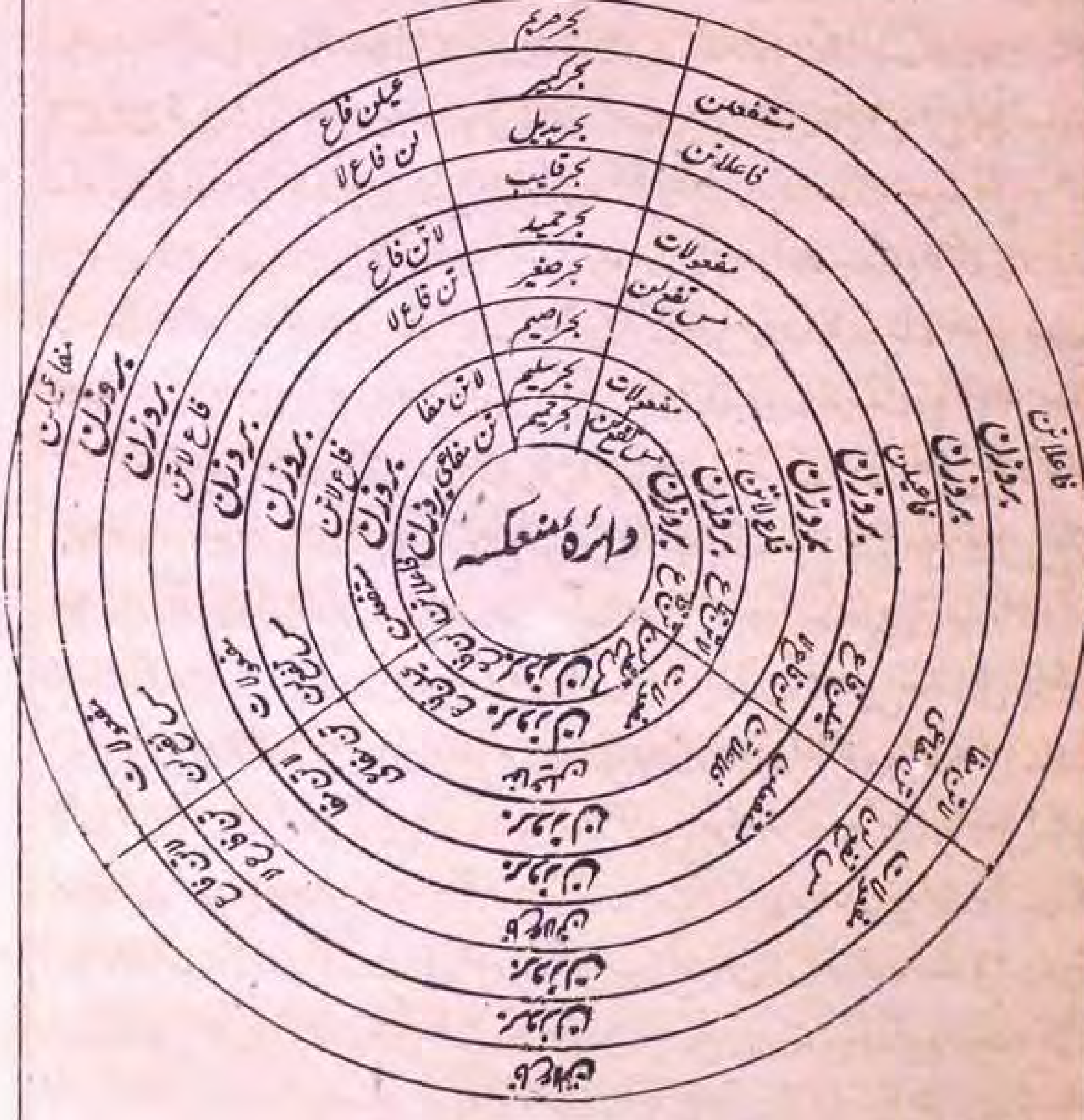
بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرہ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مفعولات مستف بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہو جائے اور یہ بحر مضارع ہے اور اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لات کے وزن پر فاع اور مستف کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن بحر مقتضب مثمن ہو جائے حاصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کر کے مفعولات پر تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کر کے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن مفعولات مستفعلن مف بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن بحر مجتث مثمن ہو جائے اور اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے اسلیے کہ عو اور لات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرون کے سباعی ہونیکے سبب سے باہم متوافق ہین۔



بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضائقه سے نکلتی ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے
مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کرین تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن
فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہوجاے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے عولات مس کے مقابل
مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کرین اور اسباب کو مؤخر کردین تو علن مستفعلن مفعولات
مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن بحر قریب ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف
کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین
تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہوجائے اس بحر مین مس تفع لن منفصل
ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لات کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور اگر مفعولات
کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہوجاے
اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا
نام متضائقه اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحرین سداسی الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہین۔



بحر کبیر- قلیب- حمید- حمیم وغیرہ جنکو ابو عبداللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس
دائرے کی ہر ایک بحر دو وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر
چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے صریم قلیب
اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل- صغیر- حمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے-
یہ نون بحرین دائرہ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین - (۱) بحر صریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن
فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر
کرکے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولات
مفعولات مستفعلن ہوجاے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے
شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن
بحر بدیل ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا
ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کردین تو فاعلاتن
فاعلاتن مفاعیلن بحر قلیب ہوجاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے
فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو
لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولات مستفعلن مفعولات بحر حمید ہوجاے (۶)
اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو
تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحر صغیر ہوجائے اس مین
مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن
سے شروع کرین اور اس کے ماقبل کو مؤخر کردین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجاے
اور یہ بحر اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف
سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن
مستفعلن مفعولات مفعولات ہوجائے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے
سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کردین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا
بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحر حمیم ہوجائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع
کے مقابل تفع واقع ہوا ہے-



تیسرا شہر زحافون کے بیان مین

مخفی نہ رہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہوجاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام **زحاف** ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے ٹیڑھا جانے اور کسی چیز کے اصل سے دُور ہو جانیکے ہین[۱] اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جانے کے معنے مین ہے[۲] اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اُس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر ہوگا تو **عِلَل**[۳] ہے لیکن متقدمین کا قول آجکل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی طریقۂ مروجہ کو پسند کر کے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو خلجان مین نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علٰحدہ علٰحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جُدا جُدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہو کر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کر دیا ہے۔ تمامی زحاف دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ **منفردہ** وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اُسے کہتے ہین کہ اُس وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط کر دینا **مزدوجہ**۔ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون انہین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہے مثال ثنائی کی خرب ہے کہ اجتماع خرم و کف کا نام ہے اور مثال ثلاثی کی جمم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمم تین تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُسے تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین۔ اذالہ۔ اضمار۔ ترفیل۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ ثلم۔ جب۔ جدع۔ حذذ۔ حذف۔ خبن۔ خرم۔ رفع۔ صلم۔ طے۔ عصب۔ عضب۔ قبض۔ قصر۔ قطع۔ کف

---

[۱] دریاے لطافت ۱۲

[۲] غیاث اللغات ۱۲

[۳] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف۔ اور زحاف مزدوجہ اکیس ہین۔ تبر۔ ثرم۔ جحف۔ جمم۔ خبل۔ خرب۔ خزل۔ خلع۔ ربع۔ زلل۔ شتر۔ شکل۔ عقص۔ عقل۔ قصم۔ قطف۔ کسف۔ نحر۔ نقص۔ وقص۔ ہتم۔

ان مین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحرون مین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون مین اس کتاب مین اُنھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعراے فارس کے استعمال مین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری انھین کا فیضان ہے۔ مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فروع حاصل ہوتی ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مؤلف **مؤلف** اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلمون سے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور **غیر مؤلف**۔ وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلمون سے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظ مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم و مکفوف سے۔ یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب و تحریر کے دس قرار دیے ہین۔

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین۔ خرم۔ کف۔ قصر۔ قبض۔ شتر۔ حذف۔ خرب۔ ہتم۔ زلل۔ جب۔ تبر۔ تسبیغ۔

خرم۔ بفتح خاے معجمہ و سکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع۔

کف بفتح کاف و تشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہجاتا ہے۔

قصر بفتح قاف و سکون صاد مہملہ و را مہملہ کے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر پڑا اور لام ساکن ہوگیا مفاعیل رہا **فائدہ** ہر چند کہ مفاعیل کا لام عروضیون کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حرف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخر مین واقع ہوتا ہے اور حرف آخر مین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیلُ مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شَتَر۔ بفتح شین معجمہ و فتح تاے مثنات فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیون کی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجۂ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حَذف بفتح حاے حُطی وسکون ذال معجمہ و فا اسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخر مین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خَرب۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ و باے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرادیا تو فاعیل رہگیا اسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہَتم۔ بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی و میم اُسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہوگیا تو مفاع رہا اُسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخر مین آتا ہے۔

جَبّ جیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گر کر مفاع رہ گیا اُسکی جگہہ فعل رکھدیا لام ساکن سے۔ یہ زحاف بھی مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفاع رہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین سے۔

زَلَل بفتح زاے معجمہ ولام اول وسکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہین اور اصطلاح مین اجتماع خرم وہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔
تبر بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہملہ لغت مین دم کاٹنے اور جڑ سے اکھیڑ لے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم وجب سے ہے پس میم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہوگئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔
تسبیغ بفتح تاے فوقانی وسکون سین مہملہ وکسر باے موحدہ ویاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوگیا اور توجیہ العوافی کی تعریف کے بموجب مفاعیلن کے آخر مین ایک نون ساکن اضافہ ہو کر مفاعیلنن دو نون ساکن کے ساتھ بنا اور وہ مفاعیلان سے بدل گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی وبیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فروع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہوجاتی ہین **مفعولن** اخرم ہے **مفاعیلُ** لام مضموم سے مکفوف ہے **مفاعیلْ** لام ساکن سے مقصور ہے **مفاعلن** مقبوض ہے **فاعلن** اشتر ہے **مفعولُ** لام کے ضمہ سے اخرب ہے **فعولن** محذوف ہے **فعولْ** لام ساکن سے اہتم ہے **فعْل** بفتح عین وسکون لام مجبوب ہے **فلْع** ازل ہے **فع** ابتر ہے **مفاعیلان** مسبغ ہے **مفاعلان** مقبوض مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہوگیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین **مفعولان** اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کرکے مفعولان کرلیا **فاعلان** اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے۔
فعولان محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بن گیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیل بوقف لام سے ایک ہی زحان ہے **فعلن** بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ مفاعیلن خرم کیوجہ سے فاعیلن ہوجاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسے

فعلن سے بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب سے فاعیل لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا۔

زحافات فاعلاتن۔

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن۔ کف۔ تشعیث۔ قصر۔ شکل۔ حذف۔ بتر۔ ربع۔ جحف۔ تسبیغ۔

خبن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور دامن کا سی دینا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا۔ **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع مین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول مین وتد مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کف کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تاء رہ گیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ وراے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہے گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہو کر فاعلات بسکون تاء رہ گیا اور فاعلان سے بدل ہوا تاکہ فاعلات مضموم التاسے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف وثاے مثلثہ موقوف عیون الفاخرہ مین بدرالدین ابی عبداللہ نے لکھا ہے کہ بیان تشعیث کی بابت عروضیون مین چار قول ہین (۱) خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہے پس فاعلاتن مین علا وتد مجموع ہے بسبب تشعیث کے فاعلاتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا شریف کہتا ہے کہ تشعیث لغت مین تفریق کے معنے مین ہے پس جب لام کو علا سے جو وتد کا درمیانی حرف ہے گرا دیا تو اُس کا انتظام بگڑ گیا (۲) بعض کہتے ہین کہ وتد مجموع کے دو متحرک مین سے پہلے حرف کے گرانے کا نام تشعیث ہے اور یہ قول اخفش کا ہے پس فاعلاتن مین سے بسبب تشعیث کے عین گر کر فالاتن رہا اُسکو مفعولن سے بدل لیا۔ (۳) بعض کہتے ہین کہ تشعیث وتد مجموع کے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے پس فاعلتن بسکون لام ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا بعض کے نزدیک یہ مذہب

قطرب کا ہے (۴) زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہے کہ اول فاعلاتن مین خبن کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کردیتے ہین پس الف کے حذف کردینے کے بعد فعلاتن بن جاتا ہے جسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین یہی قطرب کا مذہب بتاتے ہین پہلے مذہب کو یون ترجیح دی جاتی ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کا گرانا بہ نسبت دوسرے عملون کے بہتر ہے۔ اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی بابت کہا گیا ہے کہ وتد کا پہلا حرف حذف کرنا بہتر ہے جیسا کہ خرم مین معمول ہے تیسرے مذہب کو یون ترجیح دی گئی ہے کہ وتد مجموع کے ساکن کا گرانا اکثر معمول ہے چوتھے مذہب کو ابوالحکم نے یون ترجیح دی ہے کہ یہ امر قیاس سے باہر نہین ہے اور خاص کر ایسی صورت کے ساتھ کہ حرکت کا حذف واقع ہوتا ہے جو حرف کے حذف سے سہل ہے **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کے حذف کردینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم **تسکین** کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کردین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو مرکبات مین داخل کیا گیا۔ زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ شعث کہتا ہے شعث مین اگرچہ چار قول ہین لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین مشعث ہے اور مشعث عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اس مین وتد مجموع نہین ہے۔

شکل بفتح شین معجمہ وسکون کاف ولام اسکے معنے لغت مین چوپائے کے پانون رسی سے باندھنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن وکف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور بسبب کف کے نون گر کر فعلات بضم تا باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن وکف جمع ہوکر نام شکل ہے اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا۔

حذف بفتح حائے حطی وسکون ذال معجمہ و فا بمعنی ڈالدینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہین جو رکن کے آخر مین واقع ہو جیسے فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھدیا۔

بتر بفتح بائے موحدہ وسکون تائے فوقانی ورائے مہملہ موقوف اسکے لغوی معنی دُم کاٹنا ہین اور اصطلاح مین

حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے الف گر کر اُس کا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے کے مقطوع محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اُسکے حرف ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے **تنبیہ**۔ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک یہی بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے ۔

ربع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ بمعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وتبر سے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب تبر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اور طرح بھی لکھی ہے جس کا مال یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین ۔

جحف بفتح جیم وسکون حاے حطی ووقف فا بمعنی نقصان کرنا اور کھال اُتارنا اور گیند کا اُچک لینا۔ عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلۂ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے تن باقی رہا اسکی جگہ فع نقل کر لیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر ہے ۔ توجیہ القوافی اور اُسکے ترجمے شائگان مین لکھا ہے کہ یہ لفظ سین مہملہ اور غین معجمہ سے ہے جسکے معنے ہین کپڑے کو لمبا کرنا اور چیز کو پورا کرنا اُسکے تمام لوازم کے ساتھ یا شین معجمہ وعین مہملہ سے ہے جسکے معنے ہین پیٹ بھرنے کے قریب ہونا اور اصطلاح مین جتنی مین سے ہے اور وہ زیادہ کرنا نون ساکن کا ہے اُس سبب خفیف کے بعد جو آخر مین اُس رکن کے ہو جو مصرع اول ودوم کے آخر مین آوے۔ اور ایسے رکن کو مسبغ باے موحدہ کی تشدید یا تخفیف سے بولتے ہین پس فاعلاتن اس عمل کے بعد فاعلاتان آخر مین دونون ساکن کے ساتھ ہو جائے گا اور ایک سے دو ساکنون کے

ملنے کی وجہ سے ایک نون الف سے بدل کر فاعلاتان ہو جائے گا اسکو فاعلیان سے بدل دیتے ہین اس عمل کا نام اسباغ بھی ہے لیکن مشہور تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے ہین یہ رکن آخر مین اپنے اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن مین محسوب ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوئے اور اُسکی فروع سولہ ہین **فعلاتن** بکسرہ عین مخبون ہے **فاعلاتُ** بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** مشعث یا مخبون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعلات** بکسر عین و ضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا مشعث محذوف یا مخبون محذوف مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعل** بکسر عین و سکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعلیان** مسبغ **فعلن** بکسر عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعلاتن ہو گیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعلن سے بدل لیا **فعلاتُ** بکسر عین و سکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہو گئی اس طرح فعلات حاصل ہو گیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین **فاعلان** بسکون عین و سکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہو گیا اور پھر قصر کی وجہ سے اس کے آخر کا نون ساقط ہو کر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہو گئی پس فعلات بسکون عین و تا کو فعلان بسکون عین و نون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعث مقصور بھی کہہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فاعاتن یا فالاتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہو جاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا فاعلت فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن سکون عین سے ہو جاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحافات قطع یا بتر کے وقوع سے فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہو جاتا ہے اور خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہان خبن لازم ہے اسلیے مخبون مسکن و مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہو گیا۔

اور رفع تسبیغ کے سبب سے فلاع بنگیا فعلیّان بکسرعین وکسرلام وتشدید یاے تحتانی مجنون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسرعین ہوا اور اس مین تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہوگیا جسکو فعلیان سے بدل لیا **مفعولان** شعث مسبغ ہے تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مجنون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن وتسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہوجاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہین۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔کف۔قصر۔حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا۔ رہ گیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اُسکو فاع لان سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لاتُ مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا اور اُسکی فروع بھی تین ہین **فاع لاتُ** بضم التا مکفوف۔ **فاع لان** بسکون نون مقصور **فاع لن** محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نوزحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ حذذ۔ اذالہ ترفیل

خبن یعنے حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گرکر متفعلن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طے بفتح طاے حطی وتشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گرکر مستعلن رہا اُسکو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُس مین جو تھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بے فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن لے آئے۔

خبل بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ ولام اسکے لغوی معنی ہاتھ یا نون کاٹنا ہین اور اصطلاحی تعریف عیون فاخرہ مین یون لکھی ہے کہ اجتماع خبن و طے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب طے کے تے گر کر متعلن رہا اسکو فعلتن بفتح عین ولام سے بدل لیا ہے۔

خلع بفتح خاے معجمہ وسکون لام وعین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اُتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع خبن وقطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجہ بالا سین اور بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوا اور متفعل رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔

رفع بفتح راے مہملہ وسکون فا وعین مہملہ اس کے لغوی معنی اُٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک سبب خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہین اُس رکن سے جس کے اول مین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون پس مستفعلن سے تفعلن رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حاے حطی ودال منقوطہ اول مفتوح وذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اُسمین وتد مجموع نہین ہے۔

اذالہ بکسر الف وفتح ذال نقطہ دار وسکون الف دوم وفتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔

ترفیل بفتح تاے فوقانی وسکون راے مہملہ وکسر فا وسکون یاے تحتانی ولام بمعنی دامن کھینچنا اور دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعلن سے مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع نہین ہے **فائدہ** فارسی اور اُردو مین یہ زحاف کم آتا ہے عربی مین بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین

مفاعلن مخبون۔ مفتعلن مطوی مفعولن مقطوع فعلتن مخبول فعولن مخلع فاعلن مرفوع فعلن بسکون عین محذوذ مستفعلان مذال مستفعلاتن مرفل مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان ہوگیا مفتعلان مطوی مذال ہے مستفعلن طے کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا فعلتان عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے اس فرع میں خبل اور اذالہ جمع ہوے ہیں خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث سے فعلتان ہوگیا فاعلان مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہوگیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا مفاعلاتن مخبون مرفل ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر میں تن زیادہ ہوکر مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا۔ فع محذوذ محذوف ہے اس فرع حذذ و حذف یہ دو زحاف جمع ہوے ہیں مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہوکر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ حذف کے سبب خفیف ساقط ہوگیا بس فع رہ گیا فاع محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے مستف کے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہوکر اسکا ماقبل ساکن ہوگیا بس فے کے حذف ہوکر تاے فوقانی کے ساکن ہونیکے بعد مست رہا اسکو فاع سے بدل لیا۔

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہیں۔ خبن۔ قصر۔ تشکل۔ تسبیغ۔ کف۔

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول میں ہو گر جاتا ہے بس تفع لن سے سین گر کر متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن میں ہو گر جاتا ہے اور ماقبل اسکا ساکن ہو جاتا ہے بس مس تفع لن سے مس تفعل حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھدیا۔

تشکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہے پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب کف کے حرف نون گر کر متفعل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم اللام سے بدل لیا۔

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہو ایک الف زیادہ کردینا بس مس تفع لن سے مس تفع لان ہوگیا جیسا کہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے

مستفعلن متصل میں مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہاں مسبغ۔

کف اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ رُکن کے ساتویں ساکن کو کہ سبب خفیف میں ہو گرادیں پس مس تفع لن سے مس تفعل لام کے ضمے سے رہجاتا ہے۔ اور فروع مس تفع لن کے یہ ہیں **مفاعلن** مخبون۔ **مفعولن** مقصور **مفاعلُ** بضم لام مشکول مس تفع لان مسبغ **مستفعلُ** بضم لام مکفوف **فعولن** مخبون مقصور یہ فرع مس تفع لن میں خبن وقصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اسکا پہلا حرف کہ لام ہے ساکن ہوگیا اور اب مُتَفْعَلْ رہ گیا جسکو فعولن سے بدل لیا **مفاعلان** مخبون مذال ہے مس تفع لن سے بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع میں ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعلان ہوگیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاے فوقانی کے نو ہیں۔ وقف۔ طے۔ خبن۔ خبل۔ کسف۔ رفع۔ صلم۔ جدع۔ نحر

وقف بفتح واو وسکون قاف وفا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح میں مراد ہے اسکان تاے مفعولات سے پس مفعولات بسکون تا رہ گیا اور مفعولان سے بدل لیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہیں۔

طے مُراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دُور کرنے سے پس بسبب طے کے واو گر کر مفعولات بضم تا رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تا لے آئے۔

خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا۔ اسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونوں کا حرف آخر مضموم ہے۔

خبل یعنے اجتماع خبن وطے کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طے کے واو گر کر مُعُلاتُ رہا اسکو فعلات تاے مضموم سے بدل لیا۔

کسف بفتح کاف اور سکون سین مہملہ وفا کپڑا بوتنے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ۔ **کشف** شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے میں ہے لیکن صاحبان کشاف ومنتخب وقاموس ومفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیح بتاتے ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے اس سے وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرادیں پس تاے آخر کے سقوط کے بعد مفعولاتُ سے مفعولا باقی رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہیں اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف وکف کا نام ہے

پس مفعولات بسبب وقف کے مفعولاتُ بسکون تا رہا اور بسبب کف کے تاے ساکن گر کر مفعولا رہا اس کی جگہہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے قول کے موافق زحافات مزدوجہ مین سے۔

رفع بمعنے اٹھانا یہان مراد ہے دور کر دینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے عولات رہ گیا اسکی جگہہ مفعول لام مضموم سے رکھدیا۔

صَلَم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولات بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

جدع فتح جیم وسکون دال وعین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہو کر لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تاے فوقانی ساکن ہو کر لات بسکون تا ہوا اسکی جگہہ فاع رکھدیا۔

نحر بفتح نون وسکون حاے حطی وراے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فع سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولات کے ہین اور فروع اسکے اس قدر ہین **مفعولان**۔ یا علان نون موقوف **فاعلات** بضم التا مطوی **مفاعیل** بضم اللام مخبون **فعلات** بضم عین وتا مجبون **مفعولن**۔ مکسوف **مفعول**۔ بضم لام مرفوع **فعلن** بسکون عین اصلم **فاع**۔ مجدوع **فع**۔ منحور۔ **فائدہ** مجدوع اور منحور ہموزن شمار کیے جاتے ہین **فاعلان** بسکون نون مطوی موقوف ہے یہ فرع طے اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات طے کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہو گیا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فاعلان سے بدل لیا مفاعیل بسکون لام مخبون موقوف ہے خبن کی وجہ سے مفعولات معولات بضم تا رہا اور وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہو گیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا **فاعلن** مطوی مکسوف ہے اس فرع میں طے اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طے کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسف کی وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلن سے بدل لیا **فعلات** بضم عین وسکون تاے فوقانی مخبول موقوف ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے معلات بضم تا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہ فعلان عین متحرک کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہین **فعلان** عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے **فعلن** بکسر عین مخبول

مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولات معلات بفتح میم وضم عین وضم تاے فوقانی رہ گیا اور کسف کی وجہ سے تاے فوقانی گرگئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔ **فعولن** مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کیوجہ سے معولات بضم تا رہگیا اور کسف کی وجہ سے حرف آخر گرکر معولا ہوگیا جس کو فعولن سے بدل لیا **فعولان** مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن و وقف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہوگیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین عصب۔ عضب۔ قصم۔ عقل۔ جمم۔ نقص۔ عقص۔ قطف۔

عَصْب بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ ویاے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہاے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا منھ مین پیاس کی وجہ سے ہین۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعلتن سے پس بسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا۔

عَضَب بفتح عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ وسکون یاے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا ٹوٹنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرادینا تو یہان میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قصم بفتح قاف و فتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہے اجماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہوگیا فاعلتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا۔

عَقْل بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی ہیں سرکے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بسبب قبض کے گرپڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد اللہ کے قول المانوس نے صفات القاموس مین یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہوگیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تحتانی گرکر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کرکے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یاے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گرانے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہوجاتا ہے اور

اسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرا دیتے ہین پس مفاعتن رہتا ہے وہ مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب خزرجیہ کہتا ہے کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن کا یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے۔

جَمَم بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہوکر گر گیا اور بسبب خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عَقْص بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ بمعنی زلفون کے بال پیٹنا اور اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہوکر نون حذف ہوا فاعلتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قطف۔ بفتح قاف و سکون طائے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھ زحاف مفاعلتن کے ہوے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب صاد مہملہ سے **مفاعیلن** معضب ضاد معجمہ سے **مفتعلن**۔ اجم **مفعولن**۔ معقول **مفاعلن** اجم **فاعلن**۔ منقوص **مفاعیلُ** بضم لام معقوص **مفعولُ** بضم لام۔ مقطوف **فعولن**۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین اضمار۔ وقص۔ خزل۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

اضمار بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و رائے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کر دینا ہین اور فتح رب الودود مین چھپانے کے معنے مین لکھا ہے اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کر لینے تا ے متفاعلن سے

پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہین۔

وقص بفتح واو وسکون قاف وصاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع اضمار وخبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گر پڑی مفاعلن رہ گیا **فائدہ** مفاعلن سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گر کر متَفعِلُن رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہو جاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہین آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے۔

خزل۔ زکریا انصاری نے قصیدۂ خزرجیہ کی شرح موسوم بہ فتح رب البریہ مین لکھا ہے کہ خزل خاے معجمہ اور زاے معجمہ سے ہے اور بعض نے جیم اور زاے معجمہ سے لکھا ہے اور دونون صورتون مین حرف اول مفتوح اور دوم وسوم ساکن ہے اور معنے اسکے کاٹنے کے ہین یہان عبارت ہے اجتماع اضمار وطے سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طے کے چوتھا حرف ساکن حذف ہو گیا متفعلن رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اُسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حذذ۔ بفتح حاے حطی وفتح ذال نقطہ دار اول وسکون ذال نقطہ دار دوم بمعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح مین مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس وصراح وغیرہ کتب لغت وعروض مین حذذ حاے حطی ودو ذال منقوطہ سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جذذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوطہ سے لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہو اُسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونون لفظ مترادف ہین اور یہ جو میزان الافکار مین لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہین انتہے تو یہ اُنکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع مین جو رکن کے آخر مین ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہو گیا۔

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فعِلن بکسر عین محذذ یا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مضمر

مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن میں اضمار کی وجہ سے تائے فوقانی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جس کو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا **مفاعلان** موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافوں کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہو گیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بنگیا **مفتعلان** مخزول مذال پھر متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو کر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن میں نون سے قبل ایک الف زیادہ ہو کر مفتعلان ہو گیا **فعلان** بکسر عین محذوذ مذال ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفا کو فعلن بکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس میں ایک الف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا **مستفعلاتن** مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اسکے آخر میں اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر مستفعلاتن سے بدل گیا **مفاعلاتن** موقوص مرفل ہے وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہو گیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اسکے آخر میں بڑھ گیا تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **مفتعلاتن** مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو گیا تائے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اسکے آخر میں ایک سبب خفیف زائد ہو کر متفعلن تن جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا **مفعولن** مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن متفاعل لام ساکن ہو گیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تائے فوقانی ساکن ہو گئی پھر اسکو مفعولن سے بدل لیا **فعلن** بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تائے متحرک سے رہ گیا اور اضمار کے سبب سے تا ساکن ہو گئی تو متفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رکن فعولن کے ساتھ زحاف ہیں۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعول بضم لام رہا۔

قصر یعنے ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اسکا ماقبل ساکن کرنا پس فعولن سے فعول بہ سکون لام ہو جاتا ہے۔

ثلم بفتح ثائے مثلثہ و سکون لام و میم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح میں مراد ہے رکن فعولن میں خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول میں ہو حرف اول متحرک کو حذف کر دیں پس فعولن سے فے دور ہو کر۔

عولن رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین رکھا گیا۔

ثرم بفتح ثاے مثلثہ و راے مہملہ مفتوح و میم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض و خرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عول لام مضموم سے رہ گیا اسکو فعل بعین ساکن اور لام مضموم سے نقل کرلیا اور فاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ بمعنی جڑ سے اکھیڑنا اور دم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف و قطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور واو بسبب قطع کے گر کر عین ساکن ہوگیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک بتر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گر او ین پس لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب نہوگا۔

تسبیغ یعنے سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہوگیا۔

یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فروع یہ ہین **فعولُ** بضم لام مقبوض **فعولْ** بسکون لام مقصور **فَعَلْ** بفتح عین و سکون لام محذوف **فعلن** بسکون عین اثلم **فعلُ** یا **فاع** اثرم **فع** ابتر **فعولان** مسبغ **فعلان** بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جس کی وجہ سے فعولن سے عولن ہوجاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہوکر فعلان بن جاتا ہے۔

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھہ زحاف ہین۔ خبن۔ قطع۔ حلو۔ حذف۔ اذالہ۔ ترفیل۔

خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کر دینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعِلن عین مکسور سے رہا۔

قطع یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ماقبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین لے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کر دینا چاہیے اس صورت مین لام گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔

بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہوگئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کر دیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے آخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین ہر جگہ بھی آجاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع مخبون مسکن کہلائے گی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہوگی فعلن کو فاعلن سے

مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مخبون مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہوکر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو تو اُسکو مخبون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض و ضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور مخبون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

خلع یعنے اجتماع خبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن کے گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوا فعل بکسر عین و سکون لام ہوگیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع خبن و قصر کا اجتماع قرار دیا ہے اور فعلن کو مخبون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے اور فعلن مخبون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے اور اس مین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن مخبون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذاله یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہوگیا۔

ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ چھہ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فعلن بکسر عین مخبون فعلن بسکون عین مقطوع فعل بکسر عین و سکون لام مخلع فع محذذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فعلان عین کے کسرے سے مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذاله خبن کیوجہ سے فاعلن سے فعلن بکسور العین بنا اور اذاله کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہوکر فعلان ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال ہین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہو جاتا ہے فعلان سکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا اور اذاله کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہوکر فعلان ہوگیا۔ اور بعض فعلان کو مخبون مسکن مذال کہتے ہین

بیان معاقبہ و مراقبہ و مکانفہ

معاقبہ بضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح عروض مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو اُن دونون کو جا ہین ایک ساتھ

رہنے دین یا ایک کو رکھین ایک کو گرائین مثلاً بحر مجتث مین رُکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہین خواہ دونون کو ثابت رہنے دین خواہ ایک کو گرا دین یعنی اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک شعر مین تین طور ہین یا یہ کہ بہ حسب وضع کے اصل رُکن مین دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات مین یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب اکٹھے ہوجائین جیسے متفاعلن مضمر ہو کر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہو کر مفاعیلن ہوجاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہان رُکن اول کا آخر اور رُکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہو گئے پس یا تو ان دونون سببون کو سالم رکھ کر تن فا پڑھتے ہین یا سبب اول کے نون کو حذف کر کے ت فا حاصل کرتے ہین یا دوسرے سبب کے الف کو دُور کر کے تن ف پڑھتے ہین ان تینون صورتون کو معاقبہ کہتے ہین۔ اور ت ف کہنا جائز نہین اس لیے کہ دونون سببون کے حروف ساکن حذف کر دینے سے تفعلا پیدا ہوجائے گا اور یہ فاصلہ کبریٰ ہے جسے عروضی ثقیل جانتے ہین۔

مُراقبہ بالضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا ایک ساتھ جائز نہین بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہین اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولات اور مستفعلن مین واقع ہوتا ہے مثلاً بحر مضارع مین رُکن مفاعیلن کی ی اور نون کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہین۔

مُکانفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہین تو دونون کو ایک ساتھ رکھین چاہین گرا دین یا ایک ہی کو رکھین اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے چنانچہ رکن مفعولات مین بسبب جدع کے دونون سبب خفیف گرجاتے ہین یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینون صورتین ارکان سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین بلکہ بحرون سے متعلق ہین یعنے ایک رکن مین کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہین اور اسی رکن مین کسی دوسری بحر مین مراقبہ ہے معاقبہ نہین اسلیے ہم لکھے دیتے ہین کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل اور مجتث مین آتا ہے مگر کامل اور وافر مین ایسی حالت مین واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہو کر آئین اور مراقبہ مشاکل قریب جدید اور مضارع مین لازم ہے اور سریع و منسرح مین غالبًا ہوتا ہے اور بحر خفیف مین جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز مین آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نرہے کہ اگرچہ کل زحاف اٹھتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف عصب بصاد مہملہ عضب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین۔ اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین۔ جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ چوبیس زحاف۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث مشترک ہین جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور بتر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے اُنہی زحافات کو بیان کیا جو زبان اُردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی سے اور جو زحاف اس زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو اُنکو عربی وفارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل فضول ہے مگر بر سبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہوگیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کُل چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی رباعی کا عروض وضرب ان سے خالی نہین ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے عروض وضرب مین بھی آسکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل ہین اور تعریف وتفصیل اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس **اعرج** کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع ہوکر مفعولن ہوجاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہوسکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن کے آخر ہی مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن متصل مین فعلان بسکون عین کو جسے **مطموس** کہتے ہین ہم اسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن محذوذ ہوکر فعلن بسکون عین رہ جاتا ہے اور فعلن مسبغ ہوکر فعلان ہوسکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا چنانچہ **طمس**۔ یعنے اسقاط عین ولام کے قائل ہوے اور مستفعلن کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیئے نہ

اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطوی کو مخذوف مسبغ ہرچند کہ یہ دونون زحاف ایکسہی رکن مین ہوتے ہین اور انکی نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہو سکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون مین بلکہ سلخ اور ورس مین بھی کہ اول فلاع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہو کر آتا ہی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سوائے مستفعلن متصل اور فاع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر کہین پایا نہین جاتا اسی طرح شعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سوائے فاعلاتن کے اور کہین پایا نہین جاتا۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافون کی تشریح ہوئی تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے۔ زحاف۔ **اذالہ** بحر رجز و متدارک و بسیط و کامل اور سریع و منسرح و مقتضب و مدید و جدید مین آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب مین واقع ہوتا ہے حشو مین کم اور صدر و ابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موقع مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ابتدا و مطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جز کو عروض اور مصرع ثانی کے پچھلے جز کو ضرب و عجز بولتے ہین اور دونون مصرعون کے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام حشو ہے **اضمار** اور **وقص** اور **خزل** یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین **ترفیل** یہ زحاف فارسی و ریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصاص رکھتا ہے کبھی رجز مین بھی آتا ہی **تسبیغ** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرون مین آسکتا ہے **تشعیث** بحر رمل مجتث مدید خفیف چار بحرون مین آتا ہے **ثلم** یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جبّ** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **جدع** منسرح مقتضب سریع تین بحرون مین آتا ہے۔ **حذذ** بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے باقی بحرون مین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید خفیف مشاکل قریب مین آتا ہے۔ **خبن** بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف جدید گیارہ بحرون مین آتا ہے **جحف** بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرون مین آتا ہے **صلم** بحر سریع و مقتضب و سریع مین آتا ہے **سطے** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرون مین واقع ہوتا ہے

اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے **قصر** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہے **قطع** بحر رجز کامل رمل متدارک مقتضب مدید بسیط سریع خفیف نو بحرون مین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن مین آتا ہے اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین مکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد قطع کے حاصل ہوتے ہین اور مفعولن و فعلاتن و فعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین پس خیال رکھنا چاہیے کہ مفعولن سوائے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرون مین مقطوع ہے اور ان دونون بحرون مین مقصور ایسے ہی فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی رائے کے موافق مقطوع نہین کہہ سکتے- اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے **کف** - ہزج - رمل - مضارع - مجتث - طویل مدید خفیف - قریب - جدید - مشاکل مین آتا ہے -. **بتر** یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فاع اور اجتماع حذف و قطع کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن اور اجتماع خرم و جب کو بھی بتر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے اور بعض مین مقطوع و محذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم و مجبوب بولتے ہین اور یہ زحاف حسب تشریح ارکان مذکورۂ بالا بحر ہزج و رمل و تقارب و مضارع و مجتث و خفیف و مدید مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل و متقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل** - چار بحر منسرح اور رجز اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج و مضارع و قریب مین آتا ہے **ربع** بحر رمل و مضارع مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے **تشکل** یہ زحاف بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف مین آتا ہے - آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب** بضاد منقوطہ **جمم** - **عقل** - **عقص** - **قصم** - **قطف** - **نقص** - بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف مین سے چار زحاف عضب بضاد معجمہ - قصم - جمم - عقص - صدر و مطلع سے مختص ہین اور تین زحاف عصب بصاد مہملہ - عقل - و نقص عام ہین اور قطف عروض و ضرب مین آتا ہے **کسف** - و نحر یہ زحاف بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون مین آتے ہین **وقف** بحر منسرح - مقتضب - سریع تین بحرون مین آتا ہے **ہتم** - یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے -

باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافون کو ایک بحر مین جمع کیا ہے - ــه

مدت ہوئی نہیں دیکھا دلدار کو قیامت ہے		تدبیر کچھ نہیں بنتی کیا موت سے ندامت ہے	

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہیں دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہیں بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اصول کے فرع ہونگے اور انہی فروع کے مقابلے مین اصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین **ایک** وہ جو بیت مین سب جگہ آتے ہین اور وہ یہ چھ ہین۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل عروض وضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر ومطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم ثلم خرب۔ شتر۔ ثرم۔ مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر ومطلع سے مخصوص ہین اہل فارس و ریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین بھی استعمال کرجاتے ہین البتہ جسوقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت خرم نہین کہتے تخنیق کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے مخنق بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے حدائق العجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ نقشبندی نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور یاے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار دونون ہی سے ہے اور باقی چار زحافون کا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس و ریختہ کے استعمال مین بجاے چھ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین۔

تیسرے وہ جو عروض وضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ ازالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ پچھلی دونون قسمون کے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

فائدہ جلیلہ۔ صاحب معیار الاشعار نے ایک زحاف ایجاد کیا ہے اور وہ فارسی کے ساتھ مختص ہے محقق طوسی کہتے ہین از جملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص ست یکے آن ست کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد تسکین اوسط روا دارند و در یک وزن محرک و مسکن باہم بیامیزند و این مطرد ہست الا آنجا کہ مانعے افتد مثلا باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد

چنانکہ درین وزن کہ فَعِلاتُ فاعلاتن اگر عین فَعِلاتُ مُسکّن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن ہریک از بحر دیگر ست پس تسکینے کہ مقتضی اشتباہ بود نشاید۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہان کہین تین مسلسل متحرک حرف واقع ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے لیکن ایسے موقعون پر جہان کوئی ایسا مانع موجود ہے جس سے بحر بدل جانیکا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مثمن مشکول فَعِلاتُ فاعلاتن اگر فَعِلاتُ کے عین کو ساکن کر دیا جائے تو بحر بدل جائے گی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہو جائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز نہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نہ رہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور اصطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہو جائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحہ کے اور کسرہ متعلق کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال۔

ذوق

عدد آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا	کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

تقطیع عدد آیا مفاعیلن ہ بنکر نا مفاعیلن م بر لک کا مفاعیلن نصیبو کا مفاعیلن کرے گے ے مفاعیلن ک خط کا مد مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن دعا سمجھے مفاعیلن۔

ایضاً

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب

تقطیع۔ دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب فاعلن ؛

کام چورس فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن منھ سے اُجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ؛ الفاظ بے معنے اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر با معنے ہون تو بہتر ہے مگر یہ کچھ

ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ با معنے آتے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون مین کہان اُسکو		نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

تقطیع مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالون مین مفاعیلن کہان اُسکو مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن۔

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن کے اس شعر مین۔ ؎

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا		یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

عروض و ضرب مین ٹنا مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر بیشتر بلندی مضامین و ایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ اُمور معظم پر مقصور ہوتی ہے اور نگاہ التفات اُمور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون سے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دول اور صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ سرخوش نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا اور اُسنے پڑھنا شروع کیا جب ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا ؎ اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا ؛ فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے عرض کیا کہ مجھے یہ چیزین معلوم نہین فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی مہربانی سے آگے طلب کر کے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کرین تو اس طرح وزن ہوگا اے تاج دو مستفعلن لت برسرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتہا مستفعلن لت برسرت بدیمن اور بدفال ہے شاعر کو ایسی چیزون سے خبردار رہنا چاہیے۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان بحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے **تقطیع حقیقی** اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے رکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین۔

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار	ذوق	باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ	

تقطیع وحشت گ مفعول اِیِ ن بعد فاع لاتُ فنابی م مفاعیلُ راغبار فاع لان ٭ باتے ک مفعول رب ہ سقف فاع لاتُ سپہرے کُ مفاعیلُ ہیں کے سات فاع لان ٭ یہ وزن بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے۔ اور **تقطیع غیر حقیقی** وہ کہ جو اُسکے مخالف ہو مثلاً اُس شعر کی تقطیع اُس طرح پر کی جاے وحشت گئی مستفعلن نہ بعد فعولن فنا بی فعولن مراغبار مفاعلان ٭ باتے کرے مستفعلن ہ سقف فولن کہن ک سات مفاعلان ٭ یہ رُکن کسی بحر خاص کے نہین ہین اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ لکھے جاتے نہین مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنے حروف مکتوبی غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کر دیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے جاتے ہین۔

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واو اُسکی تقطیع مین نہین آتی۔

اکبر

وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع۔ وادا کی فعلاتن کہ قضا آ فعلاتن گ یِ خُد دا فعلاتن ری کی فعلن ٭ وہ نظر کی فعلاتن ک اثر کر فعلاتن گ یِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن ٭ اسی طرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی۔

ارشد

پیمانہ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو پنجے مین لیے ماہ مبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ہِ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی تا فعولن ٭ خرشید مفعول کُ پنجے م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل مبی تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط التلفظ معتبر نہین ہوتی جیسے گھر اور تجھ اور جھنڈو لا کی ہا اسی طرح انشا کے اس شعر مین لفظ کھولے اور مکھڑے اور گھونگھٹ اور پھر کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔ ~

کھولے جب چاند سے اُس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری چٹ چٹ عاشق

تقطیع کھول جب جا فاعلاتن دس اُس مُک فعلاتن ڑے ک گُو گٹ فعلاتن عاشق فعلن ٭ کون پر لے فعلاتن وُ بلائے فعلاتن تر چٹ چٹ فعلاتن عاشق فعلن ٭ ان اشعار مین سوائے حروف مذکورہ بالا کے اور حروف

بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے اور رتون پنڈول اور داغون سے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبدالحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہو سکتی ہین۔

ناسخ

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو ۔ یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصراع موزون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن و باد اُس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن د گلگو مفاعیلن ۔ یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصرا مفاعیلن ع موزو کو مفاعیلن۔

امانت

ہین اُنکی گھاٹیون مین بھکیتی کی پھرتیان ۔ پالٹ کی چوٹ دیتے ہین سر کاٹ کے ہاتھ

تقطیع۔ ہے انک مفعول گھاٹیوم فاعلات بکیتی ک مفاعیل پرتیا فاعلن ۔ پالٹ ک مفعول چوٹ دیت فاعلات ہ سرکاٹ مفاعیل تاک ہات فاعلان۔

دبیر

بانو سر اصغر کے قریب آکے پکاری ۔ ای لال جھنڈولے ترے بالو نیہ مین واری

تقطیع بانوس مفعول راصغرک مفاعیل قریباک مفاعیل پکاری فعولن + ای لال مفعول جھنڈولے ت مفاعیل ربالوپ مفاعیل م واری فعولن۔

مومن

رقیب بوالہوس نے رد نمائین تیرے کب جان دی ۔ وہ تو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

تقطیع رقیبے بل مفاعیلن ہوس نے رد مفاعیلن نمائے تے مفاعیلن رکب جا دی مفاعیلن و نووارد مفاعیلن ہ کا جانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان

دبیر

خود فتنۂ دختر پڑھ رہے ہین فاتحہ خیر ۔ کہتے ہین انا العبد لرز کر صنم و دیر

خذ فتن مفعول دختر پڑھ مفاعیل رہے فات مفاعیل ح نے خیر مفاعیل + کہتے ہ مفعول انل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل نمو دیر مفاعیل + کبھی الف لام دونون تقطیع مین گر جاتے ہین، جیسے اس شعر مین۔

آسمان جاہ انجم

بیت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون	زاہد تو ہی بتا ہے وہان کیا دھرا ہوا

تقطیع بیتص صن مفعول نم کچ مفاعیل چوڑ فاعلات ک کعبے ک مفاعیل جا کون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور مین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون اور ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالون سے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

صفیر

جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض	کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض

تقطیع جب مَ کہتا فاعلاتن ہ کہ ہے کس فعلاتن ک پیارے فعلاتن عارض فعلن۔ کا چمک کر فاعلاتن وہ کہتے فعلاتن ک ہمارے فعلاتن عارض فعلن +اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے۔

ذوق

سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان ہمین	مصروف زخم دل کی ہگس رانیون مین ہم

ولہ

جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا	کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جسکا اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہین اور وہ حرف اکثر اسطرح تقطیع مین آتا ہے کہ اُسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بحالہ ساکن رکھتے ہین جیساکہ ہمنے قصر وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیون کے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجہ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون کو چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم خشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔

شعوری

پھیرتا ہے ہے چار پہر مضطر آفتاب	روشن ہے یہ کہ محو ہوا تجھپہ آفتاب

اس شعر مین جا کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہو جاتی ہین اور آفتاب کی باے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع - یر تا مفعول ہے وہ چار فاعلات بھر مضطر مفاعیل رُ آفتاب فاعلان + روشن وہ مفعول ہے کہ محو فاعلات ہوا نج پ مفاعیل رآفتاب فاعلان -

مہدی علیخان جلیس

پاس رہنے کا بھلا ہمسے برونکا کیا کام	ابتو غیرونکو سمجھتے ہین وہ اچھا دل مین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام و من آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر ہے اور دونون ساکن ہی رکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے - اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین -

غالب

دوست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا	زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا

اس شعر مین لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تاے فوقانی ساقط ہو جائیگی تقطیع - دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئینگ کا فاعلن + زخم کے بر فاعلاتن نے تلک تا فاعلاتن خن ن بڑجا فاعلاتن ئینگ کا فاعلن -

سعد اللہ شاہ

وابستہ ہے تجھسے اپنی یہان زیست	جب تو ہی نہین تو پھر کہان زیست

اس بیت مین لفظ زیست آخر مین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہین اور تاے فوقانی ساقط ہوتی ہے تقطیع - وابست مفعول ہ تجس اپ مفاعلن ن یا زیس مفاعیل جب تو ہ مفعول نہی ت پہ مفاعلن کہا زیس مفاعیل + اور یاے تحتانی کیاری اور پیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یاے تحتانی لفظ پیار اور خیال کی تقطیع مین نہین آتی -

انشا

بوسی نرگس کی جو کیاری مین نہ دیکھا پانی | ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی کیاری روزہ

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کے ج کاری فعلاتن م ن دیکھا فعلاتن پانی فعلن ہے ہماری فاعلاتن سطرح تج فعلاتن کب کاری فعلاتن روزہ فعلن۔

گلزار نسیم

جانا کہ یہ ہے شگون نرالا | نیولا پکڑ آستین مین پالا ہے

تقطیع جاناک مفعول ہے ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + نولا پ مفعول کڑ آستی مفاعلن م یالا فعولن۔

میر تقی

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا | جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تقطیع عشق فعل برے ہی فعولن خال فعل پڑا ہے فعولن چین فعل گیا آ فعولن رام فعل گیا فعل دل کا فعلن جانا فعلن ٹھہر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا۔

انشا

کھول آغوش نہ تو مجھ سے رکاوٹ سے لپٹ | اب جو لیٹا ہے تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ

تقطیع کول آ غو فاعلاتن ش ن تو مج فعلاتن س رکاوٹ فعلاتن س لپٹ فعلن + اب ج لیٹا فاعلاتن ہ ت آ پا فعلاتن رک کروٹ فعلاتن س لپٹ فعلن +

یکرنگ

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اسقدر | دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تا ہ دشمن فاعلاتن کوئی پارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آئیگا جیسے ہاے مختفی نالہ اور لالہ اور بقچہ اور غنچہ کی۔

حسن علی خان اثر

سن کے غل شب تا در زندان وہ اگر پھر گیا | شیون زنجیر خواب بخت کو افسانہ تھا

تقطیع سنگ غل شب فاعلاتن تا در زن فاعلاتن د وا اگر فاعلاتن پھر گیا فاعلن + شیون زن

فاعلاتن جیر خاے فاعلاتن بخت کواف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی جگہ یاے تحتانی جیسے اور ایسے اور اُسے اور اسے اور میرے اور تیرے اور تمھارے اور ہمارے اور پیشانی اور نورانی وغیرہ الفاظ کی اور اکثر موقعون پر ہا لفظ وہ اور شہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج کردیتے ہین اور یہ باتین امثلۂ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہین۔ ؎

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کے مول ‖ دولت عشق سے بکتا ہی یہان خاک کے مول

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جت افلا فعلاتن ک کِ مول فعلان + دولت عش فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہا خا فعلاتن ک ک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی الفاظ جسے اور تھے اور اسے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی ہین راحت مصرع بل ہم سے وہ ہر بات نین کرجاتے ہین کیسے + تقطیع بل ہم س مفعول وہر بات مفاعیل م کرجا مفاعیل ہ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کرجاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار تقطیع مین نہ آئی۔

ہمایون قدر امین

حاجت نہین ہی شمع کی میرے مزار پر ‖ ہر شب ہی سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات ک میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب ہ مفعول سوز آہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین رہے) اور (کی) اور (سے) کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم ‖ گھسنے ہر چند جبہ سائی کی

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ر سرکشی مفاعلن ظالم فعلن ؛ ہمن ہر چن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی کی فعلن ؛ اس شعر مین تیری اور ہے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہی امانت بات پیشانی کی جو کچھ ہے سو پیش آنی ہے + تقطیع۔ بات پیشا فاعلاتن ن کی جو کچ فعلاتن ہ ہ س پیشا فعلان نی ہی فعلن اس مصرع مین پیشانی اور کی اور ہے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے ‖ گر حیا بھی اُسکو آتی ہی تو شرما جائے ہے

تقطیع غیر کو یا فاعلاتن رب ٹو کو کر فاعلاتن منع گستا فاعلاتن خی کرے فاعلن + گرجیا بی فاعلاتن اُس ک آتی فاعلاتن ہے ت شرما فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہادہ کی اور رعا دا مُسکو اور تو کی گرتی ہین -

سید علی احسن اشک

قوس ابرو کی حمایت سے ہین بل پر آنکھین	توڑ کرتی ہین جو تیر ون کی برابر پلکین

تقطیع قوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن س ہ بل پر فعلاتن آ اکین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ جو تیر و فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کہ واو تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین -

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین	یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی یے شرکت فعولن تُ بندی فعولن ک باقی فعولن نہین فعول اس مصرع مین تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی -

الف بھی اکثر لفظون سے گرجاتا ہے۔ اشعار ذیل پر غور کرو -

میر

کدورت بیان کیا کرون مین کہے تو	یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع - کدورت فعولن بیان کا فعولن کرو مے فعولن کہے تو فعولن یہ ے دل گر فعولن د کلفت فعولن ک اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے -

گویا

چمن مین بتیجے اشارہ جو سوے نخل حنا	تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان ہم

تقطیع - چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن ت ساتھ شا مفاعلن رِ کِ اُگ لی فعلاتن برنگ مر مفاعلن جا ہے فعلن دوسرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط ہوتا ہے اور اور بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین -

محمد حسین آزاد

دفعتہً دیکھا کہ اک پیر کہن سال آئے	پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع - دفعتن دے فاعلاتن ک ک اک پی فعلاتن رکہن سا فعلاتن للئے فعلن پر عجب شا فاعلاتن

ن س وہ مر فعلاتن دخشن اعما فعلاتن لا انے فعلن + دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین۔

ولہ

کرتا خرمن ہے توہی بکھرے ہوے دانون کو ۔۔۔ توہی اک دانے سے ہے پالتا سوجانونکو

تقطیع۔ کرت خرمن فاعلاتن ہ ت اِی بِکھ فعلاتن رہوے دا فعلاتن نوکو فعلن + توہ اک دا فاعلاتن ن سِ ہے پا فعلاتن لتَ سوجا فعلاتن نوکو فعلن + اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے ضمے کے ظاہر کرنے کا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کی جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے۔

ذوق

جو بجھین حسن بتان کو ایمان انھین کفر و دین یکسان ۔۔۔ پہونچتے کعبہ مین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع۔ جو بجھ جنے فعول فعلن بتاں ک ایما فعول فعلن اُنے رہے کف فعول فعلن ردی ہ یک فعلن + پہونچت کعبہ فعول فعلن ہ وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہوکر فعول فعلن

اس شعر مین جو اور کو کی واو اصل اور کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین اتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے۔

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہانسے ان حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجاے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آو لگا یعذن مغولن

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا ۔۔۔ اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع۔ صاف تا جب فاعلاتن تک ت ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن + اب ت خط آ فاعلاتن نے لگا شا فاعلاتن ید کہ خط آ فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدد بھی دو حروف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اسکی

یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دومرتبہ پڑھا جائے گا اور دوحرف تقطیع مین آئین گے جیسے مہذب بروزن فعولن اسکو تقطیع کے وقت یون لکھینگے مہذذب۔

واسطی

سوز عشق قد جانان نے کیا کسکو نہ خشک
سوکھ کر گلزار مین ہر سرو کا ٹاٹا ہو گیا

تقطیع سوز عشقے فاعلاتن قد جانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان + سوک کر گل فاعلاتن زارمے ہر فاعلاتن سرو کا ٹا فاعلاتن ہو گیا فاعلن ؛ **فائدہ** مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی مین نہین آتے یہ بات خالی سہو سے نہین کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی مین ایسے دیکھے جاتے ہین جن مین ان قسم کے حروف موجود ہین جیسے آجاؤ اور رتی اور کنا اور ندی اور بھدا اور بنی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتہ رخ ہون جلاؤ نہ اگر کی بتی
چاہیے قبر پہ کافور سحر کی بتی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور
یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

وله

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ یون دیا
اپنا تخلص ندان بنیے کا الو کیا

عظم

اتنا بھی کھیے حوصلہ خوارہ سان تنگ
تم اپنے فیل منے کو نکالو
جلو ہی بھر جو پانی مین گر بھر اچھل چلے
سے مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑا لو

ارشد

دوپٹہ آب روان کا پڑا ہے سینے پر
بھلا کسی نے بھی دیکھے حباب تہ آب

میر

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا
بے گمان جیسے ہُوا آ بیٹھا

وله

میٹھ مین کیون نہ بھیگئے یک سر
مچھونس بھی تو نہین ہے چھپر پر

ولہ

پیکر اپنی خدا نے رکھی ہے
ڈانس اک ایک جیسے لکھتی ہے

ولہ

گتوں کی جستجو میں ہوا ہے رڑا باٹ کا
دھوبی کا کتا ہے کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

ولہ

غرض افسوس کی جگہ ہے بتی
اب کہاں گو کہ چھاپنے دلی

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیوں پینا پیسے
بڑا دانا جو ہو چکی ہیں کیا چھوٹوں کو دل ڈالے

ولہ

بڑ سنہوا سا جو ایک ہے پٹھا
اُسکا پالی میں ہے بندھا لٹھا

اسیر

دل نے زلفوں میں لٹک کر جو لگائے چکر
چرخ پوچھے کا حسینوں کا تماشا ٹھہرا

ضیا

بادہ نوشی میں جو زلف یار کا ذکر آ گیا
حلق میں ایسا پڑا پھندا کہ اُلجھو ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

حال ہاں ملک عدم کا کوئی پوچھا نہ گئے
عقل کو جنگی ہے مضمون کمر میں چلہ

ظفر

رات کو گھر کے کواڑ تک نہ کھل سکے مگر
زور الفت سے دیے ہمنے جو دھکے کھل گئے

ولہ

اڑا دینے کو خاک آندھی و غلغلے جوش وحشت ہے
کہ جب کے سامنے دم بند ہو صحرا میں جھکڑ کا

ولہ

ہو ترے ہاتھوں سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا
اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا گھر اٹھا ہوا
مسکر اس ناتوان کا ہو گیا بس ہو چکا
عید انگشن ترے ناوک کا یہ سناٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت میں
پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ چھر اٹھا ہوا

حاتم

مارنے کو رقیب کے حاتم | الستیز ہے ببر ہے دھتّر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات میں آتی ہے اور لکھی نہیں جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع مین محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے۔

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحا لیکن | مین جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن ہ وکرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ؎ مے ج پوچھا فاعلاتن تو کہا خے فعلاتن رے مذکو فعلاتن رن تا فعلن ؎ الحاصل جو حرف پڑھے اور بولے جاتے ہین اگرچہ لکھے نہ جاتے ہون تقطیع مین شمار کیے جائینگے جیسے لفظ طاؤس و کاؤس مین دو واو اور اُس کسرے مین جو کھینچ کر پڑھا جائے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ مین وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہین اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بمنزلے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

منشی

سُنی شاہ کاؤس نے یہ خبر | کہ ترکون نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع سُنی شا فعولن ہ کا و فعولن س نے یے فعولن خبر فعل ؎ کہ ترکو فعولن ن کاٹا فعولن سیاوش فعولن ک سر فعل ؎ لفظ کاؤس مین دو واو شمار کی گئی ہین۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاؤس مارنے | گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دیکھا ن مفعول ہی ہ مار فاعلات کو طاؤس مفاعیل مارنے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہ پیچ فاعلات ھے دل داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر مین طاؤس مین دو واو شمار کی گئی ہین اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بند ہو سکا ہم سے نہ مضمون اُس دہان تنگ کا | ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا

تقطیع بن ہو سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن اس دہانے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ؎ ہات اپنا فاعلاتن فکر مے زے فاعلاتن رے زنخدا فاعلاتن ہی رہا فاعلن ؎ اس شعر مین لفظ دہان تنگ و زیر زنخدان مین کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہے ؎ اور دال اور ہا لفظ بند ہو سے اور

نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

ایضاً

طلسم طرفہ تر آنسو لے میرے مردمان باندھا	کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

تقطیع طلسمے طر مفاعیلن فہ تر آنسو مفاعیلن لے میرے مر مفاعیلن دمانا دا مفاعیلن کہ ہے اِک اک مفاعیلن گرہ مے حا مفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا با دا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین۔

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا	کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

تقطیع نالئے مر فاعلاتن غ سحر نے فعلاتن اُس بیدار فعلاتن رکیا فعلن ٭ کہ ڈر ہے فعلاتن کہ خفا مجھ فعلاتن سے وہ دلدا فعلاتن ر نہو فعلن ٭ اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جس قدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گئین اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال کی جاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب و عجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی شکلین بحرون کی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لا دینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کر دینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث

کی جائے گی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب بس بیان پر اور امور سے قطع نظر کرکے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحور مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہزج بفتح ہا و فتح زاے معجمہ و سکون جیم لغت میں اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعراے فارس و ریختہ مثمن بھی استعمال مین لائے ہین۔ حدائق البلاغۃ کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی آٹھ رکن ہین دو رکن کم کرکے مسدس بھی استعمال کرتے ہین مسامحت سے خالی نہین۔ شعراے عرب اس بحر کو مزاحف بھی استعمال مین لائے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آئی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض و ضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُن سے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی

عبدالغنی خان جاوید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منھ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن نِ حاصل کی مفاعیلن؛ خدا جانے مفاعیلن دکا پوچھے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن سِ کا نکلے مفاعیلن؛

غالب

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

لمؤلفہ

جو کوئی درد دل میرا اُسے جا کر سُناتا ہے	تو کیا کہتا ہے بیہودہ بت یہ کیا باتین بناتا ہے

رخِ رنگین قمر کو اپنے وہ جس دم دکھاتا ہے
تو حیران ہو کے آئینہ بھی اپنا منھ چھپاتا ہے

اگر ہم دل لگی کے واسطے بیٹھیں کہیں جا کر
دلِ وحشی بصد ذلت ہمیں وان سے اٹھاتا ہے

یہ حالت ناتوانی نے ترے بیمار کی کردی
کہ اک اک گام پر وہ ٹھوکریں لاکھوں ہی کھاتا ہے

اور عروض و ضرب مفاعیلن مسبغ بھی آئے ہیں۔

میر محمد زکی متخلص بہ زکی

برا ہو ناتوانی کا رلایا ہے لہو برسوں
مرے دل میں رہی ہے داغ ہو کر آرزو برسوں

حباب آسا محیطِ عشق سے جو پار اترتے ہیں
امیر گذر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

ان شعروں میں عروض اور ضرب مفاعیلان ہے۔ محقق طوسی معیار الاشعار میں کہتے ہیں کہ ایسے دو ساکنوں کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسا کہ درمیان ابیات میں ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات میں چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلیے وہاں ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہیں بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہاں اشباع ہوتا ہے پس یہاں مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محل تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہاں بھی دو ساکنوں کو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ جز و میں مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی صدر اللہ نے شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔ مثلاً۔

از ولی محمد

وہ چپ ہے جو ہوتا تھا تہ دار درسِ خاموش
اُسی کی چپ سے گویا ہو گئی ہے انجمن خاموش

گرفتاری کا اُسکی تھا یہی کیا وقت ای صیاد
نہ کیوں رنج فصلِ گل میں ہے مرغِ چمن خاموش

خموشی بھی نہ بن جائے گی کیونکر غیرتِ فریاد
غضب ہے اس طرح ہوں خوش نوایانِ چمن خاموش

عروض و ضرب دونوں مسبغ ہیں۔

اسمٰعیل خان صبر رامپوری

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن وہ بت سنگے درد

بتاؤ تو بھلا پھر کس سے جا کر میں کروں فریاد

عروض و ضرب دونوں مسبغ ہیں کبھی ایک مسبغ ہوتا ہے اور دوسرا سالم۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیوں دوش پر ہم ڈالتے اے رند ۔ اگر کمبل سے بہتر جانتے کم خواب دشبنم کو
سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہوا ے رند ۔ کسی آئینہ رو سے کیا کہیں پھر دل لگایا ہے
لگا نے زندگی تک ہیں عزیز و اقربا اے رند ۔ لحد میں سوئے جب جا کر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

ولی

تہ و بالا ہوا نالوں سے آخر عالم بالا ۔ مری تلخی سے آخر ہو گئے شیریں دہن خاموش
اثر فریاد کا ہے صاف ظاہر اُسکی چتون سے ۔ ولی آخر سبب کیا ہیں جو بنا ے وطن خاموش

رند کے اشعار میں عروض مسبغ ہیں اور ولی کے اشعار میں ضرب مسبغ ہیں بلکہ درمیان مصرع میں بھی اشباع جائز ہے۔ **قاضی یوسف مرگھے یوسف تخلص۔**

رسول اللہ کے فرزند علی کے لاڈلے دل بند ۔ ہیں زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی جؒ

سواے عروض کے دونوں مصرعوں کے حشوین بھی فاعلان مسبغ واقع ہے۔
بعض شعرا نے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی۔

ازمعیار البلاغت

چمن میں وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیما جو اگر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا میں سنبل پیچ کھائے پابگل شمشاد نرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دو بار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔ محذوف کی مثال۔ ے

ظفر

بتوں پر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے ۔ اُنھیں کی طرز بھاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتوں پر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۔ اُنھی کی طر مفاعیلن ز بھاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۔ مثال مقصود کی۔

کہاں ہیں مہرخ یہ پاس کے گھر نزدیک نزدیک ۔ وَلہٗ ۔ ستارے ہیں یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

حنائی ناخن یا زیر سروقامت یار ‎ ‎ ‎ ‎ پڑے دس پانچ ہین گلبرگ تر نزدیک نزدیک

دونون بیتون مین عروض و ضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونون کا ایک غزل مین جائز ہے جیسا کہ۔

ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین و دل و جان ‎ ‎ ‎ ‎ کوئی صحبت نہین بھاتی خدا مارے کہ چھوڑے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی رائے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے۔

ہزج مثمن ابتر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فع دو بار جیسے

نہ چل شوخی سے کرائے دل خرام آہستہ ‎ ‎ ‎ ‎ نکلتا ہے یہان ناوان کا مرآہستہ

شبکر دون کی ہے ایدل تتبع کرنا ‎ ‎ ‎ ‎ صبا کو دیکھ کیا رکھتی ہے گام آہستہ

تقطیع نہ چل شوخی مفاعیلن مس کرایدل مفاعیلن خرام آہس مفاعیلن تہ فع الخ لفظ فع ابتر ہے۔

ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو بس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر بہادر سنگھ کام بدیوانی کا۔

یہ تھوڑی تو مندے کلائی موڑ توڑ کر ‎ ‎ ‎ ‎ بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑے ندے مفاعلن کلا ئی مو مفاعلن ڑ موڑ کر مفاعلن ؛ بلا ہ تے مفاعلن رسا قیا مفاعلن پلا دو خم مفاعلن نچوڑ کر مفاعلن **فائدہ** مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیسا کہ اوپر زحافون کے بیان مین معلوم ہوا ہوگا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس مین صرف حرف یا ساقط کیا گیا ہے اور اس مین حرف سین گرا کر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہے۔

ہزج مثمن مقبوض سالم مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال اس کی یہ اشعار غالب کے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے — کہ اپنے سائے سے سر پانون سے ہے دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت — فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب — ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

تقطیع عجب نشا مفاعلن ط سے جلا مفاعیلن د کے چلے مفاعلن ہم آگے مفاعیلن کہ اپ ن سا مفاعلن ے سے سر پا مفاعیلن د سے ہ دو مفاعلن قدم آگے مفاعیلن قضا نے تا مفاعلن مجھے چاہا مفاعیلن خراب با مفاعلن د ے الفت مفاعیلن فقط خرا مفاعلن ب لکھا بس مفاعیلن ن چل سکا مفاعلن قلم آگے مفاعیلن قسم جنا مفاعلن زپے آنے مفاعیلن کی مے رکا مفاعلن ت ہے غالب مفاعیلن ہمیش کا مفاعلن ت تے جو مے مفاعیلن ر جان کی مفاعلن قسم آگے مفاعیلن۔ اسکی تقطیع بحر مجتث مثمن مخبون مین بھی ہو سکتی ہے ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار اشتر زحاف ہے اجتماع خرم وقبض سے یعنی حرف اول وتد مجموع و حرف پنجم ساکن کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنالیا۔

انشا

برق شعلہ زن جھلکی ابر بھی خروشان ہے — گرم اس گھڑی ساقی بزم دردنوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن جھلکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن گرم اس فاعلن گھڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن دنوشا ہے مفاعیلن۔

بادی

کیا مضائقہ اس مین ہم بھی گر ہوے رسوا — شوق تھا بڑا ہمکو اپنی خود نمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا — درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

ولہ

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا — بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

نگار

فتنہ خود قیامت تھا تم نے کیون بڑھائی ہے — اور ساتھ محشر کے اک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر وابتدا اشتر ہے اور عروض وضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اشتر ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب مسبغ بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین ہے۔

بتکدے سے ہم اٹھکر اُلٹے پانوٴن گھر آئے	اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے سے اُٹھ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹ پاوٴ گرائے فاعلن مفاعیلن ؛ اپنے نقش پا کو تھا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان ؛ صدر و ابتدا اشتر ہے اور حشوین بھی ایک ایک رکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ؎

وان اشارہ کا ابرو مطلع ہلالی ہے	ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

مغل

خورشید جو نکلا ہے اسوقت یہ لرزان ہو	کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہو گا

تقطیع۔ خورشید مفعول جُ نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول یِ لرزا ہو مفاعیلن ؛ کوٹھے پ مفعول کھڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن ؛ صدر و ابتدا اخرب ہے اور عروض و ضرب سالم اور ایک رکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبد الرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے	ہم تم سے گئے گذرے تم ہمسے گئے گذرے

اور عروض و ضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین ؎

مت پوچھ کہ کس تیغے پرے قرض پیے ہین بند سینے سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق	اک تیغ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے جز داغ کہین اُس کا سوفار نظر مین ہے

میر محمدی بیدار

بے طرح کچھ ادھر کو وہ مست شراب سن یون مہر سے فرمایا اس ماہ نے وقت صبح	کھینچے ہوئے آتا ہے تلوار خدا حافظ ہم جاتے ہین اب بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین اسی قبیل سے ہے بابو غلام محمد طور کی ایک نظم ؎

معبود تھے جب اصنام مفقود تھا حق کا نام		اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا او نچا ہے	

تقطیع معبو د مفعول ت جب اصنام مفاعیلان مفقود مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ؛ اسدم ع مفعول لمے اسلام مفاعیلان تجھ سے ہ مفعول وا او چا ہے مفاعیلن۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دو بار خرب مراد ہے اجماع خرم وکف سے یعنے حرف اول وحرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف رہا یہ وزن ریختہ مین مروج نہین بہر صورت مثال یہ ہے۔

تا عکس رخ یار کو سینے مین رکھے اپنے ہے دل مین اڑانے کی مرے پرزے گریبان کو		آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا ؛ ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا ؛	

صدر وا بتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض وضرب سالم ہین تقطیع تا عکس مفعول رخ یار مفاعیل کو سینے م مفاعیل ر کے اپنے مفاعیلن ؛ آئین مفعول کو اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل س ربطیگا مفاعیلن ان شعرون مین ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔

اپنے تو مجھے زخم کا ہرگز نہین خطرہ ہے		پر ڈر ہے کہین تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہون	

اس شعر مین ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہین اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال۔

طالب

تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے		ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے	

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دلے زار مفاعیل جلا ہے فعولن۔ اگر اس وزن مین ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون نہو گا۔ جیسے۔

احباب تو یون کہتے ہین کچھ چیز تو کھالو		مگر خون جگر جسکی غذا اسکی غذا کیا	

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن۔

یہ دم لیتا ہے اد بر کے کہاں ہنسکے اگرچہ		ہستی سے ہوئے راہ عدم دیکھیے کس وقت	

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ دو بار خرب سے مراد ہی اجتماع خرم و کف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیل اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل گیا اور بعض کہتے ہیں اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہی اسقاط حرف ساکن سبب خفیف ہے جو آخر رکن میں ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیل سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال۔

عشقی

تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہ ہی بال | آئینے میں جچا لا ہے نہیں اُسکی گل تر ناف

تقطیع۔ تو جسکو مفعول کمر سمج مفاعیل ہ شیشے م مفاعیل وہی بال مفاعیل۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوے پان سے جب سرخ | عالم نے کہا چشمۂ حیوان میں لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہے کوئی ذکر | ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب ویب

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

میر درد

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا | حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھوں سے سروکار رہے گا | بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمؤلفہ

کیوں کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا | بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چرچا

ولہ

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہی سب سے | یہ گنبد دوار نہیں یار کسی کا

ولہ

ای چارہ گرد کرتے ہو تدبیر دوا کیا | باقی تن رنجور میں اب میر رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہوں یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزون نہوگا جیسے اس شعر میں

قائم

بیٹھا ہو مجھے آ کہیں کوئی اُسکی کہ ناگاہ	لیجائے نہ گھر سے کہیں باہر تپش دل

صدر و ابتدا اخرب ہے ہر اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف۔

انشا

ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ کہکر گئے آتا ہون کوئی دم مین ہین تم پاس	جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم اچھا پھر دے چلے کل کی طرح سے مجھکو دم اچھا

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیل مفاعیل کی جگہ مفاعیلن مفعول آجائے تو درست ہے مثال۔

لمؤلفہ

شیدا نہیں ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے	مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعولن تقطیع یون ہے مے آپ مفعول ہ مجنو ہو مفاعیلن مے آپ مفعول ہ لیلا فعولن صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے۔

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دو بار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم و ہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علی خان اسیر کہتے ہین۔ ؎

کیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان	ہر دل کو حکیم یہ سخن ہے مقبول

تقطیع کا خوب مفعول چپاہ وا مفاعلن سطی کا دی مفاعیلن وان فاع ؛ ہر دل ک مفعول حکیم یہ مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع ؛

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیلُ فعل دو بار مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہے۔

ہزج مثمن اخرب اہتم۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول دو بار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم۔ مثال ہر دو وزن

حکیم

ابو میاں جس وقت مجھسے ہاتف نے کہی	تاریخ چھپا دیوان فضل رسول

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فَعُلُ اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول تقطیع ہر دو مصرع پوچھا جس مفعولن وقت مج فاعلن س ہاتف اِ ن مفاعیل کہی فعل تاریخ مفعول چپا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول۔

ہزج مُسَدَّس سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی یہ ہے۔

مؤلفہ

کیا کیون زلف کو قربان ٹکڑے پر وہ اُلٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے	بلائین گر صنم لیتے تو ہم لیتے جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے

تقطیع۔ کیا کو زل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن ٹکڑے پر مفاعیلن الخ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہ گیا مثال اسکی۔

طالب

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم	ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم

تقطیع روان ہ مفاعلن رگرس جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن۔

لمؤلفہ

کہو تو یہ شب کو تم رہے کہان	سحر تلک پڑا رہا مین نیم جان

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دو بار مثال۔

میر ممنون

نہین دیتی دکھائی صورت زیست	غضب صورت ہون آیا دیکھکر آج

عروض و ضرب مقصور ہین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن د کائی صو مفاعیلن رتے زیست مفاعیل اسی وزن مین ہے یہ شعر آتش کا۔

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول	نبی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر مفاعیلن مفاعیلن فعولن دو بار مثال۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے کہے کیا ہائے زخم دل ہمارا	تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا دہن پایا لب گویا نہ پایا

مؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا — بھروسا ہے نہین یان اک نفس کا
ہوس باقی رہی دل مین نہ کوئی — مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا — کہ یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سب شعرون مین عروض و ضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گرا دیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض و ضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہو سکتا ہے مثال اسکی۔

صدق

بدقت اشک اب نکلے ہے شاید — ہوا آنکھون مین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن بسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہے آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین — ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین

تقطیع کہتا ہ مفعول ک اب ن کے مفاعلن چ تو آ ہین مفاعیلان الخ اس وزن مین زحاف بھی بدل جاتے ہین یعنے صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہوجاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے۔

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین — اٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹھا و مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اٹھ ٹا یہ مفعولن درد دل فاعلن کہ کھینچی آہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو منھ نہ دکھلاؤن — اک کھینچ کے آہ سرد مرجاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان — مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نہ کرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہ سکتے ہین مسبغ کی

مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہیں مجھپہ کرچکے بیداد — اللہ سے ہے بتوں سے مجھے فریاد

تقطیع۔ کاکان مفعول ہ مج پ کر مفاعلن چکے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ مفعول مفاعلن مفاعلن دوبار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے — وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے ؛

تقطیع گل پُول مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جڑ گئے مفاعلن ؛ وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر میں جھڑ گئے اور بگڑ گئے میں ہمزۂ مکسور کو ساقط کرکے صرف کاف فارسی کو مفتوح اور یاے تحتانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنون میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و تکلف سے خالی نہیں اور ہمنے جس وزن کی مثال میں وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن دوبار مثال ؎

کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے — کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن ؛ کا فا ءمفعول د جی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عروض و ضرب مسبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہی۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول مفاعیل مفاعیل دربار ؎

جب تک ہے جہان میں گل و گلزار — یارب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع۔ جب تک ہ مفعول جہاں مے گ مفاعیل ل گلزار مفاعیل ؛ یارب ر مفعول ہ وہ گوش مفاعیل ء دستار مفاعیل ؛

مثال دیگر

حاصل نہوا یار کا پابوس — افسوس صد افسوس صد افسوس

منھ زرد ہے کلے بھی ہوئے خشک — بیماری فرقت نے لیا چوس

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دوبار مثال۔

کیا پوچھے ہے حال بلبلون کا — (محمد شاکر) جو اپنے گذرنی ہے گذرلے

گل چین تجھے کیا تری بلا سے — گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صبح کا بیان ہے | تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضاوِ مفعول ہے صبح کا مفاعلن بیاں ہے فعولن ؛ تفسیرِ مفعول کتاب آ مفاعلن سماں ہے فعولن

لمولفہٗ

اے خانہ خراب یہ خرابی | دیکھ آپ کو اے دل اور سنبھل کچھ
یکساں نہیں دور چرخ ازلی | خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دو بار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف | والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خاں حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون | نرگس کا پھرا ہے یوں مرے کون

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر مفعولن فاعلن فعولن دو بار خرم سے مراد ہی اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہی فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے۔

نعیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر | آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ؛ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پر آئی فعولن۔

انشا

گویا خرطوم اژدہا تھی | صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

صبح کاذب کو دن نہ جانو | ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دو بار۔

انشا

جنجل پیاری تھی مادہ فیل ایک | جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع جنجل پا مفعولن ریت ما فاعلن دہ فیل ایک مفاعیل ؛ جس پر ہو مفعولن جائے غش فاعلن

بدونیک مفاعیل **فائدہ** یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیئے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے۔ **ناظم** ۔

پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف۔

انشا

خاطر مستون کی جس سے ہو جمع	روشن وہ کرے مرادی کی شمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔

احسن کاکوروی

تجھ سے دشمن کو دوست جانا	دل نے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن
خالِ ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
جی بھی نکلا تو وائے حسرت	نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
احسن کیون چپ ہو دل کی ہر بات	کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر و ابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دوبار مثال۔ ہ

آج ہے یار سے جدائی	پھر بلا سر پر اپنے آئی

تقطیع۔ آج ہے فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن ٭ پھر بلا فاعلن سر پر اپ فاعلن ن آئی فعولن ٭ صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب محذوف۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دوبار مثال۔ ہ

بادہ ایسا کہ ہو اولوالعزم
جس پہ للچائے زاہد خشک
جسکو بیکر سنواردن اک بزم
جس سے شرمائے نافۂ مشک

صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب مقصور **فائدہ** عروض و ضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس وزن پر نہایت موثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہان پر درج کرتے ہین۔ ؎

سجن جگنے کی باری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے
عجب سُدھ بدھ بساری ہے
سجن من بول بھاری ہے

فرمان علی سوجان پوری

ہلال عید جان افزا
دکھائی دے گیا ہر جا
جہان مین غلغلہ اٹھا
کہ روز عید ہست امروز

جوان و پیر گاتے ہین
نہین پھولے سماتے ہین
نقاب غم اٹھاتے ہین
کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے ایک اخبار مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے۔

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دو بار مثال۔

لمولفہٖ

دل و جگر کو چھین کر
ہمارے حال زار سے
وہ بے وفا گیا کدھر
اُسے ذرا نہین خبر

تقطیع دلوجگر مفاعلن کچھین کر مفاعلن وہ بے وفا مفاعلن گیا کدر مفاعلن۔

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دو بار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفےٰ اسی وزن پر ہے ؎

ہنگامۂ ہستی کو
ہر خشک و تر عالم
گر غور سے دیکھو تم
صنعت کے تلاطم مین

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دو بار گستن پرشاد شاد

کہتے ہین۔ ؎

آیا ہون وطن سے
ہان آہ خبردار
برخاست ہوئی شمع
آنسو ہین کہ موتی
مُردے کو سروکار
لیکر مرے دل کو

ناشاد دکن سے
نکلے نہ دہن سے
دنیا کی لگن سے
آئے ہین عدن سے
ہے گور و کفن سے
رکھیے گا جتن سے

فرزند کا غم آہ
بُلبُل گئی اُڑ کر
ہے مجھکو شکایت
اس عشق کو پوچھو
منصور کو ہے کام
واقف ہے تو اے شاد

لایا ہے وطن سے
افسوس چمن سے
اس چرخ کہن سے
تل اور دہن سے
ہان دار و رسن سے
کیا شعر کے فن سے

(٣) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار رمل بفتح رائے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور بویہ چلنے کے معنے مین ہے چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور وتد رسی کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین۔ ؎

گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے

کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے

بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعرائے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحائے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہو جاتا ہے۔ غرائب الجمل کا یہ مصرع اسی وزن مین ہے ؎ نونہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون + **تقطیع** نونہالے فاعلاتن گلشن شا فاعلاتن ہی گرامی فاعلاتن ہین یہ دونون فاعلاتن۔

دیگر

تاب پرآتا نہین مطلق دل بے تاب جو اب
خانہ جنگی کی تری شہرت مچی ہے اس قدر

پیچ کیا کھانے لگین زلفین تمھاری اندنون مین
شہر کے بھی پاس وحشت سے ہے شمشیر طلائی

دی بیان غم نے میرے کوہ کو یان تک گداز	آخرش اُس سُن کے رشک آبگینہ ہو گیا وہ		
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے اب	اے پری جوش جنون مین کچھ تو زیور چاہیے ہے		

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین زحاف آتے ہین۔ خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیر ے سینے کو شق تیکجے دل دلگیر کو	یہ ہی دو جا گہ ہے اور کیا کھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیرے سی فاعلاتن نے کُ شق کی فاعلاتن جے دے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن ؛
یے ہ دو جا فاعلاتن گاہ اُر کا فاعلاتن کا گیا مین فاعلاتن تیر کو فاعلن ؛

جرأت

کیا غضب ہے اُسکی تو مرضی ہے اُسکو ٹالدو	اور مین کہتا ہون کوئی یا نون اُسکے ڈالدو

قلندر

قصد خونریزی کا گر دل مین ترے ایجان ہے	تیغ کرے تیز کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

لمؤلفہ

کردیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کر ناز سے	بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے	واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب جان حزین کے واسطے	منت منع کھینچے کیون سنگین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوبار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر اور اسکا ماقبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال۔

قدرت

جرم پر تیری محبت کے ہمین کرتے ہین قتل ۔ حفظ جان کے واسطے گر کیجیے انکار حیف

امانت

نقش پا سے ہے خجل حسن و جمال آفتاب ۔ یار کے منھ پر چڑھے کب ہی مجال آفتاب

لمؤلفہ

کوئی تو میخوار یان ڈوبا ہے ای دریای حسن ۔ پھوڑتے ہین سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کر سکتے ہین مثال ۔

اقبال

اس چمن مین مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت ۔ آہ یہ گلشن نہین ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُن مین یا ہوا یہ انقلاب ۔ پھرتے ہین آنکھون مین ہر دم کوچہ ہائے لکھنؤ

لمؤلفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری مین مدام ۔ عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم
اسقدر اجلاف سے ہی گردش ایام ساز ۔ خان دوران زمان ہر اک کمینہ ہو گیا

سب شعرون مین عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے ۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو اُمید دوستی ۔ روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع
بیٹھنے دیکھا نہین ہرگز کسی نے ایک دم ۔ گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافرخانہ شمع

امیر مینائی

کہہ د رضوان سے یہی جل پھول سبزہ وان بھی ہے ۔ اور کیا جنت مین رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

یار محمد خان شوکت

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا ۔ بے تامل منھ سے نکلا ہائے لطف کوے دوست

حضرت ظفر علیہ الرحمۃ نے بحر رمل کو مثمن بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے ۔ ع

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار ۔ خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف ۔

رمل مثمن مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا گر کر بجاے فاعلاتن فعلاتن رہگیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ اسکا ہر رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا بہتر ہے کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے تخمس کا بند حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

گنہ و جرم یہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی
ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
ہمہ را غیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی
ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گنہ و جر فعلاتن م یہ بی کر فعلاتن تا ہ تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند
کرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند
کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اُسے چند
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش روز رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی دائرے مین نہین مین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پاے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین دراصل سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مجنون کو علیحدہ علیحدہ بحر قرار دیا ہے یہ اُنکی راے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال۔

مین شہید لب لعین کا ہون ہمدم مرے خون سے
ہمسا جانا بھی ہر کوئی بشر دیکھین تو جانان
سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی سی رونق
رکھدے اُس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان۔ بسکون عین دوبار بسبب خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیث سے مراد یہ ہے کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دینا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکے

ما قبل کو ساکن کر دینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن میں خبن کر کے پھر وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دینا پس فاعلاتن سے فاعلاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے نون گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین شعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو شعث مقصور نہیں کہ سکتے اسلیے کہ یہان خبن لازم ہے پس فعلاتن مجنون کو مسکن و مقصور کیا ہے۔ مثال۔

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک
وہی دل ہر کہ ہوا تیغ قضا سے صد چاک

تقطیع یہِ ہ دل ہے فعلاتن کہ ہوا تا فعلاتن ن کبھی بی فعلاتن غمناک فعلان ؛ وہ دل ہر فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صد چاک فعلان ؛

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز
کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

رمل مثمن مجنون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دوبار

غالب

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم
کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ ہ بے را فعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان ؛ کشش دم فعلاتن ن ہ بے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن ثقیل فعلان ؛

رمل مثمن مجنون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہان فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مجنون محذوف مسکن کہین فعلاتن مجنون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہو گیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ابکی سنبھل جاؤن گا
تو مین دو چار برس کو کہین ٹل جاؤن گا

عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہین۔

رمل مثمن مجنون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دوبار

فعلن مجنون محذوف ہے مثال۔

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا | عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوور فعلاتن م ب کھٹکا فعلاتن نرہا فعلن عجب آ فعلاتن رام دیا بے فعلاتن پر بالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنور سین مضطر

خلل انداز وفا کو نہ غم ناز ہوا | جو جواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنون کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہووے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مجنون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھا گیا اپنے زلبس قتل کا ایما ہم کو | بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا ہمکو

لمؤلفہ

یاد مین ہاے نگارین کے ترے اے گلرو | جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر و ابتدا ساکن ہے اور عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شبراتی طالب

قاصد اُسنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام | دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا۔

صدر و ابتدا ساکن ہے اور عروض مجنون مسکن مقصور اور ضرب مجنون محذوف۔

داغ

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہوا | نہ ہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض و ضرب مجنون محذوف۔

منو لال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین | کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مجنون مسکن مقصور۔

ناسخ

گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج | کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض مخبون مسکن مقصور ہی اور ضرب مخبون مقصور ہی۔

لمؤلفہ

نور رخ زلف سے چمکا تو جھکے سجدے کو | لیلۃ القدر سمجھ کر در و دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مخبون محذوف مسکن اور ضرب مخبون مقصور۔
یہ بھی ہو سکتا ہی کہ حشو مین مفعولن بجاے فعلاتن لایا جاے مثال اسکی۔

انشا

کیا فقط آنکھ کے بچھاونے کے لیے اے انشا | اپنی مٹھی مین ہر اک غنچۂ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اَپنِ مُٹ ٹی فاعلاتن م ہر اک غن فعلاتن چہ زر لے مفعولن تا ہے فعلن۔

ولہ

اردلی کے جو گرانڈیل ہین ہونگے سب جمع | کرنا پھونکے گا جسوقت کہ آسکھ درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یون ہے کرن پوکے فاعلاتن گا جس وق مفعولن ت ک آ آسک فعلاتن درشن فعلن۔

منیر

گل فشان ہو گئے یون عیسوی ہجری سال | خلد روح افزا مضمون و چمن بیر النظم

دوسرے مصرع کے حشو مین مفعولن واقع ہے۔ جبکہ حشو مین بجاے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور اساتذہ نے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہہ سکتے ہین کہ بیچارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہین ہوئی بلکہ جن لوگون نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اسلیے اس شعر کو۔ سہ

اس پہ راضی ہو تو قرآن اٹھا لاؤن مین | رکھ تو اے مصحف رو ہاتھ قسم کھاؤن مین

ایک صاحب نے اپنے رسالے مین جرح کرکے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اٹھا کر لکھدیا ہی کہ ان مین اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہین کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجاے تو کیا مضائقہ ہے اُنکو چاہیے کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی مین بھی غلطی نکالین۔ سہ

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد | وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

تقطیع شعر امانت اس پہ راضی فاعلاتن ہ ت فر آ فعلاتن ن اُٹھا لا فعلاتن او ین فعلان ۃ رک ے اے مُص فاعلاتن حَف رُ و ہا مفعولن ت قسم کا فعلاتن او ین فعلان ۃ تقطیع بیت فارسی زر بدہ مر فاعلاتن دسپاہی فعلاتن را تا سر مفعولن بدہد فعلن ۃ وگرش زر فعلاتن ندہی سر فعلاتن بنہد در فعلاتن عالم فعلن ۔

وزن رمل مثمن مخبون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہے اور بسبب طوالت کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہین لیکن اُردو مین کم مستعمل ہے ۔ قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہے ۔ س ۵

یہ سحر کیسی ہے پر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل جھمکتا ہے چمن نور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار
کیا جھمکڑے سے چلی آتی ہے سرمست ادا مائل شوخی و حیا نکہت گل دست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے نکہین پانہ لگے گرد ز مین ہاتھ مین پھولون کے ہے دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مخبون ہے اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر و ابتدا دونون سالم ہین اور عروض وضرب دونون شعر کا مخبون مقصور اور حشو مخبون ہے ۔

رمل مثمن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار شکل مراد ہے اجتماع خبن و کف سے بسبب خبن کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال ۔

انشا

چلے تجھ حرم کو رہ مین ہوا اک صنم پہ عاشق
نہ ہوا ثواب حاصل یہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چلے تجھ حرم ک رہ مے فعلات فاعلاتن ہوا اک صن فعلات نم پہ عاشق فاعلاتن ۃ نہ ہوا ث فعلات واب حاصل فاعلاتن یہ لیا ع فعلات ذاب الٹا فاعلاتن ۔

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا
ہوا اور مضطر اُسنے جو دور انقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک سالم ہے ۔ اور عروض وضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے ۔

بندرابن راقم

مری بد شرابیوں گی کرین توبہ مے گساران
ہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر وابتدا مشکول ہے اور عروض وضرب مسبغ ہے اور حشو مین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے تقطیع مری بدش فعلات رابیوے فاعلاتن کرتوب فعلات مے گساران فاعلیان ہِ وہ عَ فعلات مل کہ ہووے فاعلاتن سببے ن فعلات جات، یاران فاعلیان۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان
غضب اور تسپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جائے بہرصورت مسبغ کی مثال یہ ہے۔ ؎

امیر

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ
یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہے اور ضرب سالم۔

رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال۔

قتل عالم کر چکا غمزہ تو بولے
کیا کیا اے خانمان برباد تو نے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کر چکا غم فاعلاتن زہ تُ بولے فاعلاتن ؛ کا کیا اے فاعلاتن خان ما برفاعلاتن باد تو نے فاعلاتن ؛ اور عروض وضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لا سکتے ہین جیسے۔ ؎

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان
کس کے آگے سے ہوا ہے گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہو سکتی ہے۔ ؎

جب بڑون سے مار نا ہموار کھائین
کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

تقطیع۔ جب بڑون سے فاعلاتن مار نا ہم فاعلاتن وار کھائین فاعلیان ؛ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ؛ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آئیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ ؎

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگ
اور یان دل پر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ

رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار۔

ناسخ

ہے یہان کسکو شب فرقت مین ہوش
ہو چلی ہوگی ہزار دن بار صبح

تقطیع ہے یہاکس فاعلاتن کو شبے فرقا فاعلاتن قت م ہوش فاعلان ؛ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزار د فاعلاتن بار صبح فاعلان -

لمؤلفہ

طاق ابرو پر نہین اُس بُت کے خال
خانۂ حق مین موذن ہے بلال

رمل مسدس محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار مثال -

خواجہ وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر
بولا ان مرغون کا ڈربہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی اب تو آؤ سامنے
صلح مین ہمسے بہت پردہ کیا

لمؤلفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو
ان بتون کا یہی ایدل کام ہے
چشم کے خس خانے مین رہ برق وش
سرد تر ہے خطۂ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب
آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض وضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے -

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق
یہ صدا آئی لب سوفار سے

لمؤلفہ

پانون کیون پڑتی ہے میرے باربار
کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار مثال

تجھے عاشق کی بھی اے یار خبر ہے
کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تج عاشق فعلاتن کِ بِ اے یا فعلاتن رخبر ہے فعلاتن ؛ کہ ترے وا فعلاتن سطِ وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن -

رمل مسدس مخبون مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دو بار مثال ــہ

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز
کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز

صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبغ۔

رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دو بار۔

شہید

کبھی آنکھوں پہ بٹھا لیتی تھی	کبھی سینے سے لگا لیتی تھی

تقطیع کبِ آ آنکو فعلاتن پہ بٹھالے فعلاتن تی تی فعلن الخ۔

مومن

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا	کہ مجھے چارہ گری نے مارا

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دو بار۔

شہید

در و دیوار سے آتی تھی صدا	کہ حلیمہ یہ ہوا فضل خدا

تقطیع۔ درُ دُ یوا۔ فعلاتن رس آ آ تی فعلاتن تہ صدا فعلن۔

مومن

خفگی پھر کسی صورت نہ گئی ؛	نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی ؛

رمل مسدس مخبون مقصور۔ فعلاتن فعلاتن فعلان۔

رمل مسدس مخبون مشعث مقصور یا مخبون مسکن مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان اول مین فعلان عین کے کسرے سے ہے اور دوم مین سکون سے مثال دونون کی

مومن

سر مجنون پہ کبھی تو ہے مشہور	کہ ہوا ناقۂ لیلے کا عبور ؛

ایضاً

کسی کے لب پہ مین مر جاتا کاش	کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

دونون شعرون کے پہلے مصرعے دوسرے وزن کی مثال ہین اور دوسرے مصرعے پہلے کی
ان اوزان کے صدر و ابتدا مین بجاے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرأت

ناصحو آپ مین جرأت نہ رہا	اب مجھے اُسے سمجھایئے گا

خواجہ وزیر

سر مرا کاٹ کے پچتائیے گا	کسکی پھر جھوٹی کھائیے گا

دونون شعرون مین صدر وابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض وضرب مخبون محذوف ہے۔

مصحفی

شیشۂ مے کی طرح ای ساقی	جھیڑ و مت کہ بھرے بیٹھے ہین

ولہ

تم ذرا چشم نمائی کر دو	شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین

دونون شعرون مین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر وابتدا سالم ہین

غالب

اہل تدبیر کی واماندگیان	آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

صدر وابتدا سالم اور عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے۔

لمولفہ

دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین	جان پر اپنی جفا کرتے ہین

اس شعر مین عروض وضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور۔

راغب

منھ دوپٹے سے چھپایا اُسنے	دل کو پردے مین لبھایا اُسنے

لمولفہ

شوق ہو جسکو گلون سے بلبل	دیکھ لے آکے بہار عارض

ان دونون شعرون مین بھی عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہین۔

کشن پرشاد شاد

ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد	کس سے مین جاکے کرون اب فریاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دن دہاڑے مین لٹی ای لوگو	آسمان نے کیا مجھکو برباد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دے گیا داغ مرا لخت جگر	مرا پیارا مرا آصف پر شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل مین وہ رہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
ابتو وہ دام الم مین ہے اسیر	کہین اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جرأت

پردہ مت منھ سے اٹھا نا یکبار	مجھ مین اوسان نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور یہ جی اس تن مین	کسی عنوان نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	اتنا حیران نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر مین مخبون مسکن مقصور ہے اور باقی مین عروض اور سب مین ضرب مخبون محذوف مسکن ہے ہمنے ان تمام شعرون مین نون غنہ کو علحدہ حرف ساکن نہین مانا ہے اگر ضرورۃ حشو مین بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو تو بھی درست ہے مثال اسکی۔

اودھر آ او جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا

تقطیع اِدَر آ اُو فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعلن ٭ بس ن اِتنا فاعلاتن بی عاشق مفعولن ک کڑا فعلن ٭

رمل مربع سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال ؎

ریخ اٹھا کر دل پھنسا کر	جا ملا دشمن سے دلبر
ناصحا مت کر نصیحت ٭	ہو گیا دل مثل پتھر
ٹالتا ہے بات کو وہ	دیدہ و دانستہ سنگر

بر وزن فاعلاتن فاعلاتن۔

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دو بار مثال۔

ظفر

بوسۂ رُخ دو ہمین	دل ہم اپنا دین تمھین
درد دل اپنا صنم	کیون نہ ہم تم سے کہین
چپ رہا جاتا نہین	کب تلک چپکے رہین
وہ عبث ہین کوستے	آئے ہین کیونکر مرین
اس غزل پر سب ظفر	آفرین تجھکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علیحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیسا کہ محقق طوسی کا مذہب ہے مقصود کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین۔

شاد وزیر اعظم حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف	کیا کہون مین کیا کیا۔
اس نے صد ہا گھر کو آہ	دم مین ویران کر دیا
باپ سے بیٹے کو حیف	کر دیا اُس نے جُدا
باپ کا بیٹے کو رنج	اُس ستمگر نے دیا
دے گا وہ دل کی مراد	کر دعا صبح و مسا
کیسی شادی کیسا رنج	ہونا جو تھا ہو گیا

رمل مربع مخبون۔ فعلاتن فعلاتن دُو بار۔

انشا

اری موئی اِدھر آ تو	کہ سکھائے ہنر آ تو
مرے دل کی بھی خبر ہے	تجھے اے بیخبر آ تو

پہلے رُکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً۔

ولہ

مار یے کیا ہی کود کے	جاوے اپنے جو گھر آ تو

ولہ

ہو جہان خوش وہین جاؤ	چٹکیون مین نہ اُڑاؤ

اگ دل مین نہ لگاؤ		بس نہ انشا کو کڑھاو	

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر وابتدا مین رکن سالم ومخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

رہ گئی دیکھ انھین کل کوئی کمبخت نہ ہو گی		پکڑا اپنا جگر آتو کہین تجھ سی کڑا آتو	

ولہ

ادھر آؤ نہ ستاؤ		پاس اپنے نہ بلاؤ	

ولہ

کیجیے کیا ہی اندین کیا ہوگر انشا تجھے ہان		دیوے چھٹی اگر آتو دیکھ لے بھر نظر آتو	

رمل مربع مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلان بسکون عین دو بار یہ تمکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی راے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی سے

نازست کرامے سرد		لعبت چوب ہے تو	

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فاعلاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا۔

رمل مربع مشکول فعلات فاعلاتن دو بار مولوی محمد اسمٰعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ سے

وہ غریب کھیت والے کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی کہین گھر رہا ہے خرمن یون ہی شام سے سحر تک		وہ اُمید وار دہقان کہین کھیت کٹ رہا ہے نہین آنکھ اُن کی جھپکی ہین تمام رات جاگے	

یہ چارون شعر اس وزن پر ہین فعلات فاعلاتن دو بار اور آخر مین فاعلیان بھی درست ہے جیسے حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی کی نظم غیر مقفے مین۔

اے خداے پاک وبرتر		مرے ملک کو عطا کر	

وہ بہشت حریت تو

نہ جہان ہو خوف دل کو — رہین سر فرازاحرار
نہ جہان ہو پارہ پارہ — یہ وسیع ربع مسکون

یہ تفرق و تقسم

جہان ہو طلب نہ عاجز — بڑھے دست شوق اُس کا

طرف کلام بہم

اے خدائے جل و اکبر — وہ بہشت حریت دے
کہ جہان فنا کا صحرا — نہ سکھا سکے وہ دریا

جو ہے چشمۂ تعقل

جہان میرے سارے کامون — جہان میرے سب خیالون

مین فقط تو اہی ہو رہبر

(۳) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار رجز بفتح راے مہملہ و فتح جیم و سکون زاے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکۂ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اسکے چوتڑون مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحاے فارس و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعراے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مثنے بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعراے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ؎

نو شد جہان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہے جس مین دو مصرع نہین اور موحد اسی

بحر سے مخصوص ہے اور بحر موحد نہین ہوتی اور سوائے خبن وطے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن طے۔ قطع۔ اذالہ۔ ترفیل۔

مومن خان

دن رات فکر جور مین یون رنج اٹھانا کب تلک
مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دن رات فک مستفعلن رے جور مے مستفعلن یو رج اٹھا مستفعلن ناکب تلک مستفعلن مے بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے
یہ فکر اور منھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا

اور رکن سالم کے مقابل رکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے۔

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف
جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف
کرتے ہین دونون روز و شب آ کر ترے در کا طواف
ای قبلۂ روشن دلان ای کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہوسکے اے خسرو والا نگاہ
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہی فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ
فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ
بدخواہ ہو تیرا سدا رنج و الم مین مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعون کے عروض وضرب مذال ہین۔ اسی طرح حالی کے قول مین۔

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہی یوم الحساب
دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیون کا وان جواب

اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علیحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان نا مذغیر غنہ ہے اور اس صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس مین کوئی مضائقہ نہین ایک جگہ رکن سالم دوسری جگہ مذال بھی درست ہے مثال۔

کشن پرشاد شاد

اُسنے کہا کیا کام ہے مین نے کہا ہر وقت دید
اُسنے کہا کیا شغل ہے مین نے کہا سودا تیرا

اُسنے کہا وہ کون تھا خلوت مین خواہان وصال
مین نے کہا یہ شاد ہے عاشق ترا شیدا تیرا

امیر مینائی

پیری مین اے زاہد نہین یہ تیرے گیسوے سفید
ہین دوش پر یہ دو کفن اک اس طرف اک اُس طرف

حالی

یان تک تمھاری ہجو کے گائے گئے دنیا مین گیت
تمکو بھی ہے دنیا کی گھن کا آگیا آخر یقین

تمام اشعار مین ارکان عروض مذال ہین اور ارکان ضرب سالم برعکس کی مثال۔

مولوی محمد حسن علمی بریلوی

مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر
پرحیف جلدی چلدیا ماہ مبارک الوداع

اب کوچ ہی پیش نظر آنکھون مین اشک آتے ہین بھر
کرتا ہے دل آہ و بکا ماہ مبارک الوداع

گر زیست ہی پھر پائینگے ورنہ بہت پچھتائین گے
تو اب تو رخصت ہو چلا ماہ مبارک الوداع

رخصت سے ہی دلبر الم فرقت سے جانپر سخت غم
شدت سے ہے رنج و عنا ماہ مبارک الوداع

بلکہ اشباع درمیان مصاریع مین بھی جائز ہے جیسے داغ کے قول مین۔

ہے عید کا سامان دو چند آئینہ ہون پست و بلند
کر صاف اے باد صبا صحن زمین سطح فلک

مطلع بمضمون وسیع اک لکھون باشان رفیع
جسپر ہون شیدا و فدا صحن زمین سطح فلک

اُستاد عبد الواسع جبلی نے رجز مثمن کو دو چند بھی استعمال کیا ہی اور قصیدہ مسجع لکھا ہی اگرچہ ریختہ مین مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین ؎

آئی بہار اب ہر چمن ہی بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
زاہد سے کہدو یہ سخن ہی فصل گل توبہ شکن گر چاہے عیش جان و تن میخوار و نکا سیکھے چلن

آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہی صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار ہے اُسے کہتے ہین کہ اُن دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرادینا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی رہا اس کو مفتعلن سے بدل لیا مثال اُسکی ؎

خواب مین اک بوسہ رنگ کف پا ہاتھ لگا
رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہین **تقطیع** خاب مر اک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن اسی طرح دوسرا مصرع ہے۔

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار۔ ترفیل اسے کہتے ہین کہ آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کردینا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہی تن بڑھایا تو مفتعلن تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی — تخت ترا ہے تا بہ ثرے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر — فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرے
جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر — ہو ہو دوا ے دیدۂ شپر مہر ضیاے حیرت حربا
تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری — باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ؛ تخت ترا ہے مفتعلاتن تا بہ ثرے ار مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثریا مفتعلاتن ؛ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہو کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہوجائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہے کہ اس وزن کو اسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے۔ مثال۔

اوسی

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو — مین ہون غزل سرا وہان بلبل زار ہو نہ ہو

تقطیع باغ م گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہار مفتعلن۔ ہو نہ ہو مفاعلن اسیطرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے۔

لمؤلفہ

آؤ نہ تم تو تمھی خستہ جگر کو لو بلا — کوئی تو بات مان لو یہ نہ سہی تو یہ سہی
ساقی بادہ کش سے کہہ دو دے ہمین بھی جام مے — کیونکہ تنگ ہین بہت نشہ کے اب خمار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال۔

ذوق

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یون باز	چھوڑدین شرک پوجنا آتش و آب و خاک باد

تقطیع۔ تاک یہ گب مفتعلن / ر ا ر ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یون باز مفاعلان ٭ چوڑد شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آ اتش آ مفتعلن خاک باد مفاعلان ٭ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی مین عروض وضرب مخبون مذال واقع ہوئے ہین یعنی مفاعلن مخبون مین بسبب ذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے

غالب

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی		سنکے ستم ظریف نے مجھکو اُٹھا دیا کہ یون
کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ کیا ہی بہم یہ ہوگئے	انشا	ایک یہ ایک مہربان آتش و باد و آب و خاک
جان پڑی غشی مین ہے ایسی کشاکشی مین ہے		کیا کرین ہائے بے زبان آتش و باد و آب و خاک

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوئے ہین

رجز مثمن **مخبون مطوی** یعنے رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو مؤخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعراے ریختہ نے اسکو استعمال نہین کیا بہر نہج یہ شعر اس وزن پر ہے۔

جو اُٹھ گیا رشک پری دکھا مجھے اپنی ادا	تو کیا کہون میرے وہین حواس سے جاتے رہے

تقطیع۔ ج اُٹھ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن و کا مجے مفاعلن اپن ادا مفتعلن ٭ تو کا کہو مفاعلن میرو ہی مفتعلن حواس سے مفاعلن جات رہے مفتعلن۔

رجز مسدس **سالم** مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔

ہمکو ملا جو لطف کوے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا

رجز مسدس **مطوی** مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب اس سے گلہ لطف ہے	جو نہ سُنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع **سالم**۔ مستفعلن مستفعلن دو بار۔

واجد علی شاہ اختر

اس عشق نے رسوا کیا	مین کیا بتاؤن کیا کیا
آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا

رجز مربع مطوی مخبون۔ مفتعلن مفاعلن دو بار عروض وضرب مین مخبون مذال یعنی مفاعلان بھی

درست ہے۔ کنور حامد علی خان ناشاد کہتے ہین ؎

صبح نسیم کی بہار		ساتھ لے آئی بوے یار	
ہوش وحواس پھر کہان		دل کو قرار پھر کہان ہے	

اس بحر مین شعراے عرب یسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعراے فارسی و درخیال بندان ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دوبار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستعمل ہے اسلئے اسکو کامل کہتے ہین مثال۔

رفیق

رہ عشق کے کج وپیچ مین جو رفیق تھے سو جدا ہوے	مگر ایک نالہ وآہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج وپیچ مے متفاعلن ج رفیق تے متفاعلن س جدا ہوے متفاعلن مگر یک نا متفاعلن لہ وآہ کو متفاعلن مردم س ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن۔

نعیم

ہمین یہ اُمید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اُڑے جابجا	ترے دربدر کے پھرانے کو بھلا کیا مرا ہی غبار تھا

شیخ مدار ی

وہ ابھی ہی تو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ آئنے سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہی کہ خواب مین مجھے شکل آکے دکھا گئے	کبھی نیند برسون مین آئی تھی سو اسی بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہے جیسا کہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین۔

علی اصغر ابھی تھا جان بلب عبث اُسکو مارا لعین نے تیر	
	وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہین۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی و ریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الا شاذ و نادر بعض بعض شعرا نے طبع آزمائی کی ہے مگر ایک دو بیت اسے

زیادہ نہین اسکے زحافون مین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تو رجز کی طرف رجوع کر جائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین۔

کامل مثمن مضمر ۔ متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دو بار اضمار سے تاے متفاعلن کا ساکن کرنا مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اُسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال۔

طالب

نہوئی کبھی مجھ سے خطا نہو اکرو مجھپر خفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب **تقطیع** ۔ نہُئی کبی متفاعلن مج سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مج پر خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہوگا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دو بار بہر نج بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خوبرو کو جو دیکھ لے یہ مجال کیا ہے حور کی	کہ وہ سیمتن نام خدا تصویر ہے ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ ج ویک لے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہے حور کی مستفعلن کہ وُ سیمتن متفاعلن نامے خدا مستفعلن تصویر ہے مستفعلن ڈں نور کی متفاعلن۔

ضامن

ہے مکان اپنا لامکان سو نشان اپنا ہے بے نشان	لب ضامن آگے کیا بیان کہ خرد بھی وانپہ دھری ہی

تقطیع ہُ مکان آپ متفاعلن نا لامکا مستفعلن سُ نشان آپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم ہین

حامد علی رضوی بیتاب

حامد علی بینوا کے گناہ بخشدے ای خدا	بطفیل احمد مجتبے تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن متفاعلن متفاعلن۔

کامل مسدس مضمر مذال ۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان دو بار مثال۔

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار	یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار

تقطیع ترِ ہجر سے متفاعلن آ ای ہ لب مستفعلن پہ جان زار مستفعلان یہ بتا مجے متفاعلن تو تا کہا مستفعلن اے گلعذار مستفعلان صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض و ضرب مضمر مذال ہے۔

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دو بار کنور حامد علی خان ناشاد تخلص نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے۔ ع

ـــــہ

مرے دل نہین نہ دماغ ہے	لمولفہ	مجھے ہوش ہے نہ حواس ہے
جو تجھے جانے والے چلے گئے		ابھی باقی حسرت و یاس ہے
دل و سینہ اپنے فگار ہین		تری پلکین ہین کہ کٹار ہین
وہی خوش نصیب شہید ہین		ترے کو مین جنکے مزار ہین
کبھی ایک بھی نہ وفا کیا		ترے جھوٹے سارے قرار ہین
کہا مین نے ایکدن ای صنم		ترے غم مین زار و نزار ہین
لگا کہنے ہنسکے کہ تجھ سَن		یون ہی روتے پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دو بار وافر فا کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعراے فارس نے بہ تکلف اس مین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم۔ طالب کہتا ہے۔ ــہ

ڈرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم		مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم	

تقطیع۔ ڈرا ک کہا مفاعلتن بلا ب بلا مفاعلتن خفا ج ذرا مفاعلتن ہوا و صنم مفاعلتن ؛ مرا ب ذرا مفاعلتن گِلَہ نہ رہا مفاعلتن ہسا جُ گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ؛

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہے اور تقارب اور متقارب اس لیے کہتے ہین کہ اس مین وتد او رسبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ ایک دوسرے سے نزدیک ہونے والے کو کہتے ہین۔

عروض و ضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعراے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعراے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ شرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الآخر فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔

الثانی

سُنی تھی کسی سے جو بحرِ تقارب
اُسے کرلیا گھنگرودن کا تفنن

کر توڑے ہے اپنے سبق پر یہ کہکر
فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع سُنی تی فعولن کسی سے فعولن جُ بحرے فعولن تقارب فعولن ؂ اُسے کر فعولن لیا گھُ فعولن رودکا فعولن تفن نن فعولن۔

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا
کوئی جوڑ تجھپر مقرر بنایا

نہ گنتا تھا کوئی حسینون مین او بت
تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا

شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوئے تم
عبث منھ کو مجھپر ستمگر بنایا

لمؤلفہ

جو ہے گھر بارنگ رخسار تیرا
ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا

کٹی عُمر مثل حباب آہ اپنی
تجانا کہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبغ۔ فعولن فعولن فعولن فعولان دو بار مثال۔

نواب سید جعفر علی خان جعفر شمس آبادی

لیے مین سلیمان کی پے کے عدو بیس
نہین تو رہ چارہ بالکل تھی مسدود

عروض وضرب دونون مسبغ ہین۔

سید علمدار حسین واسطی

مُبارک تمھین تاجداری شہنشاہ
مُبارک یہ درباداری شہنشاہ

مُبارک تمھین بختیاری شہنشاہ
مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمروعزت زیادہ ا

چارون مصرعون کے عروض وضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ مصنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین ۱۲ دسمبر سلاللہءکو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا۔

سحاب

بڑا انکی چوٹی مین کوڑے کا موباف
نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

ناسخ

لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار
کبھی وار مین ہون کبھی پار مین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ اے رند
نظر جب وہ لیلی شمائل چڑھے گی

ولہ

کرم کیجیے آئیے حضرت عشق پر
ہے خون جگر میہمانی تمھاری

مطیر نواب جعفر علی خان لکھنوی

زبان مبارک سے ہو جلد ارشاد
مدینہ نبی کا تمھارا وطن ہے

سکینہ یہ کہتی تھی اللہ فریاد
بہت تنگ میرے گلے مین رسن ہے

ہر اک کہتا تھا دیکھ کر شان عباس
یہ حمزہ ہے یا حیدر صف شکن ہے

ان اشعار کے عروض سبغ ہین اور ضرب سالم اسکے برعکس کی مثال یہ ہے۔

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یک سر
حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود

وراثت کی آیت کو لفظی مین لکھکر
نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود

یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اسی کا
سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض وضرب کا دائرے سے باہر ہے پس اسی وجہ سے عروض وضرب کے نون غنہ کو مع اسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین۔

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو
لبون سے وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اس چشم جادو کی باتین
اڑایا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے۔

تمنا نہین ہو کر امداد دل کو تپش کا صلہ سو کہ فرد تلق ہے
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل سے کر یا نہ بر جان کچھ ہے

نظام ساکن جادرہ

یہ عمان معنی وہ ہی رشک جیحون کہ ہر حرف جسکا ہی اک درّ مکنون ۔ لگاتی ہی غوطہ جبدھر طبع موزون اُٹھالاتی ہی گوہر تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اُسکو فعل سے بدل لیا مثال۔

میر حسن

یہ حُسن و جوانی اور اس پر یہ عشم ۔ ستم ہے ستم ہے ستم ہی ستم

تقطیع۔ یہ حُسنو فعولن جوانی فعولن اَرَاُس پر فعولن یہ عشم فعل ؛ ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم فعل۔

امیر مینائی

تصور مژہ کا تری رات بھر ۔ رگِ جان مین نشتر چبھوتا رہا

برہم

لہو مین ہمارے جو بیسی گئی ؛ بہت شوخ رنگ حنا ہو گیا ؛

خدانگ یہ بُت بھی ہین پہونچے ہوے ۔ کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف و زلیخا مین لکھتے ہین۔ ـہ

پلا ساقیا مجھکو جام شراب ۔ وہ پانی کہ ہو جس مین موتی کی آب

یہی ہے مری آبرو کی سبیل ۔ لگا دے مرے لب سے دریاے نیل

نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب ۔ کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتون مین عروض و ضرب مقصور ہے۔

اوج

نہ غیر و نہ کر اے ستمگار ناز ۔ اُٹھائین گے ہر گز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر و حذف کا ایک شعر مین درست ہے۔ مثال۔

میر

کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ ۔ سو تم ہم سے مُنھ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

سعید انکے غم مین ہوا دن بسر	خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات

عروض محذوف ہے اور ضرب مقصور۔ قدمائے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہے لیکن شعرائے ریختہ کے کلام مین ایسے اشعار نظر سے نہین گذرے بہرصورت مثال یہ ہے۔

للمؤلفہ

مہمان نوازی بہت خوب ہے	خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہے فعل۔ خدا کو فعولن ب یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دو بار فعلن مین عین ساکن ہے ثلم مراد ہے فعولن کے حرف اول کو گرانے سے پس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

دست جنون سے ای دائے دیلا	سونے نپائے ٹک پانون پھیلا
ابر ہوا ہے چمکے ہے بجلی	مت روٹھ ساقی لا جام مے لا

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔
تقطیع دستے فعلن جنو سے فعولن ای وا فعلن ئے ویلا فعولن سونے فعلن نپائے فعولن ٹک پا فعلن نو پھیلا فعولن حشو مین بجائے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

جام مے عشق موند آنکھ پی جا	ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا

اس شعر کا وزن یہ ہے فعلن فعولان فعلن فعولن دو بار۔

ولہ

کرتے تھے مذکور میرا انکا	فرہاد و شیرین مجنون و لیلےٰ

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہے فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔ سعدی

ای سوز دہ دیکھ آتا ہے قاتل	ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل

دین ودل وجان وصبر وتحمل
کس کس کو روؤن مین اب یاد کر کر
کوچے مین اسکے لاکھون پڑے ہین

سب کچھ لیا چھین تسپر بھی بلبل
ای اشک ای چشم ای آہ ای دل
مذبوح مجروح مقتول بسمل

پہلے اور چوتھے اور چھٹے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہی فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعون کا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن ۔

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار میر جوش عشق مین کہتے ہین۔ ع

دیکھ اُس رخ کی نورافشانی ۔ شمع مجلس پانی پانی ؛

تقطیع دیکس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ؛ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ؛

منہ

کیا ہے اُس کے آب وگل مین
خون باری سے چہرہ گلگون

خواہش اُس کی سب کے دل مین
طوق بسمل چشم پر خون

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن دوبار یا فاع فعولن فاع فعولن دوبار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم مقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا و نون فعولن کا گرا دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اُسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرا دیا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال۔

شاہ جہان بیگم شیرین

باغ وبہار جاہ ومناصب ۔ نقش ونگار مسند وثروت

صدر و ابتدا اثرم اور عروض وضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اثرم اور ایک سالم ہے ۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ؛ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل دثروت فعولن ۔

مومن خان

شعر روان سے اشک روان ہو
درد روان نے پیسر نکالا

راگ سُننے سے مشق فغان ہو
عُمر ابد نے مار ہی ڈالا

چشم کردانصاف کی گردا	میر	یوسف و شیرین لیلی و عذرا

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان	دست جنون سے چاک گریبان
زلف مسلسل سلسلۂ جنبان	حلقۂ کاکل یادر زندان

اس وزن مین رکن فعل و فعولن اثرم و سالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہی اور خلط ان ارکان کا ایک وزن مین روا بلکہ کثرت سے شائع ہی چنانچہ میر کی مثنوی مسمی بہ جوش عشق کے ان اشعار مین ؎

صبر نے چاہی دل سے رخصت	تاب نے ڈھونڈی اک دم فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
خواب و خورش کا نام نہ آیا	ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن
مہ وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
چشم بره سارا چمن اُس کا	نقش قدم تھا یاسمن اُس کا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل	شایان اُس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ	جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا یک رہ پردے مین	برق خرمن مہ پردے مین
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعل فعولن فعلن
ہنسنے مین وہ صفاے دندان	برق خرمن عالم امکان
فعلن فعل فعولن فعلن	فعلن فعلن فعل فعلن

رشک سحر کو صافی تن پر فعل فعولن فعلن فعلن	خون صراحی اُس گردن پر فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن میں عروض و ضرب میں فعل بفتح عین و سکون لام اور فع اور فعول بھی واقع ہوتے ہیں فعل قدرتا ہے اور فع ابتر اور فعول مقصور ـ ہ

ظفر

گذرے جو ہم پر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع	پوچھہ نہ دلبر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع
ہمتو ازل سے غم کش ہین فعل فعولن فعلن فع	تجھکو مقدر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع
تیری کدورت سنگدلی فعل فعولن فَعَلُ فَعَل	خاک اور پتھر کیا کہوین فعلن فعلن فعلن فع
زلف و رُخ ہے شام و سحر فعلن فعلن فَعَلُ فَعَل	یہ نہ کہین گر کیا کہوین فَعَلُ فعولن فعلن فع
رُخ کو تیرے خورشید کہین فَعَلُ فعولن فَعَلُ فَعَل	ماہ انور کیا کہوین فعلن فعلن فعلن فع
جھوٹی وہ تو بناتے ہین فعلن فعل فعولن فع	باتین ظفر پر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع

اوله

جی کا ضرر دو دن سے ہے فعلُ فعولن فعلن فع	درد جگر دو دن سے ہے فعل فعولن فعلن فع
اُس کو سکھاتا کیا کیا شہ فعلُ فعولن فعلن فع	کوئی بشر دو دن سے ہے فاع فعول فعلن فع
پھرتا ہے وہ ماہ کہان فعلن فعلن فعل فعل	خالی گھر دو دن سے ہے فعلن فعلن فعلن فع

اشک فشانی کرتے کیون	یہ چشم تر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
پھرتا قاتل تیغ بکف	آٹھ پہر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعل فعل	فعل فعولن فعلن فع
بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع

صاحبقران

مت مجھکو بہکانا آج	صدقے جاؤن جانا آج
فعلن فعلن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
رونا کل کا بھول گیا	ہنستا ہے دیوانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
کرتے ہین اوقات بسر	نادان ہوکر دانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
شمع رخون کی مجلس مین	کتنا تھا پروانا آج
فاع فعولن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
میرے دل کی خدمت مین	گر تجھکو ہے جانا آج
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعلن فاع

یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی۔ یہ

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت ملک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجھکو دکھا دو اپنی زیارت

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رکن اثرم ہر ایک سالم علی الترتیب۔

میر تقی

عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کس کس اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہر تاب گئی ہر چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل گیا سر فعولن دین فعلُ گیا ای فعولن مان فعل گیا اس فعولن لام فعل گیا فعل ٭

دل نے فعلن ایسا فعلن کام فعلُ کیا کچ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فعلُ گیا فعل ٭

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولتِ ایمان کعبۂ دلکو تونے ڈھا کے ۔۔ ہان ذرا بھی دبُت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لوٹ فعل لی میری فعولن دو ل فعل ت ایما فعولن کعب فعل ءِ دل کو فعولن تونے فعلن ڈھا کے فعل ۔۔ ہان ذ فعل رابی فعلن او ب فعل ُت کافر فعولن تجھ کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعل نہ آیا فعولن ۔۔ جلد اول خمخانۂ جاوید مین پہلے مصرع کے ابتدا مین ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہائے ہو جو سخ وافسوس کا کلمہ ہے تو پھر تقطیع یون نہ ہوگی ہائے فعل ذرا بھی فعولن۔

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو ہی پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین ۔۔ جون پروین وہالۂ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تجھ ک فعل ُہ پب تا فعولن سر پر فعلن طرّہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۔۔ جو پر فعلن ۔ دینو فعلن ہال فعل ءِ مہ تا فعولن سر پر فعلن طرّہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ۔۔

ولہ

رونق سر یان داغ جنون ہے اشک مسلسل زیب گلو ہم ۔۔ چاہیے تجھکو غیرت لیلے سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر یا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہے فعولن ۔۔ چاہِ فعل یے تجھ کو فعولن غیر فعل ت لیلی فعولن سر پر فعلن طرّہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض لب جو ۔۔ فوارہ اور پھول رکھے گا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کہ فعل کنارے فعولن حوض فعل لبے جو فعولن ۔۔ فو وا فعلن را اُر فعلن پھول فعلن رکّے گا فعولن سر پر فعلن طرّہ فعلن ہار فعلن گلے مین فعولن

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے ۔۔ سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعاعے فعولن مہر فعل نہی یے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ۔۔ سرو فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پر فعلن طرّہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن

آتش

لالہ کھلا سو کوس سراسر بعد دہو اکا وہ عالم ۔۔ ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لال فعل کلا سو فعولن کو س فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن وہ عا فعلن لم فع ٭ دو فعل ل دل کا فعولن مہر فعل ک آ آرا فعولن آہ فعل گرد ہے فعولن اہل فعل صلاح فعول۔

متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دو بار قبض سے مراد ہے گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حروف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

تڑپ رہا ہوں میں نیم بسمل
خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہیں دو اثلم **تقطیع**۔ تڑپ ر فعول ہا ہو فعلن م نیم فعول بسمل فعلن ٭ خبر ل فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن۔

یہ عشق اب کیا بسا ہے دل میں
کہ بحر خون بہ رہا ہے دل میں

یہ وزن مولوی جامی کے دو چند سولہ رکن پر مبنی کیا ہے اور ریختہ میں بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشوں کو عبث ستا کر خفا کرے گا
یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمھارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض میں بوسے کے دے ہے گالی سوال دیگر جواب دیگر
یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

لمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہیں کبھی بھی
کہ مے پلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رآفت

یہ کسکی مژگاں کے آہ یارب بکھرے ہیں پرزے ہماری بر میں
کہ شکل غربال پڑ گئے ہیں ہزاروں روزن دل و جگر میں

خواجہ امام الدین آثر

وہ ہمسے چھپ رہے ہیں ہم انسے چھپ رہے ہیں منانیوالے منا رہے ہیں
شکایتیں دل کی ہو رہی ہیں مزے محبت کے آ رہے ہیں

شاہ نصیر

سدا ہے اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران
نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

نہاں ہے کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران
ہے اس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

ضیائی بیگم

تمھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا عتاب ہرگز — اُٹھے گا تو کیونکر اٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک میں ناتوان ہون

لمؤلفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے — اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بھبھو نسے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہے لرزان — کیے ہین تو نے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن مین سے چار رکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی مبنی کیا ہے۔

لمؤلفہ

حریف دل ہے مہروشوخ و دل کا ستانے والا — صنم دکھائے ہین کیسے کیسے یہ نام تم نے
عجب نہین ہے فلک جو لیوے زمین کا بوسہ — کیا ہے نازو ادا سے جانان خرام تم نے

عروض وضرب مین بجاے فعلن اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لاسکتے ہین جیسے اکبر شاہ خان فرحت رامپوری کے شعر مین ؎

لگی ہے ہاتھون سے جا کسی کے یہ دست بردم کا دیکھ آہ — ہیون نہ خون ایک چلّو کیونکر بھلا کہو تو مین اب حنا کا

عروض مین فعولان ہے۔ وسط مصرع مین بھی لاتے ہین مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اُسکو سکتہ کہتے ہین مثال ؎

مین تیرے قربان مر کہا مان تو چل کے ساتھ ذرا مرے تم — کہ کھائین گلفام ہوکے گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بروزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان دو بار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم میں ہے اور اُسکے تین مصرعون کے درمیان فعول فعلان بجاے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہے **مصرع** اگرچہ صدسال زیب خود بہیا بجاک راحت فتادہ باشم **تقطیع** اگرچ صدسال فعول فعلان زبے خدبیا فعول فعلن بجاک راہت فعول فعلن فتادہ باشم فعول فعلن۔

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دو چند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رکن پر ڈالی ہے مگر اشعار اردو اس وزن مین نہین دیکھے گئے۔

متقارب مسدس سالم فعولن فعولن فعولن دو بار جیسے۔

محمد رضا برق

شرک کی جو تعریف کیجے — بجا ہے بجا ہے بجا ہے

مریضون کو صحت ہے چلنا	گلِ پاکِ خاکِ شفا ہے
یہان کور ہوتے ہین بینا	غبارِ آنکھ کا طوطیا ہے
مسیحا نفس ہے ہوا سے	ہوا کھانی اُس کی دوا ہے
دل تنگ کھلتا ہے اس جا	فرح بخش ہے دل کشا ہے
عدو کو ہے ثعبان موسے	برائے محبان عصا ہے

عروض وضرب مین فعولن کی جگہہ فعولان بھی درست ہے جیسے۔

ولہ

یہ مصرع کہا حسب ارشاد	عیان کیا خطِ استوا ہے

تقطیع۔ یہ مصرع فعولن کہاحَس فعولن بارشاد فعولان + عیا کا فعولن خطِ اِس فعولن توا ہے فعولن۔

بحر متدارک

متدارک بضم میم وفتح تاے فوقانی وکسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور خلیل کی بحرون مین ملگئی ہے اس لیے اس کا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ زحاف ثابت آتے ہین۔ خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دُو بار۔

متدارک مثمن سالم مثال میر کی غزل کے یہ اشعار۔

ہاتھ کیا پہونچے گیسوے خمدار تک	دُور کھنچنے لگا دامن یار تک
بے نشان ضعف سے ہو تن زار تک	میرے جامے مین باقی نہین تار تک
دم گھٹا آکے میرے سیہ خانے مین	روشنی ڈھونڈھتی ہے شب تار تک
سخت جانی سے میری وہ تنگ آگئے	دانت پیسا کی غصے مین تلوار تک
فوج عصیان نے گھیرا ہی ہر سمت سے	تو یہ کس طرح پہونچے گنہگار تک

تقطیع۔ ہات کا فاعلن پہُنْچ گے فاعلن سوے خم فاعلن دار تک فاعلن + دور کھِنْچ نے لگا فاعلن + دامنے فاعلن یار تک فاعلن۔

علی اوسط رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا ۔۔۔ شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے ۔ دلا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن + شعر گوئی فاعلن ای اُٹھی فاعلن لکھن او فاعلن سے دلا فاعلن۔

عروض یا ضرب مین بجاے فاعلن کے فاعلان بھی درست ہے۔ جیسے۔

منیر

دل جو ہوتا حرم کا کبوتر منیر ۔۔۔ میری عرضی پہونچ جاتی سرکار تک

عروض مین فاعلان ہے اور ضرب مین فاعلن سالم۔

متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دو بار مثال

لمؤلفہ

میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا ۔۔۔ بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا

تقطیع میرسات فاعلان باغ کو فاعلن کل ورشک فاعلان گل گیا فاعلن ایک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔

متدارک مثمن محذوف۔ فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ؎

اپنی صورت ذرا تم دکھا دو ۔۔۔ میرے دل کی لگی کو بجھا دو
مر رہا ہون خبر لو مسیحا ۔۔۔ اپنے مردے کو آکر جلا دو
اُس کو جنت کی پروا ہی کیا ہی ۔۔۔ جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو
اُن کے در پہ جو مین بیٹھتا ہون ۔۔۔ تو یہ کہتے ہین اس کو اُٹھا دو

تقطیع اپن صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دو فع ؛ میر دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع ؛ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو مین محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے۔ ؎

جان دیتی ہون روکے دیکھو آنکھین کھولو ذرا منہ سے بولو ۔۔۔ اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی
پیاس مین تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل مین بستی بسائی ۔۔۔ کربلا کی زمین تمکو بھائی میرے مان جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہ رو فاعلن روکِ دے فاعلن کو فع آنک کو فاعلن لو ذرا فاعلن

سنجھ رس یو فاعلن لو فع ٭ اپن یے فاعلن کس ہین فاعلن کی خبر فاعلن لحن فع میر با فاعلن جا لے منظ فاعلن لوم با فاعلن ا ئی فع ٭

متدارک مثمن مخبون ۔ فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے ۔

ظفر

مراد شمن اگرچہ زمانہ رہا ۔۔ ترا یون ہی ہین دوست یگانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بگانہ رہا ۔۔ جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
مرا سینۂ و دل مرا جان و جگر ۔۔ ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
رہی کثرت داغ بدولت غم ۔۔ مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش ساغر مے ۔۔ نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہین خانہ خرابیان چکے یے ۔۔ وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
ظفر اُسکی تو زلف مین دل ہی مرا ۔۔ مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

تقطیع ۔ جمیع اجزا مخبون ہین ۔ مرادش فعلن مَن گر فعلن چ زما فعلن ن رہا فعلن ٭ ترا یو فعلن ہ ہِم دو فعلن س یگا فعلن ن رہا فعلن ۔ یہ وزن دوچند بھی مستعمل ہے چنانچہ ۔

مرزا صادق شرر

گئے دو نون جہانکے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ۔۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

فعلن سولہ بار ۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو نہین گلو نگی ہی یوہ رہی غنچہ زو نمین لطف کی خو وہ رہی ۔۔ نہ وہ آن ہی نہ اُمنگ ہی نہ وہ رندی نہ زہد کی جنگ رہی
نہ جبیبو نہین رنگ فادہ رہا کہین اور کی کیا وہ آئین ہے ۔۔ سو قبلہ نگاہو نکے رخ نہ ہے در دیر پہ نقش جبین نہ ہے

واجد علی شاہ اختر

دل و جان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم گیا عشق مین ڈہ سو ملک عدم ۔۔ بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہوا

سلیمان خان اسد

ہوے دلسے جو عاشق زار ترے سمجھے اُنھین کہ مرے تو جیے ۔۔ جو مریض محبت و عشق ہو کہیں انکو دوا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن مکسور العین کی جگہ بعض کہن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے ۔

گویا

جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کیے کانٹون نے جسم نزار مرا ‖ کرو عضو ہر ایک فگار مرا تھین قیس برہنہ پا کی قسم

تقطیع کرعض فعلن (بکسر عین) و ہر ے فعلن (بکسر عین) اک فگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین) تھین قے فعلن (بکسر عین) س برہ فعلن (بکسر عین) نا پا فعلن (بسکون عین) کی قسم فعلن (بکسر عین) اور اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے اور دوسرا اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز موخر اور اس صورت مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بد شکل یعنی بلند از روے پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل - اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین آتا یا یہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے بہر صورت اسکی صاف مثال یہ ہے -

لمؤلفہ

بہے چشمون سے ایسے لخت جگر ہوے دیکھ خجل جنھین لعل و گہر ‖ کیا نالے نے تب بھی نہ اُس پہ اثر شب ہجر کی سوز و بکا کی قسم

تقطیع بہ چشن فعلن (بکسر عین) م س آئے فعلن (بکسر عین) سے لخ فعلن (بسکون عین) الی آخرہ -

متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن مخبون مکسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے - مثال -

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری ‖ دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہو مین فعلن زاری فعلن ‖ دیکھے فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد

سن تو باتین موزون گر کی ‖ ٹکڑے ٹکڑے ہے ہے تر کی

تنبیہ - یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہین گے

اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہوکر آتا ہے پس دونون وزنون مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعلُ اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعلُ اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آسکتا ہے اور نہ فعل واقع ہوسکتا ہے اور نہ فعول کیونکہ رُکن سالم اسکا فاعلن ہے اور رکن فاعلن سے کوئی فرع نہ فعل آتی ہے اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہے اور اُسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہوسکتے ہین جیسے۔

دیکھ اُس رخ کی نورافشانی		شمع مجلس پانی پانی	
گل آشفتہ اُس کے رو کا		سنبل اک زنجیری مو کا	

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن ہین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائےگا۔ حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام صوت الناقوس بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ بن جعفر انصاری سے اس طرح منقول ہے کہ ایک سفر حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقاحقا حقاحقا؛ صدقا صدقا صدقا صدقا۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے۔

یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رُکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن (مقطوع) لانا بھی ہوسکتا ہے۔

	امانت	
صیاد کے جب پھندے مین پھنسے مرنیکا بہانہ کیا ہمنے		ہمدم یہ پھڑکنے کی ہی جگہہ ہم دام مین آکر دم سے چھٹے

تقطیع صیّا فعلن (مخبون مسکن) د کے جب فعلن (مخبون) پھندے فعلن (مخبون مسکن) م پھنسے فعلن (مخبون) مرنے فعلن (مخبون مسکن) کبہا فعلن (مخبون) نکیا فعلن (مخبون) ہمنے فعلن (مخبون مسکن) ہمدم فعلن (مخبون مسکن) یہ پھڑک فعلن (مخبون) نے کی فعلن (مخبون مسکن) ہ جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعلن (مخبون مسکن) م مین آ فعلن (مخبون) کر دم فعلن (مخبون مسکن) سے چھٹے فعلن (مخبون)۔

	شیخ نبی بخش عاشق	
جب اعضا گل کر خاک ہوے اور اڑ گیا بالکل اور نظر		تو چلتا پھرنا سہو ہوا اور آنکھ لڑانا بھول گئے

تقطیع جب آ ع فعلن (مخبون مسکن) ضا گل فعلن (مخبون مسکن) کر خا فعلن (مخبون مسکن) ک ہوے فعلن (مخبون) آ خا ر فعلن (مخبون مسکن) گئے بل فعلن (مخبون) کل تو فعلن (مخبون مسکن) ر نظر فعلن (مخبون) تو جل فعلن (مخبون مسکن) نا پد فعلن (مخبون مسکن) نا پختہ فعلن (مخبون مسکن) و ہوا فعلن (مخبون) آ شا فعلن (مخبون مسکن) ک ر ظم فعلن (مخبون) نا بو فعلن (مخبون مسکن) ل گئے فعلن (مخبون)۔

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دو بار مثال۔

کیا کیسے کیسا کچھ تھا	القصّہ ایسا کچھ تھا

تقطیع کا کہ فعلن یے کے فعلن سا کچھ فعلن تا فع ٭ القص فعلن صا اَ یے فعلن سا کچھ فعلن تا فع اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن مین ہے۔ ؎

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہے	پارہ پارہ دل ہے جس مین تودہ تودہ حسرت ہے

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آ آسو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن شدت فعلن ہے فع الخ۔ اور اس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہین کہ حشو مین بھی جو ہمارکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فعِلْ دو بار۔

انشا

بس مرا سر نکھا ارے	دور ہو چل تجھے پرے
سیر کا ہے مزہ ابھی ٭	کھیت ہین سب ہرے بھرے
تو ہی بتلادے اے صنم	کوئی اب تجھسے کیا کرے
دیکھ انشا مجھے بھلا	سانس ٹھنڈی نکیون بھرے

تقطیع بس مرا فاعلن سر نکا فاعلن آ رے فعل ٭ دور ہو فاعلن چل تجے فاعلن پرے فعل۔

بحور مرکبہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم و سکون نون و فتح سین مہملہ و کسر رائے مہملہ و سکون حائے حطی اسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہین چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہین چونکہ اس بحر مین کبھی ایسا اختصار ہوتا،

گر شعراے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہین اس نقصان کو کپڑے اتارنے سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھ لیا اور وزن اُسکا یہ ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات بضم تا دو بار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعراے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعراے فارسی و ریختہ مثمن استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین عروض و ضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہین اور اس مین چودہ زحاف واقع ہوتے ہین منجملہ انکے پانچ مستفعلن سے متعلق ہین طے - قبض - حذذ - تسبیغ - رفع - اور نو مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن - طے - اجتماع خبن و وقف - اجتماع خبن و کسف - اجتماع طے و کسف - اجتماع طے و وقف - رفع - جدع - نحر -

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولات بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے اُس سے واؤ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا -

نیاز

دل مین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز
سُو نجھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور

تقطیع دل ہم ہمپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکھت ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوج ہ اُس مفتعلن کو ہے بید فاعلات جس ک نہو مفتعلن چشم کور فاعلات -

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار فاعلن مطوی مکسوف ہے اسلیے کہ مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واو گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مفعلا رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا مثال -

ناصر جنگ

یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے
بلبلے ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف **تقطیع** - یاس غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن بلبلے ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل ب عجب مفتعلن چیز ہے -

محمد روشن جوشش

یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا
میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم تجبہ
ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا

یہ بھی جائز ہے کہ حشو مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات

(مطوی موقوف) آئے جیسے

انشا

کسکو سنا کر کہا آپنے او بے لحاظ ۔۔۔ مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ
ہو نٹھ ہی مل ڈالیے ہی یہ ٹھنی دلمین خیر ۔۔۔ اُسکو مجھے ابکے تم کہنے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس ک سُنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آ اَپ ن او مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس ن اِت مفتعلن نے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) دونون شعرون مین رکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیا ہے اور رکن مفعولات عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرض کہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین ۔

نیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ لیا ہی مچایا ہی شور ۔۔۔ جن و ملک کے اُپر کر رکھا ہے اپنا زور

تقطیع خاک کہ پُت مفتعلن لے ن دیکھ فاعلات کا ہ مچا مفتعلن یاہ شور فاعلات جن ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رکھ ہے مفتعلن اَپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض و ضرب مطوی موقوف ہے ۔

نزاکت

کیون نہ مین قربان ہون جب وہ کیے ناز سے ۔۔۔ ہمکو جفا کا ہی شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہوا اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہی اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہی ۔

سودا

سُنکے پیام ہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا ۔۔۔ لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعون کے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزن مین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً ۔ ؎

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا ۔۔۔ تو بولے یہ جیب ہی رہ سُننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے

مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو مین مطوی موقوف ہے اور عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی مین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہی تقطیع حال دے مفتعلن خست آہ فاعلات مین ج اُن مفتعلن سے کہا فاعلن ہٹ بول یئے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن سُن ن ک طا مفتعلن قت کہا ن فاعلات۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول و الف کو گرا کر تا ے آخر کو ساکن کردین پس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے۔ ؎

کوئی نہین اُس پاس خوف نہین کچھ	ہوتے ہو کیون بے حواس خوف نہین کچھ
یہ نہین فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو	آتی ہے پھولون کی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین چو کیدار جس سے جھجک ہو	ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا	پھولے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع۔ کوئی نہی مفتعلن اُس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن ہی کچھ فع ہوت ہ کو مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن ہی کچھ فع۔

غالب

آگہ مری جان کو قرار نہین ہے	طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے	نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہے غالب	تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فع + طاقت بے مفتعلن داد انت فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دوبار۔ جدع اُسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کرکے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کردین اس صورت مین مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کردیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔ ؎

منھ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول
یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول

تقطیع۔ موُنہ ٹُکَپ مفتعلن نے ک دیک فاعلات لے ؎ گ یے مفتعلن مول فاع؏ یے ب ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہ جسے مفتعلن تول فاع؏ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً۔ ؎

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہی شوق
آپ انھین خلق مین شہرے سے ہے ذوق

تقطیع۔ شعرتُ بے مفتعلن ربطُ پوچ فاعلات کہن سہ ہے مفتعلن شوق فاع؏ آپ انے مفتعلن خلق مے فاعلن شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔

عروض و ضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔ ؎

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو
حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تقطیع۔ کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال سِ مم مفتعلن لو فع؏ حال دلے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ہ مَس مفتعلن موع فاع؏ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دو بار مثال۔ ؎

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک
اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارساہ فاعلات یار تلک مفتعلن؏ اپن پہونچ مفتعلن کب ہ گلع فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفعولن مقطوع ہے یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر کر اُسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہوگیا تو مستفعلن مفعولن مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ؎

آنکھون مین مے کا خمار ابتک ہے
سچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے

تقطیع آنکھ م مے مفتعلن کا خمار فاعلات ابتک ہے مفعولن؏ سچ کہہ ہم مفتعلن کو ت آپ فاعلات پر شک ہے مفعولن عروض و ضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دونون وزن شعراے فارس و ریختہ مین اکثر مستعمل ہین۔

(۹) بحر مقتضب

مقتضب بضم میم و سکون قاف و فتح تاے فوقانی و فتح ضاد معجمہ و سکون باے موحدہ اسکے

معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبارہ یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جزو اُس سے گراکر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس ان مین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رکن مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذالہ مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور ف مین مراقبہ ہے یعنی معًا دونون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر فے ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کیجاے تو فے ثابت رہے گی شعراے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے پسند طبائع نہوے نازک خیالان عرب وفارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالو مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی صنم
تیرے گیسو آ کے الجھے مرا دل آشفتہ ہوا ای صنم

تقطیع۔ ان بالوم مفعولاتُ اب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی صنم مستفعلن تیرے گیسُو مفعولاتُ آ کے الجھے مرا مستفعلن دل آ آشفت مفعولات ہوا اے صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی

فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہے اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دور کر دیتے ہین اور مفعولاتُ فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہوکر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرا دین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین۔ مثال۔

صحیح

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن
گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع۔ تجھ بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشآئ فاعلات سیر چمن مفتعلن گل ہُ خار فاعلات دلکُ مرے مفتعلن دیتِ ہین زِیا فاعلات دہ الم مفتعلن اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔

یار بے وفا سے ہین کب امید وصل ہوئی
شوخ دلربا سے ہین کب امید وصل ہوئی

اس مین بھی جمیع اجزا مطوی ہین۔ **تقطیع** یا رب وفا علات فاس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن؛ شوخ دل ر فاعلات باس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہے مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہے مستفعلن سے مثال۔

غالب

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ ساماں ہے	برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے
ہمسے رنج بے تابی کس طرح اُٹھایا جائے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

تقطیع کارگاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہے مفعولن؛ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقاہے مفعولن؛ یاد رکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے اسلیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکورہ صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر مین یون تقطیع کر سکتے ہین **تقطیع**۔ کارگا فاعلن ہ ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہے مفاعیلن برق خر فاعلن منے راحت مفاعلن خون گر فاعلن م دہقا ہے مفاعیلن مگر خیال رہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین کبھی مستفعلن مطوی ہو کر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع مین باعث تمیز ہے چنانچہ دریاے لطافت مین مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار مین منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر مین مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ ؎

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہارا	میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہارا مفعولن؛ مے تواب فاعلات روز آور د مفعولان روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن؛ پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر مین کہین اور پچھلے مصرع کی یون تقطیع کرین **تقطیع** میتوا فاعلن بروز آور د مفاعیلان روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن؛ تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہاں آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر مین مفاعیلن آئی ہے پس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہو گیا اس مقام پر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہے اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل مین اُس کا جواب دیا ہے ذکر کرین کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہین شیخ کے اشعار یہ ہین۔ ؎

شب کہ باہزار افغان در فراق یوسف خویش
داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے

غیرتم صلا زدو گفت دامنے بزن بجہان
تا یکے فرو ماندہ در طلسم حیرانے

فکر زاد راہ طلب رسم رہ نوردان نیست
بس بود شکستہ دلی بادرست پیمانے

زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد
تن زشوق جانان شد باے تا بسر جانے

از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم
ناگہان بہ پیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بروزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر میں قرار دے کر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے مصرع میں (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع میں (بسینہ دلے) کی اور تیسرے مصرع میں (زدو گفت) کی اور چوتھے مصرع میں (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع میں (بجہان) کی جیم اور پانچویں مصرع میں (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی کہتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے اصلی ارکان یہ ہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہو کر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہو کر مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہو کر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیون کے نزدیک جائز ہے اور تقطیع یون ہے **تقطیع** ۔ شب کہ باہ فاعلات زار فغا مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ٭ داشتم بہ فاعلات سین دلے مفتعلن رشک پیر فاعلات کنعانی مفعولن ٭ غیرتم ص فاعلات لازد گفت مفتعلان دامنے ب فاعلات زن بجہان ۔ مفتعلان ٭ تایکیف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات حیرانے مفعولن ٭ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ ن فاعلات وَردانیست مفعولان ٭ بس بود ش فاعلات گشت دلی مفتعلن بادرست فاعلات پیمانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شعرون کی بھی تقطیع ہوتی ہے یہان سے ثابت ہے کہ بلبہ الاشتباہ بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہان پر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین ۔

(١٠) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر راے مہملہ

وسکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے اس لیے اسکا نام مضارع ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے اور اس بحر کو جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیسا کہ مثمن سے مسدس کرتے وقت معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط کرنا یا ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر حذف۔ قبض۔ تسبیغ بعض رسالون مین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع کے زحاف دس ہوے۔ مخفی نرہے کہ سلخ بفتح سین مہملہ وسکون لام وخاے معجمہ لغت مین پوست کھینچنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے اور عین کے ساکن کرنے سے پس فاع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض فاع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب خفیف جو رکن کے آخر مین ہون گرا دیے جائین پس جب کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف سے مراد حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فاع سکون عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول وسکون میم ونون بمعنے ناپدید کرنا اور موندنا اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن سے دو سبب خفیف کو مع عین کے گرا دین اس صورت مین فاع بچا رہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین پس بحر مین فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فا رہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی وسکون خاے معجمہ وکسر نون وسکون یاے تحتانی وقاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن بچتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع متن مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنق بولا جاتا ہے مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مشدد مفتوح کے ساتھ ہے حدائق العجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہے لیکن شرح خزرجیہ مین علامۂ نقشبند کے

کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حاے حطی اور باے موحدہ سے ہے اور مشتق سبب سے تجبیب سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے ۔ بہر صورت کف ۔ قصر ۔ سلخ ۔ طمس ۔ حذف ۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ قصر ۔ جب ۔ زلل ۔ تخنیق ۔ قبض ۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین ۔

مضارع مثمن اخرب ۔ مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دوبار خرب کہتے ہین اجتماع خبن وکف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال ۔

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے — ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

تقطیع ۔ یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن رکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے ۔

انشا

صاحب کے ہرزہ پن سے ہر ایک کو گلا ہو — مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
دین گالیان ہزارون سن مطلع اس غزل کا — کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے

محسن

دل کا پتہ نہ پایا زلفون کو کھول دیکھا — گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا

المؤلفہ

اُلجھے ہوے دلون مین دیتے ہین اور گرہین — کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے
ہر گام پر دکھا کر ناز و ادا سے جلوہ — دل چھین لے چلے ہین غنچہ دہن دلال والے
اشعار کا سنانا نادان کو ہے حماقت — رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض وضرب مسبغ یعنے بجاے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتا ہے خواہ ایک مین فاع لاتن اور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال ۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند — آنکھون مین یون ہماری عالم سیاہ تا چند

عروض و ضرب مسبغ ہین۔

ولہ

خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہین نکلتا
مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہے۔

میر

شرم و حیا کہان کی ہر بات پر ہے شمشیر
اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہے

زیر فلک بھلا تو روے ہے آپ کو میر
کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہے

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع
یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرون کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
واژون ہے عقل تیری اوندھا ہے تو جنم سے

میر حسن

مین حال دل کہون ہون تم شکوہ مجھسے ہو واہ
کہتا ہون مین کہانی سنتے ہو تم کدھر کی

جون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار
نے پانون کی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

حشو مین بھی فاعلیان آتا ہے مثال بحر۔

کیا جانے زاہد پیر ہے درد سے بھی اکسیر
ادنی سی ہے یہ تاثیر عود شباب ہوگا

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دو بار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ ؎

رکھتا نہین ہے مطلق تاب عتاب دل
پہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل

تقطیع۔ رکھتا ن مفعول ہی مطلق فاع لاتن تا بے ع مفعول تاب دل فاع لن پہلو م مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بضم تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال۔ ؎

ارے دل کہا تو مان تن زلف دوتا کو چھیڑ
خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ زلفِ دُ مفاعیل تاک چھیڑ فاع لان ہٗ خبردار مفاعیل کا کرے ہ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لاکُ چھیڑ فاع لان یہان پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہے اور اگر حشو مین بجائے فالات کے فاع لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال۔ ؎

ہو مواج جبکہ دل مین غم کا شطِ سیاہ
ہو پھر کیون نہ اُس مین دلی شناور لطِ سیاہ

تقطیع۔ ہ مُو واُج مفاعیل جبک دل فاع لن م غم کاش مفاعیل طے سیاہ فاع لان ہ پھر کیون مفاعیل اُس م دل کِ فاع لاتُ شناورب مفاعیل طے سیاہ فاع لان۔ اور عروض و ضرب مین بھی فاع لن درست ہے مثال۔ ؎

مرے استخوان پارہ اخگر سمجھ کے کھا
کہین جل نہ جائے اُنسے یہ تیرا دہان ہما

تقطیع مرے است مفاعیل خان پار فاع لات ہ اخگر س مفاعیل مج ک کا فاع لن کہی جل نَ مفاعیل جائے اُن س فاع لات یِ تیرا د مفاعیل ہا ہما فاع لن۔

ایضاً

رہی اسیر جب مقابلۂ چرخ پیر تھا
کہ گردون ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دو بار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال۔ ؎

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا
جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجھکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکاہ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ؎

دیگر

سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب آئے
پرچھائین پڑگئی یہ کسی رشک ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آ ای فاع لات نِ کے اس سَ مفاعیل بب مِ آئے فاع لاتن پرچھا مفعول پڑگئی ی فاع لات کسی رشک مفاعیل ماہ کی ہے فاع لاتن +
مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار مثال۔

مکرم الدولہ غالب

رہتے ہیں آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ | تنہا ہی لوٹتے ہیں یہ ساری بہار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آ ئینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ؛ تنہا ہ مفعول لوٹتے ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان۔

لمولفہ

ساقی یہ لاش مست کی ہو مسند زمین میں داب | اسکو خم شراب کے تو تہ نشین میں داب

ایک مصرع کے حشو میں بجائے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجائے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائیں اور دوسرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہے جیسا کہ منیر کے شعر میں ہے

ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدیں | رکھتے ہیں چشم ناخن سے انتظار ہاتھ

پہلا مصرع اسی وزن پر ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن مفعول فاع لان۔ تقطیع۔ ہو حکم مفعول تو گرہ دِ فاع لات ل اعدا کی مفاعیل کھولدے فاع لن ؛ رکھتے ہ مفعول یہ چشم ناخن فاع لاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ؛

انشاء اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
مستوں کا سر جھکے ہے صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
پھرنے لگا ہے لنگ غزال حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

کم قوت ایسے ہم نہیں اوقات اپنی یار
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
نبجہ ہی کرتے گذرتے ہے شیر اجم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن دوبار مثال۔

سودا

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا | کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا

تقطیع۔ آدم ک مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن کچھ آگ مفعول

رہ گئی ت فاع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن۔

منا صاحب

جسم صنم تو ناز و نزاکت سے مل بنا ‌‌ پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا

حسرت

نازک دلوں کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو ‌‌ پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو

لمؤلفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا ‌‌ اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سینۂ پرسوز کی بجھی ‌‌ گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جو دل اُسے تجھی نہ دے سکا ‌‌ ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا

تمام شعروں میں صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب فرماتے ہیں کہتا ہے۔ ع

سودا ہی زلف یوسف ثانی کا اسقدر ‌‌ روتے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار زار

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے۔ ع

کیا کیا نہ ذلتیں ہوئیں اس عشق میں نصیب ‌‌ عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہے اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہے اور فاع لاتن سالم مثال۔

شکوہ ہے کسی کا نہ ہمکو اے دل ‌‌ دے بیٹھے جان اپنا اسکو دے دل

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کا ن مفاعیل ہمکو اے دل فاع لاتن ٭ دے بیٹھے مفعول ہ جا ن ب مفاعیل اُس کو دے دل فاع لاتن ٭ یہاں پر ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو میں کم کر دیا ہے مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر۔ مفعول فاع لات مفاعیلن دوبار مثال۔ ع

پردہ اُٹھا جو اُس رخ روشن سے ‌‌ دن کا گمان ہے سارے زمانے کو

تقطیع۔ پردہ اُ مفعول ٹھا ج اُس ر فاع لات خ روشن سے مفاعیلن ٭ دن کا گ مفعول

ماہ سا ر فاع لاتُ زمانے کو مفاعیلن + ہ

شیشے مین ہم پری کو اُتارین گے	چڑھ جائینگے کبھی تو وہ قابو مین

تقطیع شیشے م مفعول ہم پری ک فاع لات اُتاریگے مفاعیلن + چڑجار مفعول گے کبی ءتُ فاع لات وقابو ے مفاعیلن آخر مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے جیسے ہ

سنتا ہون محتسب نے کیا ہے فرق	مے خانہ میکشان بلا نوشو

تقطیع سنتا ہ مفعول محتسب نِ فاع لات کیا ہے فرق مفاعیلان + مے خان مفعول مے کشان فاع لات بلا نوشو مفاعیلن۔

اسی مثال مین ہے یہ بیت بھی ہ

چھوٹے بڑے پہ کچھ ہے نہین موقوف	مے کش ہون مجھکو جام دے یا خم دے

تقطیع چھوٹے ب مفعول ڑے پہ کچ ہ فاعلات نہی موقوف مفاعیلان + مے کش ہُ فاعلات مجکُ جام فاعلاتُ دیا خم دے مفاعیلن + یہان مفعول اخرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور مفاعیلان مسبغ اور پہلے بیان کردیا گیا ہے کہ اس بحر کا جب کوئی جز گرائین گے تو فاعلاتن ہی گرائین گے نہ مفاعیلن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض وضرب مین محذوف ومقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض مین فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہے مثال ہ

کیون چاک گریبان گل نہ ہو	ہے تنگ قبائے شکست رنگ

تقطیع کیو چاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہ ہو فاع لن ہے تنگ مفعول قبا ے ش مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دوبار مثال ہ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر	تو چکیان چلین مرے سر پر

تقطیع تا صبح مفعول نیند آئی فاع لات ن دم بر فعولن + تو چک ک مفعولن یا چلی م فاع لات ر سر پر فعولن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دوبار ہ

بہتے ہین اشک چشم جگر بار		دل کھینچتا ہے آہ شرربار	
ہر بار چشم سے نگرے اشک		برسے نہین ہے ابر گہربار	
دل چھوڑکر کے جاتا نہ ہر بار		ہوتا نہ بزم یار مین گر بار	

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اجتثاث لغت مین بمعنی جڑسے اُکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم وفتح تاے فوقانی وسکون ثاے مثلث نام رکھا ہے گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑسے اُکھاڑی ہوئی ہی بس مجتث مثمن تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اور مجتث مسدس مین مس تفع لن مقدم ہی دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مس تفع لن وفاعلاتن کے بیچ مین ہی گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ مین سے اُکھاڑکر اور اول مین رکھکر مجتث مسدس کو حاصل کرلیا ہی یہان سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل مین مسدس کا نام ہی لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین اور اس بحر کو شعراے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہین اور فصحاے عجم مثمن کے سوا نہین لاتے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر مین رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون مین معاقبہ ہے یعنی معاً گرانا دونون کا جائز نہین اور اس بحر مین زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہین کہ دو سبب سے کہ رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہوے ہون چوتھا ساکن گرادیا جائے اور اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے جس مین دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہی اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین خبن۔ قصر۔ حذف۔ کف۔ ربع جحف۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ شکل ان مین سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہین اور قطع اگر اس بحر مین آئیگا تو فاعلاتن مین آئے گا نہ مس تفع لن مین۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن رہا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہوگیا مثال۔

		رند	
موافقت مین عناصر کی گر نفاق نہوتا		فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا	

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ؛ فراق رو مفاعلن ح ک قالب فعلاتن س ا تفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ؛

مرزا غالب

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو — حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے
دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر — نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

تمام اجزا مخبون ہیں اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آ سکتا ہے اسکو سکتہ کہتے ہیں۔ مثال ٭

تو ایک عمر سے بےچین و بیقرار پڑا تھا — سبب ہے کیا اب یہ دل جو اضطراب نہیں ہے

تقطیع تُ ایک عم مفاعلن رس بے چے فعلاتن نُ بے قرا مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن ٭ سبب ہ کا مفاعلن اب ا یہ دل مفعولن جُ اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن۔

مجتث مثمن مخبون مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دو بار (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخِ شوخ پر عتاب کو عیب — دگر نہ لگتا گہن سے ہے آفتاب کو عیب
اگر شراب کی موجیں نہیں سراب میں سانپ — خط شعاع سے لہرائیں آفتاب میں سانپ

تقطیع لگا نہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب ک عیب فعلان عین متحرک ہے لئے عروض و ضرب مخبون مقصور ہے اور باقی مخبون۔

مجتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن عین کے کسرے سے دو بار۔

عالی

صریح اسکو اگر حال دل جتا نہ سکے — تو کیا غزل میں بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

لمؤلفہ

جگر میں زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا — جو اپنی چشم سے سیلاب خون رواں نہ رہا
جنون کی پردہ دری سے جہاں میں پر فلک — کسی طرح سے مرا راز دل نہاں نہ رہا
جہاں ہم اُسکے لیے جاکے جبہ سا نہ ہوے
کوئی زمانے میں ایسا تو آستاں نہ رہا

مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دو بار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہیں مثال۔

عشرت

غضب وصال مین دلبر قلق ابھی سے ہے — سحر ہے دور مرا زنگ فق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت — کہ جھولی آپکے منھ پر شفق ابھی سے ہے

دونون بیتون مین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہے۔

مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے) دوبار مثال۔

ظفر

غضب ہی بنا ہے اُس شوخ خشمگین پر دانست — جو پیستا ہے سدا عاشق حزین پر دانت
رہا ہی شانہ صفت کش مکش مین وہ اک عمر — رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پر دانت

عروض وضرب مخبون ہے جسے مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

یاد رکھو کہ یہ چارون وزن متحد شمار کیے جاتے ہین اور ایک غزل مین جمع ہونا انکا جائز ہے مثال۔

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے سنکے وہ یون مبتلا کے قصے کو — کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت مین عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف۔

ظفر

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام — سمجھتا عشق مین ہر کون اضطراب کو عیب

عروض ومخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور۔

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی — الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی
میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافۂ مشک — عجب ہی لطف کی بو ہے ترے پسینے کی
ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا وہین دشنام — میان یہ بات بھی ہے کچھ بھلا قرینے کی

مولفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب ورتہ آب — کرے ہے ماہی کا خانہ خراب ورتہ آب
بھڑک کہین ترے نخنے کی دیکھ لی شاید — جو مچھلیون کو ہوا اضطراب ورتہ آب

نہین ہین ناف وہ آب روان کی گرتی ہین
اُلٹ گیا ہے کوئی یہ حباب ورتہ آب

سمجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکڑے کو
ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب ورتہ آب

جلے ہوے کی جو آتی ہی بُو یہ دریا سے
کلیجہ ہوتا ہے کسکا کباب ورتہ آب

ولہ

حرم مین کعبے مین بُت خانے مین کلیسا مین
تمھارے حُسن کا چرچا کہان کہان نہ رہا

ولہ

سمجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز
نہو گا مجھ سا زمانے مین جانمن پیدا

جرأت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے
تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے

بھلا پھر اُسکے اُٹھانے مین کیون نہ دیر لگے
کسی کی موت کسی کے جو انتظار مین آئے

فغان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ آہ
بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے

نکلین نہ وانسے اگر ہمکو گالیان لاکھون
وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئے

اُٹھے جہان سے نہ جرأت اُٹھا کے درد فراق
الٰہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین دو بار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کرکے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فَعِلَاتن بسکون لام بنا کر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فَعِلَاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن بکرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے حاصل ہو سکو مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو اے شاد
کہ دشمن جان ہوتا ہی بھائی بھائی کا

تقطیع کسی ک ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن اے شاد فعلان بسکون عین ؎ کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بای بامفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ؎ صدر و ابتدا دونون مصرعون مین

مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث - اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی -

شاد بدایونی

کسی کا جاہ و ثروت نظر نہین آتا	خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز شعث اور دوسرے مصرع کا حشو شعث نہین تقطیع کسی ک جا مفاعلن ہو ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن بسکون عین ٭ خراب ہو مفاعلن جی خانہ فعلاتن یہ خدنما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ٭

المولفہ

بنا بجھ کے خم زلف عنبرین کا تو	اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا بجھ مفاعلن ے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین ٭ اثر کرے مفاعلن ن کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن شے مے فعلن بسکون عین ٭

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دو بار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیالال مؤلف رسالہ بحر العروض کا شعر ہے

نکر تو جفا کاری نکر تو یہ عیاری	خدا سب سبھی مین ہے خدا سب سبھی مین ہے

تقطیع - نکر تو فعولن جفا کاری مفاعیلن نکر تو فعولن ے عی یاری مفاعیلن + خدا سن فعولن بسی مے ہے مفاعیلن خدا سن فعولن بسی مے ہے مفاعیلن ٭

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہے	کوئی تنگ جی سے یون مسیحا کم آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پر فعولن دمایا ہے مفاعیلن ٭ کُ ئی تن فعولن گ جی سے یو مفاعیلن مسیحا فعولن کمایا ہے مفاعیلن ٭ اس بحر مین قبض - کف قصر - حذف - ثلم - ثرم - تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم - ثرم - حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر - قبض - کف - حذف - تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی

بہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدۂ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جس مین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین ؎

یہ سحر کیسی ہے پُر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اِک دن باغ مین جا کر چشم حیرت زدہ وا کر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی رنگت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل بچون کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی تازگی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی لہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو و شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن و عرعر نخل میوے سے رہے بھر نفس باد معنبر درو دیوار معطر کہین قمری تھی مطوق کہین انگور معلق نالے بلبل کے مدقق کہین غوغائی کی لق لق استقلال شاد ہوا دل شل غنچے کے گیا کھل غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خورمی ہو گئی حاصل روح بالیدہ ہوا ئی شان قدرت دی دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا ؟

اور انشا کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین۔

بخداوندی ذاتے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حلیم ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف است لطیف ست و خبیر ست بصیر ست و نصیر ست و کبیر ست رؤف ست و غفور ست و شکور ست و ودود ست و مرا خلق نمود ست و بود خالق آفاق قسم مے خورم اکنون کہ مرا ہیچ بجز تو سر و کار نبود ست و مے از طرفت گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنواے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ۔

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دو بار مدید بر وزن جدید کے معنے کھینچے ہوئے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول و آخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہے شعرائے عرب کے یہان کثرت سے اور شعرائے فارس مین کمتر مستعمل ہے اور ریختہ مین

بالکل مستعمل نہین شاذونادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہے ابن جنی وغیرہ اس بحر کو مسدس لاصل بتلاتے ہین مگر صحیح قول اول ہے۔

مدید مثمن سالم۔ قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے ۔۔ پر نہ اُس کوچے کی باز آیا اب تک سیر سے

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑدی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن ٭ پر نہ اُس کو فاعلاتن چے کی با فاعلن زاٰ ے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر مین یہ حال ہی زیست کی صورت نہین ۔۔ آؤ جانی اب ہمین طاقت فرقت نہین

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہی فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن الخ۔

اور عروض و ضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی دُرست ہے۔

اور شعرائے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گرا کر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض و ضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مختلط اور غیر مختلط دونون طرح ہوا ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض و ضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہے جیسے اس شعر مین۔ ؎

خاک مین ملکر ہوے برباد ۔۔ دل لگانے کی ملی کیا داد

بروزن فاعلاتن فاعلن فعلان دو بار لیکن اسیر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہی لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ بحر مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف و ضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار رفتہ اند پس فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجائے یک حرف ہے اور زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروغ فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نمے دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سبب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبد الواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل۔ اور مربع اس بحر کا

بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشنما ہے ظفر کی یہ غزل سے اس غزل بر سب ظفر ؛ آفرین تجھکو کہین ؛ اسی وزن مین ہے۔

لمؤلفہ

درد کی حالت مری	کھدوجا کے یار سے
رات بھر ٹپکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بروزن فاعلاتن فاعلن دو بار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہے نہ مقصور۔

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار بسیط بفتح اول اور طاے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہے عروض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے فعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مخبول بھی لکھا ہے مگر مخبول اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اس مین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی ہے

گھبرا گیا گھر مین دل الفت ہوئی دشت سے	بہلائین دل اے جنون جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن دشت سے فاعلن ؛ بہلائے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کب اب مستفعلن گشت سے فاعلن ؛

صفی

تا حق بلا مین پڑا کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے یار مین کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (عین کے کسرے سے) دوبار مثال۔

	گویا	
دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا		یہ ہے سوال مرا گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکا دِ شک مفاعلن ل ذرا فعلن صنم برا مفاعلن ے خدا فعلن یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن نہ ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہین۔

بسیط مثمن مخبون - مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دوبار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن سے۔

	گویا	
دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری		ہوگئی مجھکو وہین بے خبری

تقطیع دیک کے تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ہوگئی مج مفتعلن کو وہین فاعلن بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ دوبار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین چونکہ یہ بحر جلد پڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ لاتے ہین اور شعراے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین طے خبن خبل۔ وقف کسف صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کسف وقف صلم جدع نحر مفعولاتُ مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دوبار طے مُراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولات کا واو بسبب طے کے گرکر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اُسکی تاے فوقانی دُور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

	شیفتہ	
غیر بھی کیون تجھ سے نباہے مگر		جرم وفا قابل تعزیر ہے

تقطیع غرب کو مفتعلن تج س بنا مفتعلن ہیگ گر فاعلن ؎ وم وفا مفتعلن قابل تع مفتعلن زیر ہے فاعلن ؎

شرک سے دل جبکہ جدا ہوگیا — سنگ سے بت بت سے خدا ہوگیا **نشاط**

عجیب

اشک غش زلف کو مین نے کہا — مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

چشم کو جو اپنی نہین کھولتا — کس کا یہ دل طالب دیدار ہے **مولفہ**

مار سیہ یا کہ ہے کالی بلا — زلف ہے یا کوئی شب تار ہے

مُردون کو ٹھوکر سے جِلاتا ہے وہ — ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دوبار مفعولات سے بسبب طے کے مفعلات بضم عین و تار ہا اور بسبب وقف تے ساکن ہوئی مفعلاۡت رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین۔ ؎

مرد سے بولے کہ نہ کر دو نکاح — زن سے کہے چار ہین شوہر مباح

دے کوئی ہندو گر اسے ایک دام — گائے مسلمان یہ یہ کردے حرام

عروض و ضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً نسیم دہلوی کے شعر مین ؎

آپ کے وعدون کو ہمارا سلام — دیکھے جھکے خوب اجی جاؤ بھی

اس وزن مین زحاف بدل بھی جاتے چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ؎

جس گھڑی اللہ اکبر کہا — کٹتا تھا لوگون کا چھری سے گلا

مفتعلن مفعولن فاعلن — مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہے قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اسکے ماقبل کو ساکن کردین پس نون گر کر لام ساکن ہوگیا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا تقطیع جس گھڑی ال مفتعلن لاہ اک مفعولن بر کہا فاعلن ؎ کٹ تت لو مفتعلن گون کچ ھری مفتعلن سے گلا فاعلن۔ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اُس مین بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین ہے کہ اسکی وجہ سے مستفعلن کا پہلا سبب خفیف حذف ہوکر تفعلن رہتا ہے

اور اسکی جگہ فاعلن لے آتے ہین پس صدر وابتدا مین یا حشو مین فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض وضرب مین مطوی مکسوف اور کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی ہر لیکن ظفر کی غزل مین جبتک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے۔ ؎

کی تھی کیا مجھ سے مرے یار شرط	کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض وضرب مطوی موقوف۔ ؎

دین وایمان ودل وجان لیکر	دینا بوسہ بھی ہے اکبار شرط
مفعولن مفتعلن مفعولن ؛	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کرکے حذف کر دیتے ہین پس مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ اُلفت مین	سر کٹنا بھی ہے سو بار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف۔ وقف سے مراد یہ ہر کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین

در پہ اُسکے نہ فغان کر اتنی ؛	ہے ادب بھی دل بیمار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان
چُپکا نہ رہ مرغ چمن دام مین	کچھ ہی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلان
راز نہان گریہ سے کُھل جائےگا	ہووے گا رُسوا سر بازار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛	مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن مین اس طرح ہوتا ہے کہ سین کو حذف کرکے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً۔ ؎

دل وجگر سُوز سے تھے داغ داغ	گھر مین نہ رکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز س سے مفتعلن داغ داغ فاعلان ؛ گرم ز رک مفتعلن تات و گر

مفتعلن کا چراغ فاعلان ؛ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے۔

سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دو بار مفتعلن مطوی ہے اور مفعولن مقطوع اور یہ دونون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہے اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کر کے تاے آخر کو ساکن کر دیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔ مثال۔ ؎

نالہ ہمارا ہے تیز زون ؛ سنگ کو بھی کرتا ہے چور سا

تقطیع نال ہما مفتعلن را ہے تہ مفعولن زون فاع ؛ سنگ کب بی مفتعلن کرتا ہے مفعولن چور فاع۔ حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجاے مفعولن مقطوع کے مستفعل مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین جبکہ کف نہین لکھا ہے پھر بیان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سواے مس تفع لن منفصل کے نہین ہوسکتا ہے لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گر جائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہے گا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا روا ہوا ہے۔ جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین۔

از معیار البلاغت

تو ہے سراپا حسن اور ناز ؛ مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سرا مفتعلن پا حسن مفعولن ناز فاع ؛ مے ہ مجس مفتعلن سم سوز گ مستفعلُ داز فاع +

سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دو بار نحر سے مراد ہے دو سبب خفیف اور حرف آخر کے گرانے سے پس مفعولاتُ سے مفعو اور تُ گر کر لا منحور باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا مثال۔ ؎

عشق کا دیوانہ ہے دل ؛ ابرو سے اُس کی جان بسمل

تقطیع عشق کدی مفتعلن وانا ہے مفعولن دل فع ؛ ابرس اس مفتعلن کی جا بس مفعولن مل فع

سریع مسدس مخبون مکسوف مفتعلن مستفعلن فعولن دو بار سبب خبن کے مفعولاتُ

معولات بضم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے تے گر کر معولا مخبون مکسوف ہوگیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال ہے

	اے دل بجا زلفون مین اُس صنم کی		ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہے اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اُردو مین مستعمل نہین۔

تقطیع اے دل بجا مستفعلن زلفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہین چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہین بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوے ہین اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعرائے فارسی اور شعرائے ریختہ نے سوائے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہین کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال مین آتے ہین اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہین کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہین آتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف واقع ہوتے ہین خبن شکل قصر حذف تشعیث جحف تسبیغ کف رکن مس تفع لن مین خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہین اور فاعلاتن مین خبن کف شکل حذف تشعیث جحف اور تسبیغ آتے ہین چونکہ اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہین آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے اول مین دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہان اول مین ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رکن مس تفع لن مین نہین آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن مین آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رکن یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہین اور مثمن ہونے کی صورت مین آخر مین ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو مین اسکے استعمال کی جو صورتین ہین وہ ہم بیان کرتے ہین اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال۔

لمؤلفہ

دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن	نظر آئی نہین وصال کی صورت

تقطیع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ؛ نظر آئی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لک صورت فعلاتن ؛ اس بحر کے اوزان مین صدر وابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہون یا فعلاتن مخبون آوین ایک حکم مین ہین چنانچہ یہ شعر اسی وزن مین ہے۔

لمؤلفہ

مثل گل رنگ چہرے کا ہوا فق ہے	غنچہ سان درد سے جگر ہوا شق ہے

تقطیع۔ مثل گل رن فاعلاتن گ چہر کا مفاعلن ہوا فق ہے فعلاتن ؛ غنچ سا در فاعلاتن د سے جگر مفاعلن ہوا شق ہے فعلاتن۔

مرزا غالب

وہ فراق اور وہ وصال کہان ہے	وہ شب و روز و ماہ و سال کہان ہے
فرصت کاروبار شوق کسے ہے	ذوق نظارۂ جمال کہان ہے

یہ دونون شعر مرزا غالب کے ہین اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعون پر لفظ ہے بڑھا دیا ہے۔

خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دو بار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہو گیا اور اس مین تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جس کو فعلیان بہ تشدید یاے تحتانی سے بدل لیا مثال ے

پاس سے اُسکے دور کر کے فلک آہ	یون ہنسا کر ہمین رلانا تھا اے واہ

تقطیع۔ پاس سے اُس فاعلاتن کے دور کر مفاعلن کے فلک آہ فعلیان ؛ یو ہنسا کر فاعلاتن ہمے رُلا مفاعلن نا تھا اے واہ فعلیان۔

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دوبار مثال۔

قلق

نکہت اُس جان بلب کی سنکے یہ بات	ابھی ہوجاتی ہے حضور حیات

تقطیع۔ نکہت اُس جا فعلاتن بلب کی سن مفاعلن کے یہ بات فعلان ؛ اب ہو جا فعلاتن تی ہے حضور مفاعلن حیات فعلان ؛ صدر وابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان مستمند

ترخ تک وصل کی ہے یار اُمید	ہے مثل ایک دم ہزار اُمید

اسی مثال مین ہے یہ شعر مثنوی مہر و ماہ مولفۂ نواب علی بہادر خان علی تخلص کا سہ

صبح کے جب عیان ہوے آثار	ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی ایبار

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

انھین باتون مین تھا وہ رشک چمن قلق	آ رجواتے مین قبیل قطع سخن

تقطیع ان باتو فعلاتن م تا در شہ مفاعلن ک چمن فعلن آ ر ج اتے فعلاتن م قبیل قطمفاعلن ع سخن فعلن صدر و ابتدا سالم کی مثال۔

برہان الدین زاد

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے	پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے
اب مارا قضا کا نام کیا مؤلفہ	واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن لسکون عین دوبار۔

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے	نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن نگہے چش فعلاتن م سرمہ سا فاعلن کا ہے فعلن اور صدر و ابتدا سالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے	قبر مین ان کے ساتھ جائین گے
قوم کیا کہکے ان کو روئے گی	نام پر کیونکہ جان کھوئے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا	نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان لسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار	نکل آئی تو اے جگر افگار

تقطیع کی کڑی بر فعلاتن م چوڑ کر مفاعلن گر بار فعلان ؛ نکلائی فعلاتن تُ اے جگر مفاعلن
؛ نگار فعلان ۔ صدر و ابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بد دور وہ نشیلی آنکھ — صفت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پر بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اُٹھا — اُسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہی اور ضرب مخبون مسکن محذوف۔

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے — کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین مجھکو پھرتا دیکھ — رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دل تجھے کو رہے ترستے ہم — نہ کیا تونے رحم پر نہ کیا ؛
سب کے جوہر نظر مین آے درد — بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا ؛

مولف

ہو گیا جو فنا حباب آسا — وہی دریاے غم سے پار ہوا
چشم سے اشک نے نکل کے کیا — دل کے جانے کا با تراب شتاب
عمر ہستی مین جو کوئی آیا — مٹ گیا جلد وہ بسان حباب

بحر خفیف مربع مخبون۔ فاعلاتن مفاعلن دو بار مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے آخر مین مفاعلان بھی جو مس تفع لن سے مخبون مذال ہے آسکتا ہے۔ مثال۔

ہم ترستے رہین نگار — ہو تو اور ون سے ہم کنار
منتظر ہم رہے ہزار — وہ نگاہین ہوئین نہ چار

	روتے تم کیون ہو زار زار		مجھ سے پوچھا رقیب نے	
	ہے یہ آئینہ پر غبار		دل مکدر ہے یار سے	
	بہت ہون دل مین شرمسار		موت آئی نہ ہجر مین	

تقطیع ہم تر ستے فاعلاتن رہے نگار مفاعلان+ ہوت آ ئی نہ فاعلاتن اس ہم کنار مفاعلان۔ فاعلاتن سالم ہے اور مفاعلان مخبون مذال۔

پہلے دونون شعرون کے عروض وضرب مین مخبون مذال ہے باقی تینون شعرون کے عروض مین صرف مخبون اور ضرب مین مخبون مذال۔

دیگر

	پیش چشم اُس کا ہو جمال		ہے خدا سے یہی سوال	
	ذکر اُس ماہ کا نکال ۸		شب یہ گذرے کسی طرح	

کبھی رکن فاعلاتن بھی مخبون ہو کر فعلاتن آتا ہے جیسے۔

	نہ بچا اک قبا کا تار		اے جنون تیرے ہاتھ سے	

تقطیع۔اے جنو تے فاعلاتن رہات سے مفاعلن +

نہ بچا اک فعلاتن قبا کا تار مفاعلان۔

(۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔ یہ بحر نئی ہے اور بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین فاعلاتن مین خبن وکف واقع ہوتے ہین اور مس تفع لن مین خبن وقصر و اذالہ آتے ہین قدمائے عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے متروک فرمایا۔

جدید مسدس سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال۔

لمؤلفہ

	کچھ نہین باقی رہا اب جُز نام دل		لے گیا وہ بیمروت آرام دل	

تقطیع۔ لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی با فاعلاتن

ئی رہا اب فاعلاتن جزنام دل مس تفع لن -

جدید مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن دوبار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفع لن سے مخبون ہے اس وزن مین انشانے ایک غزل لکھی ہے -

غزل

تجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون تپش و درد داغ دل
نہ تجھے لازم ہے تغافل اے ساقیا	مے عشرت سے تہی ہو ایاغ دل
نہ بجھے باد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار خدایا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحر دن مین کیجے پڑھ	نہ ملا اس مین بھی انشا سراغ دل

تقطیع - تجے حاصل فعلاتن ہُ جُ ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن تُ رہے کُو فعلاتن تپشو در فعلاتن دداغ دل مفاعلن -

انشا

نہ کرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو ہی پھر وہی دو دو پہر نہین
جو کہا مین لے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ کچھ اس کا ڈر نہین
ابھی اُڑنے لگے قارون کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف - فاعلات مس تفع لن دوبار فاعلات مکفوف ہے کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہے گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہ گیا اور مس تفع لن سالم رہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہو گیا ہے - مثال سے

اعتبار کچھ تو رکھو	اتنے بدگمان مت ہو

تقطیع اعتبار فاعلات کچ تو رکو مس تفع لن اتن بدگ فاعلات مانمت ہو مس تفع لن -

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین - اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس مین پانچ زحاف آتے ہین کف - خرم - خرب - قصر - حذف پہلے تین ۳ زحاف

مفاعیلن میں آتے ہیں اور دو پچھلے فاع لاتن میں۔

قریب مسدس مکفوف۔ مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ؎

ترے غم میں پیارے نکل گیا دل		شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل	

تقطیع ترے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ؛ شرارے س مفاعیل ۂ فرقت ک مفاعیل اجل گیا دل فاع لاتن۔

قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور۔ مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دوبار مثال ؎

کروں شکوہ شکایت نہ کیوں بھلا		مرے غم سے اُسے ہے خبر نہیں	

تقطیع کرو شکوٗ مفاعیل شکایت ن مفاعیل کو بلا فاع لن + مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل بر نہی فاع لن۔

قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ؎

کیوں کرتا ہے مجھکو تو یار رسوا		پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا	

تقطیع کیوں کرت مفعول ہ مجھکو ت مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ؛ پر تجکُ مفعول ملے گان مفاعیل مُج س شیدا فاع لاتن ؛

قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اسی سے مکفوف ہے اور فاع لان فاع لاتن سے مقصور ہے۔ ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط		گستاخ ہیں ہم اور وہ بدمزاج	

تقطیع۔ اُس شوخ مفعول س پیدا ہ مفاعیل کیس ربط فاع لان ؛ گستاخ مفعول ہ ہم اور و مفاعیل بدمزاج فاع لان۔

قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دوبار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال ؎

اے یار چلو باغ سیر کو		پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو	

تقطیع ای یار مفعول گجلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن ۲ پر سات مفعول نہ لے چلئن مفاعیل غیر کو فاعلن ۲

قریب مسدس اخرم اخرب مفعولن مفعول فاع لاتن دو بار خرم مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن آخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجماع خرم و کف سے پس مفاعیلن میں حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر کر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔ ے

دُکھ بھگتے اس عشق کی بدولت		مدت تک پائی نہ ہم نے راحت	

تقطیع دُک۔ بھگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ۲ مدّت تک مفعولن پائی ن مفعول ہمنے راحت فاع لاتن ۲

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دو بار مناسب یہ ہے کہ یہان اخرم کو مخنق کہین۔ ے

جانی چلو جلدی اُٹھ کھڑے ہو		مت جاؤ اتنی خفگی نہ کیجئے	

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اُٹ کرڑے ہو فاع لاتن الخ۔

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار ہے اور مشاکل بضم میم و فتح شین معجمہ و کسر کاف و سکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر بحر قریب کی مانند ہے۔ تھوڑا سا فرق ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعراے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر مین تین زحاف کف۔ قصر۔ حذف۔ واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونون کا زحاف ہے اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے۔

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دو بار مثال۔ ے

بارِ غم کو اُٹھا نا ہی پڑا آہ		داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ	

تقطیع اس طرح ہے بارِ غم کُ فاع لاتُ اُٹھانا ہ مفاعیلُ پڑا آہ مفاعیل ۲ داغ ہجر فاع لات کُ کانا ہ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ۲ بسبب کف کے گر کر فاعلاتن سے فاع لات بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہوکر

اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہے اور عروض و ضرب مین فعولن محذوف بھی درست ہے محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعراے قدیم اس بحر کو مثمن کرکے اشعار کہا کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا۔

مثال کل مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دوبار فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال ؎

	لوٹتے ہین شعب روز مست یون لبسر خاک	جون بہار مین انگڑائیان ہین شجر تاک	

تقطیع لوٹتے ہ فاع لات شعب روز مفاعیل مست یوب فاع لات سرے خاک مفاعیل ہا جو بہار فاع لات م انگڑاہو مفاعیل یا لے ش فاع لات جرے تاک مفاعیل۔

یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش اور بزرجمہر وغیرہ نے ایجاد کی ہین اور شعراے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے اُن کا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت ہلکے ہین ایک **مکفوف** مقصور مفاعیل فاع لات فاع لان دوسرا اخرب مفعول فاع لاتن فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہے یاد رکھو کہ فع بحر مضارع مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا اور جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہے پس جس نے یہان فع کو مجحوف کہا ہے یہ اسکی سخت غلطی ہے ہان فع کو مجبوب مکشوف کہہ سکتے ہین اور اس صورت مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلاے گا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف دو وزن ہین ایک **مطوی**۔ فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم معقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے ملتا ہے اور دوسرا مخبون مذال مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ ہے اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہے مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن کامل موقوض مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سبک ہین ایک **مکفوف** مقصور فاع لات فاع لات مفاعیل اور دوسرا **محذوف**۔ فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف

مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید کے بھی اخف یہ دو وزن ہین مطوی موقوف فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہے اور مخبون مکسوف مفاعیل مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف لیئے فاع لاتن مفعولن فاع لان اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین مگر یہ وزن بحر رمل کو مشعث مقصور اور محذوف کر کے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق بولین جیسا کہ ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آتی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہے اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعلن مفاعیل مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ خفیف وزن ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح اس بحر کے وزن سالم کا حال ہے اور بحر جمیم کا سبک تر وزن مخبون ہے جسکے رکن یہ ہین فعلاتن مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہے کچھ بھی تفاوت نہین اور یہ بحر ایک رکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہے چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس تفع لن مگر یہ دونون وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہم نے مثالین ترک کر دین۔

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش وار کان ثقیل ہین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع بفتح تاے فوقانی و سکون خاے معجمہ و کسر لام و یاے معروف و عین موقوف کہتے ہین۔

(۲) توجیہ الوافی لمصطلحات العروض والقوافی مین لکھا ہے کہ تحریر بجاے حطی بر وزن تفعیل بحر کے اختلاف و تغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نہ کر جائے کیونکہ

جو بحرین آپس مین متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہو اُن مین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیسا کہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہو گیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین۔

کہا لیلی نے کچھ شعلے سے جو اُسکو نہان لپٹے	انشا	یہ خوبی اُنکی سادیسی جہان لپٹے وہان لپٹے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی بھی اب پڑھ		کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ سان لپٹے
گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے		یہان تو آٹھ پہر رہتے ہین مخمل لپٹے
اگرچہ ہمسے وہ سو بار متصل لپٹے		پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا۔

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھالے	فلک اپنی پشت خمیدہ کو تھامے

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع وزن تقارب مثمن مین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کا بتان کور سواد کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یون ہو مصرع

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھالے

مولوی سید محمد عبدالرشید متخلص برشید شعر غالب کے تکملے مین کہتے ہین۔ ؎

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد	عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے
دیار دو سرا ہی کب دہر مین بتا تو	پھر کیا یہ تو تو مین مین ہی کیا قیل و قال ہے

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن۔

(۳) اختلاف غیر معتاد۔ بھی عروض بحر مین عیب ہے جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین اگر حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور اس عیب کا نام قعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد و غیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین پس نظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوذ یعنی فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے۔

چھٹا شہر رباعی کے بیان مین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعراے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہے معیار البلاغت مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثناے راہ مین امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی لڑھک کر جا پڑا تب وہ خوش ہوکر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو ۔ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس ۲۴ وزن اختراع کیے مگر یہان ایک امر قابل غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ سنہ ۲۵۱ ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد وہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھ کر معاری طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی ہے ۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقا لڑکے کا لفظ لکھ دیا ہے اور رودکی کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفاے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اُسکے پاس کھڑے ہوکر تماشا دیکھنے لگا امیر زادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آگیا امیر زادہ ناامید ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑھک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیر زادے کے مُنھ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو ۔ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اس کو جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہوکر تقطیع کی تو بحر ہزج مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے ساتھ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہوگیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کرکے رباعی نام مقرر کیا ۔ شمس الدین محمد بن قیس نے المعجم مین بیان کیا ہے کہ ترانہ اسکو اسلیے کہتے ہین کہ ارباب موسیقی نے اس وزن پر اچھے اچھے راگ بنائے ہین عربی مین ایسے اشعار کو قول بولتے ہین اور کسی خاص راگ وغیرہ کے لحاظ کے بغیر صرف اشعار کے لحاظ سے دوبیتی کہتے ہین کیونکہ اس مین دو بیت سے زیادہ نہین اور عرب مستعربہ رباعے

بولتے ہین کیونکہ یہ بحر ہزج مین ہے اور وہ اشعار عرب مین مربع الاجزا ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت عربی کے اعتبار سے بمنزلے دو بیت کے ہوئی لیکن وہ زحاف جو رباعی مین مستعمل ہین عرب کے اشعار مین نہ تھے اسلیے اس مین اگلے زمانے کے شعراے عرب نے شعر نہ کہے متاخرین عرب نے اسکی طرف خوب رغبت کی اور عربی مین اس کا بڑا رواج ہوگیا ابن قیس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ ائمۂ خراسان سے ہے ان چوبیس اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجر ایجاد کر کے اُن مین لکھا غرضکہ زحاف اس مین نو آتے ہین خرب۔ خرم۔ قبض۔ کف۔ ہتم۔ جب۔ تبر۔ تشتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کر بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اور اوزان سب کا جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دوسرے مصاریع بھی انھی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی وزن مین لکھین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نہ کرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہو سکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض وضرب مین فعول اور فاع ہین ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض وضرب فعل اور فع واقع ہوے ہین جمع نہین ہو سکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اس کی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزن پر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان مین سے ایک ایک وزن پر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزن پر ہون اور بعض ایک وزن پر ہون جیسا کہ ان رباعیون مین ہے۔

میر تقی

جانان نے ہمین کچھو نہ جانا افسوس	جو ہمنے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
تب آئے ہین دیر کی قیامت ابتو	آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ؛

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام	تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام

تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزن پر ہی مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزن مین ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہی مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

منشی اسمٰعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے بسی نے پایا اپنا ساتھی تمام دنیا مین منیر	ہونٹوں تکانہ قرب بھی ہنسی نے پایا ڈھونڈھا تو مجھی کو بے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول ۔

امانت

ہر گل کو خجل داغ جگر سے پایا دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	بلبل کو ندیم شور وشر سے پایا پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع ۔

غالب

جن لوگون کو ہی مجھسے عداوت گہری دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	کہتے ہین مجھے وہ رافضی اور دہری شیعی کیونکہ ہو ماوراء النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے وچوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر مین نہین کہی جاتی اور قصیدہ وغزل کا رباعی کے وزن مین کہا جانا درست ہے پس جو لوگ واقف ہین وہ عوام کی طرح ہر ایک وزن کی دوبیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہین گے لیکن منتہی العروض کے مؤلف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورۂ بالا سے خارج ہو تو اُسکو قطع کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطع کے مقابلے مین تردد سے خالی نہین اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہین ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی مین ہے بلکہ رباعی اتحاد واختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے

بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی مصرع ان وزنوں سے خالی نہین ہوتا اور مؤلف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول و لاقوۃ الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہین گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن ہین اُن مین سے ایک وزن لاحول و لاقوۃ الا باللہ بھی ہے پس وزن رباعی اس مین منحصر نہین جیسا کہ اُس نے سمجھا ہے۔

واسطی

	عاشق مین ہوا ہون اک بُت کا ناکام اب کفر سے مطلب ہی نہ اسلام سے کام		کچھ کام نہین ہے مجھکو جز نالۂ و آہ لاحول و لاقوۃ الا باللہ

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین رکن **مفاعیلن** سالم ہے اور **مفعولن** اخرم ہے جسکو مخنق بھی کہتے ہین اور **مفعولُ** بضم لام اخرب ہے اور **مفاعلن** مقبوض ہے اور **مفاعیلُ** مکفوف ہے لام مضموم سے اور **فعول** اہتم ہے لام موقوف سے اور **فَعَلْ** مجبوب ہے اور **فع** ابتر ہے اور **فاعلن** اشتر ہے اور **فاع** ازل ہے اُن چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرب ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس اوزان تشریح کے واسطے دائرون مین لکھے جاتے ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علیحدہ علیحدہ دائرے مقرر ہین۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اول یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **دوم** یہ کہ ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **سوم** یہ کہ دونون جز حشو کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون **چہارم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون۔ **پنجم** یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ششم** یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ہفتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون **ہشتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون **نہم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور

دوسرا اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون گیارہم یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون بارہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون دوازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون ۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا



مثالون مین وہ نمبر لکھدیے جائینگے جو دائرون کے اوزان کے مقابل لکھے ہوے ہین ۔

عزیز بریلوی

۷	ہے شبنم حیران کو مجھ سے یہ حجاب	آنکھون کو کرے چار نہین یہ اُسے تاب	۱۰
۶	حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے	آئینے کی آنکھون مین بھر آتا ہے آب	۲

تقطیع ہے شبن مفعول م حیرا کو مفاعیلن مج سے ے مفعول حجاب فعول ٭ اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آا کو ک مفعول کرے چار مفاعیل نہی یے اُ مفاعیل س تاب تاب فعول ٭ تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت ک مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہے فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آئی ن مفعول ک آا کو م مفاعیل بر آتا ہے مفاعیلن آا ب فاع۔

ایضاً

۳	سرمایۂ غفلت ہے تماشاے جہان	بینا ہے وہ جو نہ وا کرے آنکھ یہان	۱۲
۵	ہر پردۂ دید ہے حجاب غفلت	عارف ہی کو کھلتا ہے یہ راز نہان	۸

تقطیع سرمائے مفعول یِ غفلت ہَ مفاعیل تماشاے مفاعیل جہان فعل + بیناہ مفعول وجو نہ وا مفاعلن کرے آک مفاعیل یہا فعل + ہر پردَ مفعول یِ دیدہَ مفاعلن حجابے غف مفاعیلن لت فع + عارف ہِ مفعول ک کُھلتا ہے مفاعیلن سے راز نِ مفاعلن ہان فع +

ایضاً

۱۱	ہے اہل سخا سے چرخ دون بر سر جنگ	پایا ہے خسیسون نے تاج و اورنگ	۴
۹	غنچے سے چمن مین ہے یہ معلوم ہوا	زر جس کی گرہ مین ہے وہی ہے دل تنگ	۱۱

تقطیع ہے اہل مفعول سخا س چر مفاعلن رخ دو بر س مفاعیل سر جنگ فعول + پا یا ہَ مفعول خسیسون نے مفاعیلن تاجو آو مفعولن رنگ فاع + غنچے س مفعول چمن مے ہے مفاعیلن ہے معلوم مفعول ہوا فعل + زر جس ک مفعول گرہ م ہے مفاعلن وہی ہے دل مفاعیلن تنگ فاع۔

امیر مینائی

۵	بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو	۵
۵	ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تم کو	لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو	۵

چارون مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفر مفعول حیات جا مفاعلن ودانی تم مفاعیلن ہو فع ٭ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعلن دگانی تم مفاعیلن ہو فع +

ہم سے ن مفعول ملوت خا مفاعلن ک نجھے تم مفاعیلن کو فع ؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن رج پانی تم مفاعیلن ہمی فع ؛

مولوی محمد اسمٰعیل

۱۰ تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال — کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال ۱
۵ خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی — ہان راہ طلب مین شرط ہے استقلال ۱

تقطیع تیزی ن مفعول ہِ منجمل مفاعیل ءِ اوصاف مفاعیلن کمال فعول ؛ کچھ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلو دی می مفاعیلن چال فاع ؛ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچھوا با مفاعیلن زی فع ؛ ہان راہ مفعول طلب م شر مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع۔

ناسخ

۶ وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی — تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی ۶
۲ ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف — اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی ۵

تقطیع وہ خط ن مفعول ہِ لکتا تُ مفاعیل ہُ کیوں دل تن مفاعیلن گی فع ؛ تازہ ے مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نام مفاعیل کے لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کُ بی مفاعلن ہ عذرے لن مفاعیلن گی فع۔

ولہ

۶ ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی — تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی ۵
۱۱ کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست — پر تربت کا ہنوز امتحان ہے باقی ۶

تقطیع ہے جسم مفعول مرا اور مفاعیل نہ جاہ با مفاعلن قی فع ؛ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخا ہے با مفاعیلن قی فع ؛ کرتاہ مفعول خدات ام مفاعلن تحا تا دم مفاعیل م زلیست فعول ؛ پربت ک مفعول ہنوزام مفاعلن تحا ہے با مفاعیلن قی فع۔

رند

۱۱ عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید — عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید ۱۱
۱۱ اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد — ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید ۱۱

تقطیع۔ عیدے ر مفعول مضاہ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ؛ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کِ آثار مفاعیل پدید فعول ؛ اَل لاہ مفعول وزیر ہن مفاعلن د کو رکّ کے

مفاعیلن شادفاع ؛ ہر شب ہ مفعول شبے برا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فعول ؛

تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدر والابتدا

اخرم الصدر والابتدا سے مُراد وہ ہے جسکے صدر و ابتدا مین مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہون پانچوان یہ کہ حشو اخرم اور عروض ضرب ابتر ہون چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک سالم ہو اور عروض وضرب ابتر ہون ساتوان یہ کہ حشو کا ایک اخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض وضرب اہتم ہون اٹھوان یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہون نوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرم اور ایک اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون دسوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرب اور ایک جز مکفوف اور عروض ضرب مجبوب ہون گیارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک جز مکفوف اور عروض وضرب اہتم ہون بارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرم اور ایک جزاخرب اور عروض وضرب اہتم ہون۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرۂ اخرم الصدر والابتدا



مثالون مین یہان بھی مصرعون کا مقابلہ اوزان رباعی سے ہندسے لکھکر کیا جاے گا۔

غزیر

١٠	لازم ہے انسان کو ہو سب سے جُدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا	٨
٣	وحدت سے ہی فروغ خورشید فلک		شہرت عزلت مین ہے مثال عنقا	٦

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول کو ہو سب سے مفاعیل جدا فعل ٭ ہوتا ہے مفعولن مشہور مفعول رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ٭ وحدت سے مفعولن ہے فروغ فاعلن خورشید مفاعیل فلک فعل ٭ شہرت عز مفعولن لت مین ہے فاعلن مثال عن مفاعیلن قا فع ٭

منشم

٧	دنیا مین ہنسنے سے بشر کون ہی پاک		لیکن ہے دیوانہ اگر ہو بے باک	٢
٩	دیکھو تو گلشن مین گل نے یہ کیا		ہنستے ہنستے دامن کر ڈالا چاک	٤

تقطیع۔ دنیا سے مفعولن ہنسنے سے مفعول بشر کون مفاعیل ہی پاک فاع + لیکن ہے مفعولن دیوان مفعول اگر ہو بے مفاعیلن باک فاع + دیکھو تو مفعولن گلشن مے مفعولن گل نے سے مفعول کیا فعل + ہنستے ہنس مفعولن تے دامن مفعولن کر ڈا مفعولن چاک فاع

ولہ

١٢	ہین باغ عالم مین کیا کیا گل و خار		لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار	١
٥	بینائی آنکھون مین نرگس کے ہو		گلشن مین تب کرے تماشاے بہار	١١

تقطیع ہین باغے مفعولن عالم مے مفعولن کا کا گُ مفعول لُ خار فعول ٭ لیکن ہے مفعولن دیدے فاعلن بصیرت در مفاعیلن کار فاع ٭ بینائی مفعولن آنکو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ٭ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشا سے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب و اوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب و وتد زائد ہونگے وہ ثقیل و نامطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرۂ اخرم کے اوزان سے سبک و مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اس مین پانچ سبب ہے در پے جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہے کہ اسمین سب سبب جمع ہوے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہے اور اخرم کے اوزان مین سب سے سبک یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ

اس مین چار سبب اور چار وتد آئے ہین۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھا کر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلات علی ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف کے بھی تینون رُکن بڑھائے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علٰحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فَعَل ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کر کے فعولن بنا لیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملا کر فعلن بکسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کر کے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملا کر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھا کر بحر ہزج مسدس مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بروزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کر لینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہے تو انھین کے ہموزن نئے رُکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزنون کے جو دو حصے کیے ہین ان مین ہر حصے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس[۴۱] ہزار چار سو بہتر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصے کے بارہ وزنون مین سے ہر اک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس[۱۴۴] ثنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۲
۱۲
———
۲۴
۱۲
———
۱۴۴

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس طرح سے

طرح سے لگایا جائے گا تو اس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس کو ایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چار سو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

```
 ۱۴۴
  ۲۴
----
 ۵۷۶
۲۸۸
----
۳۴۵۶
```

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

```
 ۳۴۵۶
   ۱۲
-----
 ۶۹۱۲
۳۴۵۶
-----
۴۱۴۷۲
```

اور جب ایک حصّے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر شکلین ہوئین تو ظاہر ہے کہ دونون حصون کی اس سے دُگنی یعنے بیاسی ہزار نو سو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہوگا الحمدللہ بحور کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پُر لطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس مین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور غرض اُسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ شعر ایسے قافیون کے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر پیدا ہو اور غایت اُسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور مبادی اُسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیون مین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُس مین مرکبات موزون سے انکے اواخر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے حاشیہ کبری

مین سید محمد و منہوری نے لکھا ہے کہ اس علم کا موجد امرأ القیس کا ماموں مہلہل بن ربیعہ ہے لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرون مین امیر کے ؎

وقت رفتار ہے زرریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم	لو لگائے ہوے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہردم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علیحدہ نہین آسکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمہ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا الحاصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے - ردف - قید - تاسیس - دخیل - روی - وصل - مزید - خروج - نائرہ - لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اس کا ترک اسکے اختیار سے باہر اور دور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور ہے -

روی کا بیان

روی رائے مہملہ کی فتح اور واو کے کسر اور یائے معروف سے لفظ کے اس حرف آخر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہو اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہے اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم - کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزرع تن مین ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو در سے خالی

خشک سالی مین یاے زائد ہے اور خالی مین یاے اصلی۔

ولہ

محنت زدۂ ستم رسیدہ ‌ ‌ ‌ از دفتر دوستان جریدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی

میر حسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی ‌ ‌ ‌ ہر ایک عالم شوق مین تھی کھڑی

انیس

کس مرتبہ تھا لطف و کرم ربّ غنی کا ‌ ‌ ‌ تھا زہد اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش مین ہے اب روضہ رسول عربیؐ کا ‌ ‌ ‌ اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبیؐ کا

باقی آٹھ حرفون مین سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف۔ قید۔ تاسیس دخیل۔ روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے اور وصل و مزید و خروج و نائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا۔ حرف روی ساکن ہوگا اس صورت مین اسکو روی مقید کہین گے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین۔ ؎

مری جانب سے چھاتی تمنے کر لی یار پتھر کی ‌ ‌ ‌ بنائی ہے دلو نکے درمیان دیوار پتھر کی
پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتون سے ‌ ‌ ‌ مگر کر لی ہے چھاتی صورت کہسار پتھر کی

یار دیوار کہسار مین حرف روی رائے مہملہ ساکن ہے اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو لفظ اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو روی مطلق کہتے ہین مثال۔

سودا

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون ‌ ‌ ‌ مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے۔

انیس

پرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے ‌ ‌ ‌ ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے

اس شعر مین تاے فوقانی متحرک روی مطلق ہے۔

المؤلفه

میں دیوانہ ہوں اے ساقی کسی کی چشم میگوں کا
کیا خاموش وہی باتوں میں اس گل نے اک بجی

پلا دے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہیں

ردف کا بیان

جاننا چاہیے کہ ردف بکسر اول و سکون دال مہملہ و فا دو قسم ہے ردف مطلق اور ردف زائد **ردف مطلق** اُسے کہتے ہیں کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ میں سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر میں الف اور واو اور یاے ساکن اور جو یاے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو ردف نہیں جیسے واو دور اور جور کی اور یاے تحتانی خیر اور سیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے۔ **فائدہ** الف اور واو اور یاے ساکن کو حروف علت کہتے ہیں پس اگر انکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہیں جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہ ہو جیسے دور اور بیر تو لین بروزن دین کہلاتے ہیں اور جہاں کہیں الف ساکن آئیگا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جہاں فتح ہو تو بعد اسکے الف ہی ہو بلکہ کبھی واو اور کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیحہ میں سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہیں گے جیسے باپ یار اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قَلَم کَرَم سَفَر حَضَر وغیرہ اور یہ حروف واو اور یا کی دو صورتیں ہیں ایک معروف ایک مجہول واو معروف یا مجہول کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہیں جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف ردف غالباً اصلی ہوتے ہیں کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہو اور حکم میں حرف اصلی کے کر لیا جائے تو بالضرور حرف ردف بھی زائد ہوگا جیسے زرّین اور قالین میں۔

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرین بچھا

چونکہ نون غنہ زرین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرین کی قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرین مین زائد ہے اور یہ دونون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	للمولفہ	کیونکہ ہے وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث		کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
شانہ سان ہمنے کیا ہے دلکو اپنے چاک چاک		اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دل کو جلا سینے مین خاکستر کیا		ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

اِس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

انسان اور سُلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان آصف

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

عیار اور یار مین راے مہملہ حرف روی ہے اور الف حرف ردف

ردف بالواو اور ردف بالیا۔ دو طرح پر ہے ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر بڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ واو معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہی جب ہے اُس رُخ پر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی راے مہملہ حرف روی ہے اور واو معروف ردف۔

حسرت

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہی اس اسلوب سلوک
دوستی کرکے کیا ہے میان خوب سلوک

یاے معروف کی مثال۔

مذاق

ہوئی جب جسم آدمؑ کے لیے تخمیر مٹی کی
فلک سے اور ملک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی راے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی ردف شاد۔

گر بن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہین
کیا ہوا نالے کو اس مین بھی تو تاثیر نہین
کیا ترے دید سے غافل ہون کسی وقم اے جان
کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

لمؤلفہ

پھر ہواے کوچۂ قاتل گریبان گیر ہے
کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہی مجھے
رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے
کس طرح چھکے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس
ہر قدم پر یان جھٹکتی پانون کی زنجیر ہے
اُسکے در پر لیجاؤ اور کچھ دوا مطلق نہ دو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر۔ واو مجہول کی مثال۔

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو
گرانی دیکھیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہے اور واو مجہول ردف۔

یاے مجہول کی مثال۔

سرشار بریلوی

پرہیز ہے اور اُنھین غیرون سے میل ہے
قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے
دامان تر کے حاشیے پہ سُرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہے اور یاے مجہول ردف۔

واؤ اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہے اور مجہول کو معروف پڑھنا اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ ان کا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس بارے مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے یہانپر چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو کہگئے اُن سے تعرض نہین آیندہ کہنے والون کو نصیحت ہے۔

ذوق

وادی ظلمت مین اپنی دخل ہے کب نور کا … مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دُور کا
تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا … اِک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا
عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سبکے تیز ذہن … تین دن چاٹے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُرشور سے … دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دُور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر … نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور
گر اُسپہ چڑھکے تلے دیکھئے تو آئے نظر … فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہی مقدور … رن مین ہین بہتر شہدا بیکفن و گور

میرحسن

کھلے اُس کنوئین کے یکایک نصیب … کہ آیا وہ اُس مین مہ دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر شیشے کی … کہ تھمتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہے دیر شیشے کی
مدام اُس لب میگش کے مُنھ لگتا ہے اے ساقی … بنائی ہاے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالۂ شبگیر کیا — آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا

حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی — زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر — جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے شیر

ناسخ

ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین — سامنے یہ بُت بے پیر کھڑے رہتے ہین

ظفر

زلف شب گس کی رہی دیر آنکھوں کے تلے — آج سارے دن رہا اندھیر آنکھون کے تلے

آگئی جو یاد مجھکو ابروے پرخم تری — پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھون کے تلے

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے امالہ سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف سے ساتھ جمع کرتے ہین جیسا اس شعر مین سودا کے۔ ع

معشوق مثل عاشق جنکی رکیب مین تھے — اُس یار دلستان کے وے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کر کے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین المعجم مین فرمایا ہے اور اس باب مین تاکید بلیغ کی ہے مگر صاحب انجمن آراے ناصری امالے کے بیان مین کہتا ہے کہ آزیر اور رادبیر جو آنار رواد بار کا امالہ ہین دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہے جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان مین واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور ساخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہے کہ اس مین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہے اُسکو **ردف اصلی** کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو **ردف زائد** کہتے ہین اور جو ردف کہ اُس مین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی **مضاعف** یعنی روی دوچند نام رکھا ہے محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور مُلّا جلال نے بھی یہی لکھا ہے۔ اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہو گئے

غرض کہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی روی کا نام روی مفرد ہے اور دو حرف والی روی کا نام روی مضاعف اور جمہور کے نزدیک حرف اول روی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین اُن کے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا - پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو - الف - یا - اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین تمام علی الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اردو کی مثالین لکھتے ہین

اول نون - مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند اور ماند -

انشا

کہون اُسکی جبین کو کس طرح چاند ۔ کہ اُس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند

میر حسن

غلافون پہ بانات کے پردہ ٹانک ۔ تتابی سے نقارون کو سینگ سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے مُنھ کانپ کے نکلا ۔ مہ چادر مہتاب مین مُنھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے آنٹ ۔ مل رہی ہے اُچکون سے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت ۔ تن کے کپڑون پہ چورون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک -

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک ۔ تیز بینی کو دیکھ آئے چھینک

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینک اور چھینک -

مرزا اختر یار خان شباب ساکن جاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اِس کے کوئی بجز علاج ۔ آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینک دو

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب
چیر کر پہلو سے بہتر ہی کہ دل کو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو بوند اور موند ۔ سونس اور گھونس ۔

میر تقی

رہ گیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ
یعنی دیکھون بیٹھے ہے کس کل یہ اونٹ

ولہ

اُن نے جو ماریان ہین گھونسین دھونس
موش دشتی ہوا ہے کونے گھونس

ولہ

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس
گھونس دیکھے تو ہووے کونے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ
یکبارگی ناچنے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوند اور توند بمعنی بڑا پیٹ ۔

انشا

ماری بلبل نے جون ہی اک چونچ
دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

ولہ

وہ جو میرے چھیڑنے کو تجھکو آکر چونپ دے
اُسکی دُم مین باندھ نمدہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا خے نقطہ دار ۔ مثال اُس خے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت بمعنی حاصل مصدر جو روزمرہ اُردو مین مستعمل ہے ۔

شباب

آرزو حسرت و ارمان ہوون پامال شوق
ملک دل پر غمزۂ ناز و ادا کی تاخت ہی

چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت صبر و شکیب
ہان اسی اکبات کی تو غور اور پرداخت ہے

ایسی بے بنیاد چیزون پر دل لانا شباب
لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے ۔

میر

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ
کیا ہے یان میش بچہ انداختہ

اس شعر مین خاے معجمہ ردف زائد ہے ۔ اور تاے فوقانی ردی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہے۔
مثال اُس خے کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سُوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونون لفظ دونون معنے مین زبان فارسی سے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے معنے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے ازراہ سوخت یعنے حسد کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جو اُنکی کبھی پھٹ جاتا ہے — سُوزن مژہ سے کردیتے ہین وہ دوخت دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان — نہوا جس کو میسّر شرف سُوخت دل

اسی قبیل سے ہے۔

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے — رشتۂ دیدے اورون کی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدارؔ — دل ہی سو داغ ہی جان ہی سو غم اندوختہ ہے

یہ وہ خے کہ یائے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریخت کو اُردو مین علیحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائین گے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت آتنی ہی اور درخواست — تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میر حسن

دکھائی آنکھون نے ہمین راہ راست — کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سودا

آ کر بجلب جو پوچھے تو سودا سے حرف راست — کتنون سے آپ چاہیئے تجھ تم کو ملکے ماست

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

محسن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست — صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

کل گیا بی چلا جو گھر کو دوست ۔ پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست ۔ ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور وہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سوائے لفظ زیست کے اور کوئی لفظ اُسکے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور یکرنگی ست قافیہ آیا ہے۔

میران مستون مین کوئی نہین پابستۂ زیست ۔ جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست
کیونکہ یہ زیست بہت ہووے تو وہ روزہ کہ بیست ۔ کہ ترا نیز باین فرقۂ سر یک رنگی ست

محمد حسین علمی

دس برس کی عمر جسدن ہوگئی یابیست کی ۔ آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زیست کی

چوتھا شین نقطہ دار وہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمّل اور چاشت بمعنے سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بو جوت۔ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مشتعمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایک دن بھیکم دو دھرتر داشت ۔ بیاس وبہدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر ۔ آرزو و حسرت و ارمان کی دل مین کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان ۔ خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور وہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین اور وہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُننے مین نہین آئی پانچوان رائے مہملہ چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین ردف زائد کی جگہ نہین آیا اس کی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی رعایت کرنا ہوگی چھٹا فے وہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور وہ فے جو واؤ کے ساتھ ہو

جیسے کوتت بمعنی اندوہ انکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور وہ فے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر کبر اور ستر بفتح اول دسکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا۔ شرمگاہ کا ڈھکنا اور وحد بخد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ د سکون ذال نقطہ دار و باے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ وخوش گوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ خوش گوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست مست اور چشم خشم اور اصل فصل اور قطع نطع اور بعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتحہ سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے عذب اور نطع بفتح نون وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ بمعنی فرش فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعراُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نرہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیسا کہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حرف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر ان دس حرفون مین کیا ہے۔

باو خاو راو زاو سین و شین	عین و فاو نون و یا میدان یقین

انکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصۂ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصۂ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدے کے لکھتے ہین۔

آتش

پاس رسوائی سے دلبر مردے کا ساجر ہے ۔ ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسوؤنکا تار ہے اسکی جھڑی ۔ دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہے آگ ۔ بے تامل حسن بھی ہے عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم و خرب اور قبض و کف اور ہتم ۔ اشتر ابتر و جب و زلل لبس خنم

فصیح

طعنون پہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا ۔ لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھے تو علم صرف و نحو ۔ لے سبق جتنا نہ کر تو اُس کو محو

سودا

محبت کا جہان سرسبز ہو نخل ۔ سن و تو کے ثمر کو کیا ہے وہان دخل

میر حسن

مُبارک تجھے اے شہ نیک بخت ۔ کہ پیدا ہو وارث تاج و تخت

لمؤلفہ

بلبلو کیون کر نہو سرسبز بخت باغبان ۔ لا رہا ہے کیا ہی پھول اور پھل درخت باغبان
سبزۂ و گل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہے دعا ۔ حشر تک قائم رہے یہ تاج و تخت باغبان
گل کی خاطر ہے مجھے تجھی جو کچھ کہتا نہین ۔ اسلیے سُنتا ہون ہر دم نرم و سخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر ۔ دفور اپنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ بھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم و غدر ۔ ان عارضون مین عارضون کا پرتو ہے بدر

نفیس

اسی ثنا مین بشر اپنی عمر صرف کرے ۔ سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئینہ شفاف دل کا ظرف کرے ۔ کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

عبرت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم
کہ جاے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سُنی اور دیکھی بہت رزم و بزم
پر اب مُٹ گئے سہراب و رستم کی رزم

امانت

مرتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حُسن پرست
وا اثر گون جام کہون اُنکو تو مضمون ہے یہ پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سر دست
تن کی کرسی یہ غضب ہے مگر مُنڈھون نے پائی ہے نشست

میرحسن

اُنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا
بیہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

اُلفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب
سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

میرحسن

ہے شمع سان کیون کوئی اشک سے
جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے مین دھرا ہی کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہمسے خفا تو تجھکو کیا
چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سر نوشت
سوز نے دامن جو مین پکڑا تو وہ مین چھین کر
کہنے لاگا ان دنون کچھ زور چل نکلا ہے خشت

مثنوی لیلی مجنون از تجلی

رہے تا کجا وادی فصل مین
جگہ دے اسے محمل وصل مین

مثنوی لیلی مجنون از ہوس

بے نشتر و بے طبیب بے قصد
چھٹنے لگی اُسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع
گلگیر نے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل
طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

میر حسن

نگوڑے وہ نوبت گے در آئینگے بعد | گرجنا وہ دھونسون کا مانند رعد

منشی

نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز | کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز

عبرت

تماشا ہاتھ آوے گا نہ تجھے مفت | ملے گا سہل مین تیرا دہان جفت

منشی

وہ یک دست تھا سُرخ و زرد و بنفش | رکھا نام پھر کاویانی درفش

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

کرتا نہ تھا اور اس لیے عقد | دو دو زدمین کیا نکچے دم نقد

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل | آسان نہین ہے یہ فکر مشکل
القصہ یہ طول ہو گیا ذکر | مطلب سے اُڑا ہے طائر فکر

سود

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل | حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

ولہ

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ | شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ | لگا لُٹنے سامان ہوا عیش تلخ

جوہر

کہین ہے تمنائے تحصیل علم | کہین ہے خیال بزرگی حلم

عشرت

وہ دونون عاشق و معشوق ہو جمع
چلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ہجو دہلوی

تجھ سے ہوتے ہین دردمند جُدا
گو کرے کوئی بند بند جُدا

میرحسن

نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

المولفہ

بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط
بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے
مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے
اے کشتگان ناز یہ اور رنگ اور ہے
دشت جنون کی سیر کو پائے پر آبلہ
چلنا تجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے
دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا
تجھی خیال کیجیو یہ جنگ اور ہے

محمد امان نثار

گردش کا اُس نگاہ کی اب طور اور ہے
اے ساکنان کرہ یہ دور اور ہے

میرحسن

وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے
کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

انیس

دریا تجل تھا سبز پھریرے مین تھی یہ لہر
سبزہ بھی اسکے عشق مین کھائے ہو تھا زہر

انشا

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے
کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھیڑو ہو مجھے
جرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے
دوستی کا جو گمان تمسے ہو اس کا کیا دخل
ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اُردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین ہے۔

بدی کیا مجھ مین ہے اے سرو خوش قدر
جو دل مین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولیکن قوی ہے شریعت کی حد	اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب	چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

ولہ

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ و جدل	زجیش محمد زفوج ہرقل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا زیب تخت	جس سے شاہان جہان کی ابہت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل - داور ا درجا کر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل ور کافر کا سر قافیہ بہت آتا ہے -

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی	رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محکم

عطر سے جبکہ معطر سونگھی گل یک بیک	ہو گیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی نہ دی فرصت کہ کہلون دل کی بات	سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہون قاتل کی بات

ولہ

گر تجھ سے بیوفائی مین ہی گل کا اتفاق	ہے مجھے داد خواہی مین بلبل کا اتفاق
دینے مین پیچ و تاب دل ناتوان کے	ہوے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اس کو شعرا نے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات دبکسر اول دسکون عین مہملہ دنون والف وتاے فوقانی

موقوف) ہے اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور حرف لزو
بھی بولتے ہین منیر نے دوسو پندرہ شعر کا قصیدہ لکھا ہے جس مین اس حرف کا التزام ـــ
یہ دو شعر اُسی مین سے ہین۔

جب افیون شب سے ہوا چرخ تائب ۔۔۔ ہوے تخم خشخاش انجم بھی غائب
چُنے مرغ زرین نے دانے کی صورت ۔۔۔ نہ مردکی دنیا سے حب کواکب

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ اُستاد کامل ۔۔۔ کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہوگیا ۔۔۔ آہ یارب راز دل اُن پر بھی ظاہر ہوگیا

سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون ۔۔۔ کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہوگیا ۔۔۔ بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہوگیا

فائدہ۔ حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہاے ہو
اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف اور واو چاکر مین اور ہاسے ہوز اور فا تساہل
اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی موافقت
مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل اصل و فاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جلد او
الف لیلے مین کہتے ہین۔

وہ بولی وہ عقلمند یون ہے ناقل ۔۔۔ کہ جب سب کہہ چکے وہ مرد عاقل
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت ۔۔۔ سودا کہ چلے اب نہین اتنی تمازت

مفتی

تمناے دل کچھ نہ حاصل ہوئی ۔۔۔ بملک عدم جان داخل ہوئی

انیس

ناخن تھے یہ نو سے جو بالاے انامل — سو قید مین ٹڑھ بڑھ کے ہو وہ مہ کامل
اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل — تھی ضعف کی تصویر وہ دُکھ درد کی حامل

نواب یوسف علی خان ناظم

جو لوگ بیسر فیض کے ہین سائر — ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر
خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج — حق بارہ امامون مین ہی یون ہی دائر

تراب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔ سہ

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت — وہ کیونکر نہو اہل کشف وکرامت
یہی دونون کام آتے ہین عاقبت مین — تمہین دین وایمان اپنے سلامت

انکی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔ سہ

یاالٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو — زخمی تلوار ہوابرد کا پر گھائل نہ ہو
روے جانان دیکھکر مہتاب کا ہو رنگ زرد — زلف کالی گورے ٹکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

مولوی محمد اسمٰعیل

اِک قطرہ جو تھا بڑا دلاور — دریاے محیط کا شناور

مؤلف نے ایک غزل کہی ہے جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہے اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اسی غزل کے ہین۔ سہ

صاف سینہ ہی غضب قہر نکیلی پستان — طرفہ تر کرتی ہے محرم کی کساوٹ ہی نئی
پانی ہوجائے نہ کیون رشک سے ساونی جھڑی بھی — چشم خونبار کی جھجی یہ مہاوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کردیتا ہے اور خود ساکن ہوجاتا ہے

ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کردیا جائے تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دُور کردین تو کلمہ مہمل و بے معنے ہوجائے گا جیسے بیٹ اور لپیٹ مین تاے ثقیل کے دُور کرنے سے لفظ بے معنے ہوجائے گا مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ۔

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہے کہین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل اور راے مہملہ حرف روی ہے۔

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بُریدہ	ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

لگ گیے دست دے ہم آغوشی	ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منھ موڑا	بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھر بار سے تونے منھ کو موڑا	کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعرون مین راے ثقیل روی ہے اور الف حرف وصل۔

نسیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان کسی فریادی نے	کردیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہے جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہے اور نون حرف وصل اور اُسکے بعد کا الف خروج۔

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھوین فرماتے ہوے	سحر اور اعجاز اک پردے مین دکھلاتے ہوے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور

لفظ ہوے ردیف۔

میر

جو اس شور سے میر روتا رہے گا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل ور الف خروج ہی اور رہوگا ردیف ہی۔

ولہ

مرغ لڑتے ہین ایک دو لاتین — سیکڑون ان سفیہون کی باتین

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی روی اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

ولہ

خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکون ہی پر رہنے لاگا

بہنے اور رہنے مین ہا روی ہے اور نون وصل اور یا خروج۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین — دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی — اشک تر کی تراوشین ہونگی

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا — دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہی اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج۔

انیس

پروا تیغ زبان کو سپجنے کی نہین — حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین
دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش — عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے انکی اتباع سے فرمایا ہی کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نائرہ کو نائرہ کہتے ہین۔

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز

حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گرے گا | ہے ہے یہین خنجر تری گردن پہ پھرے گا

گریگا اور پھریگا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میرحسن

اکدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے | دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے

جاؤ گے اور فرماؤ گے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

ولہ

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے | سمان ہین کا ہمکو دکھلائیے

گائیے اور دکھلائیے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید۔

سودا

بولے مرزا برا نہ مانو گے | اپنا استاد مجھکو جانو گے

مانوگے اور جانوگے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید۔

ولہ

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن | بھلا وان جاکے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید۔

ولہ

تری مہندی کو مین ململ سے دھوؤن | تری کلفت کو سرتاپا ہی کھوؤن

دھوؤن اور کھوؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید ہے۔

منشی

ہوے حملہ آور جو تورانیان | تو بھڑ گئے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے۔

میر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان | پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

سودا

بُلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدشرا بیان | ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

میر تقی

تلوار غرق خون مین آنکھین گلابیان ہین | دیکھین تو تیری کب تک یہ بیحجابیان ہین

ان تینون شعرون مین باے موحدہ حرف روی یاے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔

چوتھا نائرہ۔ یہ بعد مزید کے بلافاصلہ آتا ہے جیسے کہونگا اور رہونگا کہ یہان واو حرف وصل ہے اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم انکو نہ چھوڑینگے ہمین چھوڑینگے عباس | تم پوچھ لو بابا سے کہ توڑینگے عباس

راے ثقیل حرف روی ہے اور یاے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یاے ثانی نائرہ۔

ولہ

محشر مین اماموں کی علی چپکے رہینگے | قائل جو ہمارے ہین یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے مین حروف ہا روی یاے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یاے آخر نائرہ۔

انیس

تاریکی زندان مین نہ اس طرح گھٹینگے | یوسف تو چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے مین تاے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے | ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین راے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

سودا

چارکے کاندھے جب یہ جاوے گا | توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین روی ہی اور واو حرف وصل اور یاے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ ۔

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے	پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفون مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ انھی الفاظ مین ہوتا ہے جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور شفتہ مین تے حرف روی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلاوے گا اور گلاوے گا مین جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہو گیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے ۔

عبد الرسول نثار

ہاتھ سے ان جامہ زیبونکے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کرکے کھاوین گے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

میر حسن

بہت آپ اُس سے اُٹھائینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پائینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھو کے مین سوکرن گا دیکھیو	دل بھر رہا ہی خوب ہی روؤنگا دیکھیو

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین ۔

حالی

ہر آنت مین سینہ سپر کرنے والے | فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنے والے اور ڈرنیوالے مین رائے مہملہ ردی ہے اور نون وصل اور یائے تحتانی خروج اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور یائے آخر نائرے کی فروع -

ایضاً

بہت آگ چلمون کی سلگانے والے | بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے توپھر نون غنہ جلاو نیگے اور گلاو نیگے وغیرہ مین کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفون کو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا توپھر کیون الفاظ سینک اور بھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور جھینک اور چونچ اور کھونچ وغیرہ کو مثال ردف مرکب مین داخل کرتے -

روی کی قسمین

حرف روی جب ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین نون تو اُسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُس کا سکون اُسکے لیے ایک قید ہو کر اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہے اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہے تو اُسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُس مین اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہے (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہین کہ روی کے اول مین آتے ہین - ردف - قید - تاسیس - دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید - خروج - نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے -

سلہ مفعول ہے تقیید کا ۱۲

سلہ۲ مفعول ہے اطلاق کا ۱۲

سلہ۳ مفعول ہے تجرید کا ۱۲

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا ترازو ہوا نیم شب کا ستارا
چھپا مُنھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین رائے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہے کیونکہ بیان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہے اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہے اسلیے روی مجرد مقید کہینگے۔

شاہ حاتم

یار کا مجھکو اس سبب ڈر ہے شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

ڈر اور ستمگر مین رائے مہملہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہو گیا آخر کو کچھ بُرا نہ ہوا عجب یہ دل ہی جلا تو بھی بے مزا نہ ہوا

بُرا اور بے مزا کا حرف آخر روی مجرد مقید ہے۔

مصحفی

دعا دینے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا سپاہی زادہ کا بھی کچھ مین دیکھوں ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہے۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہو گا محو شوق ستمگری ہو گا

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی رائے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسین خان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے	ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہے۔

شوق شاگرد سودا

دامن کو تیرے خون تو رہے بن بھرے ہوئے	چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوئے

بھرے اور مرے مین رائے مہملہ مع یائے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہے۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کردیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہو اور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار	دوڑا سوئے ہمشیر ید اللہ کا دلدار

اس شعر مین زار اور دلدار کی رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے۔

محبت

ہوتا ہے ابھی حاصل سب کام محبت کا	دے اُس کو خداوندا تو جام محبت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہے اور محبت کا ردیف ہے۔

آتش

پری پسند طبیعت یہ ہے نہ حور پسند	تمھارے بندے ہین ہم کو ہین حضور پسند

رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے اور پسند ردیف ہے۔

جرأت

ای جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے	بعد مجنون پھر لبایا خانۂ زنجیر کو کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار مین رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے اور کو ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہے مثلاً۔

بقا، اللہ خان بقا

مژگان تر کے نیچے یون دل کا لخت دم لے   جون انگر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صراحی کی شکل   چھٹے جسکے نظارے سے شرب واکل

شکل واکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کھچ کھچ کے جاے ساری زراعت مین آب نہر   محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اُس مین یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر   شہرہ ہی تازیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین راے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون دین کا دنیا پرست ہون   عاشق ہون دردکش ہون قلندر ہون مست ہون

تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہون مین خاطر جمع   رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین عین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گر یاد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ   دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین مجھسے گالیان   کیا کیسے اُس کا جانا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔
(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل   تھا چارہ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

	وہ شان وہ شوکت وہ شکوہ وہ جلالت		چھپتے ہین کمین جوہر شمشیر اصالت	
	طینت مین کرم طبع مین انصاف و عدالت		اقبال علے شان شہنشاہ رسالت	

چارون مصرعون مین تاے فوقانی روی مقید مع تاسیس دخیل کے ہے۔

(ج) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے روی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہ ہو

فغان

مبتلاے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان		آگئے اب تو گرفتاری مین آزادی کہان	
کاش آجاے قیامت اور کہے دیوان حشر		وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان	

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال روی مطلق ہے اور یاے تحتانی اور دال کے قبل الف ردف۔

داغ

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے		خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے	

اس مین بھی وہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش پہ بیہوشی کا ٭		عالم اک اپنی فراموشی کا	

شین بیہوشی اور فراموشی مین روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل۔

بیدار

رشتۂ دوستی اور ان سے جو چاہون ٹوٹے		ہر کوئی بات ہی تجھ سے مری الفت چھوٹے
مجھکو ہر روز یہی خوف ہے اے طفل مزاج		شیشۂ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے پھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون		حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون	
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا		ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون	

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخری روی مطلق ہے اور یاے تحتانی ردف اور ہاے آخر وصل۔

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی	وان ہوئی زعفران کی کھیتی

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہے اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یاے معروف وصل۔

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی	کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہے اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہے۔

مومن

تکلیف کُن سیاہ مستی	مفتی طریق مے پرستی

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی	رہے پیش برادر وقت سختی

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی حرف وصل۔

تسلیم

ران کے پاینچے مین نیرنگی	جلوہ پرداز شوخی و شنگی

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہے اور یاے تحتانی وصل۔

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہون مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

راتین اور باتین مین الف ردف ہے اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

میر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان	پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین ۔ اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین

دونون مصرعون کے قافیون مین یاے معروف ردف اصلی ہے اور نون ردف زائد اور کاف حرف روی مطلق یاے تحتانی دوم حرف وصل اور نون خروج ۔

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بد شرابیان ۔ ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

شرابیان اور گلابیان مین باے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل کا الف ردف اور یاے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید ۔

انیس

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے ۔ ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین واو ساکن ردف ہے اور راے ہندی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنواروں گی ۔ اٹری جوتی پہ جان واروں گی

سنوارونگی اور وارونگی مین الف حرف ردف ہے اور راے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور یاے تحتانی نائرہ ۔

(۵) مطلق موسس موصول غیر مخرج ۔

نگار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے ۔ تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

حاصلی اور جاہلی مین الف تاسیس ہے اور صاد و ہا دخیل اور لام روی مطلق اور یاے تحتانی وصل

(۶) مطلق موسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی آئین جیسے

تسلیم

نا خن غم کی کاوشین ہونگی ۔ الشک ترکی تراوشین ہون گی

کاوشین اور تراوشین مین الف تاسیس ہے اور واو دخیل اور شین روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج ۔

تنبیہ۔ قافیہ کے باعتبار حرفون کے یہ نام ہے۔
اگر قافیہ مین ردی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو ردی تنہا ہو تو اُسے **قافیہ مجردہ** کہتے ہین اور اگر ردی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین سے ہی جو ردی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہے جو اُسکے بعد آتے ہین پس اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ مردفہ** اور **قافیہ موسسہ** کہتے ہین اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ موصولہ** بولتے ہین جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبیل سے ہی اور جو قافیہ دخیل کے ساتھ ہو اسکو بھی موسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین ردی ساکن ہو اُسے **قافیہ مقیدہ** کہتے ہین اور اگر ردی تحرک ہو تو **قافیہ مطلقہ** کہتے ہین خواجہ نصیر الدین طوسی رسالۂ معیار الاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ ردی کے بعد آئے اگر مستقل ہو ردیف نہین ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہئیت مجموعی سے مراد ہے جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین۔
(۱) یا الفاظ اور معنی دونون مین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ۔

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے	اب جس جگہ ہی داغ یہان پہلے درد تھا دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

واسطی

یہ اہل گبر مٹے یادگار تک نہ رہا ہوائے تند نے کیسا غضب کیا بس مرگ	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا کہ اُس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر بیٹھ کے ضعف سے نالے مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی ہ	ساتوان آسمان لیتے ہین آئیے امتحان لیتے ہین

(۲) یا فقط معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنائع مین شمار کیا جاتا ہی۔

عظیم

اِک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے لیے طاق
دیوان شاعرون کے نظر سے رہے بہ طاق

ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہی طاق
ہر چند ابھی نہ آئی ہی فہمید جفت و طاق

وجیہ

تسکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو
بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے
دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال
ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال
ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہے اور اُس مین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہے
حُسن کی میزان مین تیرے مہر و مہ پاسنگ ہے

مین جو دیوانہ ہوا سرخیل ارباب جنون
ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے

جاے تکیہ عاشقون کا جانئیں ہر وقت خواب
زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغایر ہے۔

کٹ نہین چلتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین
یا یہ شب ہی سخت دل یا صبح تجھہ مین دم نہین

جو لچک داری پڑھانے مین تری ابرو سے ہی
سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین

دم مجھے دیتا ہی تو یعنی ترا ہون آشنا
غیر سے پھر بولتا کیون ہی اگر یہ دم نہین

قلق

کچھہ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا
پانی نا پایا آشناؤن نے بہت اس چاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہی چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہی۔

کس مصور کے بھرا پیکر مین تیرے رنگ ہے
آفرین ہی اُسکو اور صنعت کو اُسکی رنگ ہے

جب سے تیرے حُسن کی روشن ہوئی ہی ماہتاب
رخ سے خوبان دو عالم کے پریدہ رنگ ہے

برق

سینہ داغون سے رشک باغ ہوا ۔۔ جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظون مین متغائر ہو اور معنے مین متفق ہو جیسے سردا اور بَرْد بمعنے سرد اور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب و غرائب۔

تپش

جلاتا تھا مردے کو عیسے نمط ۔۔ تھا اعجاز اُس کا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتون کے آگے نہ قرآن نکالیے ۔۔ صورت سے اُنکی معنی فرقان نکالیے

میر

جگر کیا ہے ہر زن ہوا اس بن مین زاغ ۔۔ یہ زہرہ نہین رکھتے کوئی کلاغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی اُمید پہ کیا کیا ہے پردتا گوہر ۔۔ اسی اُمید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہان ردیف نہین ہوتی وہان قافیہ آخر مین ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی پیچھے آنے والے کے ہین مثال اسکی۔

انشا

صبح دم مین نے جولی بستر گل پر کروٹ ۔۔ جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اس مین قافیہ آخر مین ہے۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون مین ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہو نری عقل رسا طبع فہیم ۔۔ سمجھے بن بولے نہ ہر گز رہے گو نطق کلیم
مقتضائے بشریت ہی ز بس سہو و خطا ۔۔ منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم
وادحق گرچہ ہے شیریں و معنے سخن ۔۔ فن وے شعر کا آتا نہین ہے بے تعلیم

علم کتنے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین	ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
نظر بشین لاکھ جگہ یاد رے زبان شاعری کی	جب تلک صحت الفاظ سے ہووے نہ علیم
فن مہمل نہین یہ اس ہین جو لکھے واہی	رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم اخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی۔

نصر اللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر	دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اس مین قافیہ حکم آخر مین کہا جاتا ہی اور ردیف آخر مین ہی۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیم تن کے پانون	رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہی اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب و در باب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہی اور یہ دونون علیحدہ نہین آسکتے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین۔

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک	نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان جھا	زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن کے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھا بھر قدم ہے وہ یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اونچا نیست کا اپنی زینہ رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا مستعمل نہین ہو سکتا۔

وزیر

عبث چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ	ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے مُنھ کی کنہ پاے نہین ایسا مُنھ کسی کا	ترے پائونکی صفت ہو کسے طاقت بیان ہے
ترے مُنھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے۔

المولفہ

دردِ اُلفت کا ان آنکھو نمین اثر تھا کہ نہ تھا	قطرۂ اشک ہمارا ابھی گھر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر	حُسن و خوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہم تو یہ تم ہی کہدو	سجدہ گاہ دو جہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا	اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین راے مہملہ قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتا۔

میر

کہین او دھر یہ شیر جاتا تھا	پھیر تا مُنھ پہ بیخچے آتا تھا

جاتا اور آتا مین تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنی دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار پاتے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

گھر تے آئے داغ سیاہی	ولہ	کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ یہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے — کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آ سکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہو تیرے نمایش کی — مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین

امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے — وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہی کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہٹا دو آئینہ ہمکو بھی دیکھنے دو گے — اگر خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا

بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا — جنون کے ہاتھ مین دامن ہے پارسائی کا

خود نمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے ما بعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو اُنکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ ان سے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہے جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے — دل مگر زسرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ — سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمۂ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل مین۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

مین تو قائل ہون عشق کامل کا ۔۔۔ مرتبہ اور ہو گیا دل کا

سودا

آوے جو کھینچ سامنے تلوار ۔۔۔ جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار

شرح مثنوی مین دو قافیون کے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جداگانہ ہوتی ہے اور نثر مین دو فقرون سے زیادہ تلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین قافیہ اور نثر مین سجع کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو مقفی اور نثر کو مسجع کہا جاتا ہے اور قرآن شریف کی آیتون مین فاصلہ بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہے ۔ شرح خزرجیہ مین ملا غلام نقش بند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طور پر ہوتا ہے (۱) اصلی اور وہ یہ ہے کہ لفظ مفرد ہو جس کے اجزا ہو سکین جیسے ۔

ذوق

تا زبان زرد ہو مین ہو فلسفی کا یہ کلام ۔۔۔ ہے پئے افلاک ثابت نفی خرق والتیام

کلام اور التیام کے اجزاے بامعنے نہین ہو سکتے ۔ (۲) معمولہ اور وہ یہ ہے کہ مرکب ہو جیسے ۔

امانت

پاؤن آخر کو مرا در تری پیشانی ہے ۔۔۔ جو مین کہتا ہون وہ آگے ترے پیش آئی ہے

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھ قسم پر ہین ۔ توجیہ ۔ مجرے ۔ رس ۔ اشباع ۔ حذو ۔ نفاذ ۔

بیان توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی وسکون واو وکسر جیم تازی وسکون یاے تحتانی معروف وہاے ہوز ردی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ ردی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال ہے

صادق عظیم آبادی

وہ ہے عرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب ۔۔۔ دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب

آصف الدولہ

تری تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین	وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین	خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دل مین	کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتون کا نام توجیہ ہے اور وہ فتحہ ہے

میر اکبر علی اختر

تماشے کی ہی جا مژگان سے جو لخت جگر نکلا	عجب یہ نخل ہی جس مین کہ شکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین راے مہملہ روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہے اور وہ فتحہ ہے

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو	اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوے تم مجھکو
غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہے۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم و سکون جیم تازی و فتح راے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یاے تحتانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے۔

داغ

کہان تک آہ لکھون اسکا حال بربادی	کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی	کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

دال مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

غیور

تحسین بھی نکلی شیرین نے کچھ تیشہ زنی پر	پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہے اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

بقا

مے کشی غیر کی محفل مین جو کرنی ہو تو یار — باخبر رہیو کہ ہے بیخبری شیشے مین
محتسب ہیسے نہو روزہ گری ماہ صیام — شام کو مے سے نرکھ لین سحری شیشے مین

دونون شعرون مین رائے مہملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی — حق نے ایسی کہ بہ ز محبوبی
حسن کے باہم تری وفاداری — نبھے ہے عمر و خضر مین یاری

پہلے شعر مین باے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر مین رائے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہی۔

میرحسن

شنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے — تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے مین رائے مہملہ حرف روی ہے اور یائے تحتانی وصل جسکے متصل ہونے سے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہین۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا — نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا مین رائے ثقیل حرف روی ہے حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوگئی ہے اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے۔

میر

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ — دیکھے راہ عمر گذشتہ
آگے تھا کب ہجران دیدہ — آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر مین تائے فوقانی کی اور دوسرے شعر مین دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

بیان رس

رس بفتح رائے مہملہ وسکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جیسے برابر اور سراسر مین حرکت پہلے رائے مہملہ کی۔

ناسخ

ماہ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہووے — یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل مین قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہے اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہین

ہمیشہ فتح ہوتا ہے اور حرف مین موافقت کی قید نہین۔

بیانِ اشباع

اشباع بکسر الف وسکون شین معجمہ و فتح بائے موحدہ وسکون الف وعین مہملہ موقوف لغت مین پیٹ بھرنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح قافیہ مین حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی ڈاکو اور چادر مین اور حرکت بائے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل مین

سودا

گر اس حسن تکلم پر طوالت	مبادا ہو کسی دل کو طلالت

طوالت اور طلالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے۔

بیانِ حذو

حذو بفتح حائے حطی وسکون ذال معجمہ وواو موقوف لغت مین اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہین اور اصطلاح مین ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف مین الف کے قبل زبر اور واؤ کے قبل پیش اور یائے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔

الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

مین مدنظر اپنے کچھ کام نہین رکھتا	آغاز محبت یا ان انجام نہین رکھتا

کام اور انجام مین میم کے ماقبل کا الف ردف ہی اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالین اُسے آنا قیامت شاق ہے	یہ دل بیمار جسکا نزع مین مشتاق ہے

شاق اور مشتاق مین الف ردف ہے اور شین وتا کے فتحون کا نام حذو ہی۔

واو مجہول کی مثال۔

سراج

کیا شراب محبت نے دل کے خم مین جوش با	عجب نہین جو قیامت تلک ہون بدہوش

واو ردف ہی اور اُسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہی۔

واؤ معروف کی مثال۔

میر

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

ناصبور اور نشور مین واؤ ردف ہے اور اُسکے قبل ضمہ ہے جسکو حذو کہتے ہین۔
یاے مجہول کی مثال۔

دبیر

گرتی تھی کوندکر جو وہ برق شرارہ ریز
چلنے مین تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز
دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز
رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ مین یاے مجہول ردف ہی اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے
یاے معروف کی مثال۔

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہی آنکھون مین وقت رحیل ہے
جلدی پہونچ کہ تیرے ہی آنیکی ڈھیل ہے

رحیل اور ڈھیل مین یاے معروف ردف ہے اور اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے یہ تمام مثالین
اُس حذو کی ہین جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے

حالی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدمست
تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی روی ہی اور سین ساکن قید میم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

وله

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے
ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند مین میم اور واؤ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

خوشتر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش
براے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

عیش اور جیش مین عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل | طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

جعل اور لعل مین جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھپہ بھی تجھکو رحم نہین یہ کرخت دل | کم ہوئے گا جہان مین تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت مین رائے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

سودا

اُٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر | کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

جبر اور صبر مین جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہے۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوئے چہرے تھے گرد آلودہ | دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ

درد اور گرد مین گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ہائے نے کعبہ نے کنشت پرست | مومن بنگئے لیک سنگ و خشت پرست

کنشت اور خشت مین نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہے

جب ہوئی خاطر پریشان جمع | ولہ پھر تو ہر شب بسان شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مثنوی سعدین

ایسی اس مادے مین صاحب فکر | ہر زبان ہر مکان مین اُن کا ذکر

فکر اور ذکر مین فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

داغ

پئین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے | جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر مین رائے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ستایان

نمایان ہوے اس قدر علم رزم | کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

رزم اور بزم مین راے مہملہ اور باے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیان نفاذ

نفاذ بفتح نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجمہ موقوف نام ہے حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتوں کا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہوجاتا ہی اسلیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی بیان چارونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین۔

مرزا ابراہیم بیگ شرر

جھوٹی ہی محبت تم یان کسکو جتاتے ہو
تقریر مین لکنت ہی کیون باتین بناتے ہو

جتاتے اور بناتے مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی اس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دیس کو بین مین جی بھٹکتا رہا
دل مین کانٹا سا اِک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی بس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے
ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہی اور اسپر جو کسرہ ہی اسی کا نام نفاذ ہی۔

مومن

واد پڑھتے تو ہونٹ کاٹتے ہو
لام آیا ہے تو لب کو چاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہی اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہی۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جالیا اور آلیا مین۔

مصحفی

تیغ نے اُس کی کلیجہ کھالیا
سامنے آتے ہی مجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین یاے تحتانی خروج ہی اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

امیر

کہین تجھکو سائے مین ٹھہرائیے
جو دم ٹھہرے تو آگے لیجائیے

ٹھہرایئے اور لیجایئے مین الف ردی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج جسکے کسرے کانام نفاذ ہی اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

میر حسن	
پلا نوجوانو بڑھے جا ئیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو

جائیو اور آئیو مین الف ردی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واؤ مزید پس یاے مضموم کے ضمے کانام نفاذ ہی

بولی اس رستے سے اُسکو لائیو **انگین** آگے آگے اُسکے پر تو آئیو

(۳) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاویگا اور آویگا مین۔

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا	**مذاق**	یزید ابن پیمبر کو یون سُنائے گا
اُجاڑ ہو گی مدینے کی بستی آبادی		حسینؑ چھاؤنی کرب بلا مین چھائے گا

(۴) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلا دے گا مین۔

کیا ترے بعد کر کے کھاوین گے	**سودا**	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرف وصل ہی اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کانام نفاذ ہی۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ از بسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہو سکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہے اور اُسکی تفصیل اوپر ہو چکی ہے۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہی کہ اُسکا استعمال عند الضرورت بھی جائز نہین ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عند الضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین ہین بہر کیف یہ نو ہین۔اقوا۔اکفا۔اجارہ تحریف روی۔سناد۔ایطا۔معمول۔غلو تضمین۔تغیر۔

بیان اقواء

اقواء بکسر اول وسکون قاف لغت مین بے توشہ ہونے کو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہے تمام ہو جاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گُل بالضم کا قافیہ چل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا ناروا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین۔ ع

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے		سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے	

لفظ صاحب کی حاے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب ویارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حاے حطی بھی مفتوح ہی تو ہم جواب دینگے کہ شعراے متقدمین ومتاخرین نے بکسر حاے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ لیکن اسواسطے مین کہتا ہون ہے جو کچھ نظم ونثر عالم مین ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح		بات کہنی یہ نامناسب ہے درد سننے کا تو جو طالب ہے زیبا یراد میر صاحب ہے لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے	

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب		وہ خاص حضور کے مصاحب	

قلق

کہیے تو آپ کون صاحب ہین		کونسی شے کے مجھسے طالب ہین	

انیس

دونون تھے اسی بھائی کے آلام کے طالب وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہی صاحب		جانے وہی جس شخص پہ گذرین یہ مصائب پیچان ہوے ہے علی اکبر کے مصاحب	

راقم نے شہر رامپور مین ۱۳۰۶ ہجری مین نواب مرزا خان صاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا تو جواب دیا کہ غالب نے مقولۂ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا

پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم	مین جو آتا ہون تو کہتا ہی نواب آتے ہین

اور حق یہ ہی کہ اب روزمرہ اُردو مین صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہی ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان مین کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگون کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے آتش کے اس شعر مین۔ ؎

دختر رز مری مونس ہی مری ہمدم ہے	مین جہانگیر ہون وہ نور جہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے وقع ہوا ہے اور اُردو مین یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہین اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہین اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیر من کے معنے مین آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین لکھا ہی ہان جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت مین لکھین یا تلفظ کرین اس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہے قافیہ مین البتہ صحت لفظی ضرور ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیّر باقی حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو	وحشت ہی نہ سالک ہی نہ انور باقی یارون کے جو کچھ ہین داغ دلپر باقی

نیّر بفتح نون و تشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہی بسیار نور کنندہ کے معنے مین اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہین۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہون	لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہون

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق مین	خورشید تھا آتش شفق مین

اُفق بضمتین ہی اور شفق بفتحتین۔

گویا

تجھے جو نادان اس مین آگر گھر گئے	تجھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھینکنگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارونکے | ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے | ترے صدقے سے مین محسود رہتاہون عطارد کا

عطارد لغت کی روسے عین کے ضمے اور راے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے۔

مثنوی زائر

درپیش ہے مجھکو ایک حاجت | دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر | لکھدیا مجنون کو شیر شتر ہے

ولہ

کردے لب میرے کو اس ساغر سے پُر | آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہون کیونکہ یکبار وہ جل گیا | کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سوا ے نیک باطن | نیا ئی انتہاے فوج دشمن ہے

فگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی | ہمیشہ جان اپنی مین لے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب دردل | کہ دل لگنے سے بس ہوتی ہے بیکل

ولہ

حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم | کرو نشتر بلا فصاد اس دم

ولہ

کسے ہے عاشقون مین یہ میسر
کہ معشوق اُسکی خدمت مین ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر | رکھا ہے جو مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیاری

سرخیل دبیران جہان میرا قلم ہے | رتبہ یہ ہے اُسکو کہ وہ اوصاف رقم ہے
رستم لکھوں طاقت میں تو رستم سے زیادہ | مدہوش ہوں اس جا پہ حواس اپنا بھی گم ہے

انشا

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے | خصوصاً عاشقوں سے اسکو کد ہے

انیس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مُرسلؐ | جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

اسی صورت سے دل میں کر تصور | جُدا کرلی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہیں سیر کرتی ہوئی | چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی | دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی پدماوت

شہ زرین کلاہ چرخ چارم | ہوا رونق فزاے تخت عالم
کہ اس میں وہ پری پرداز طائر | پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطارام شایان در طلسم شایان

اگر جب تک آہ میں آؤنگا پھر کر | یہ حمزہ آہ۔ رہ جائے گا مرکر

اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہوجائے تو حرکت

توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہو تھڑ جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یاے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ما قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور۔

میر حسن

کرے یہ سنگ اکھڑے یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

نگار

نہین موج حوادث سے ٹلے وہ	کہ جب تک پیارے اپنے سے ملے وہ

وزیر

غلہ جو مرے خیمے مین ہے آہ چلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون میں سیر کی باتین دشت و گلشن مین جب چلیان	نہ جوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان

فائدہ بعض کتابون مین اقوا را اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

بیان اکفا

اکفا بکسر الف و سکون کاف تازی و فتح فا اسے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو بان سے قافیہ کرنا مثنوی پدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے۔ ع

صنم کا ہو اگرچہ آہنین دل وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	یہ عاشق کا اگر ہو جذب کامل برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

نہین کوئی عمل مین اسکے فزاق	بغیر از غمزۂ چشم شمناک

چار باغ رنگین

سخن سے یہ بات زاہد سے کہتی	بولا کم سب ہو یا سے بند ہوس

مثنوی مدح فاطمۃ الزہرا

کسی ہاتھ بندوق ہے در سپاہ — زرہ پوش کا خون اُس پر مباح

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ میں جمع کریں مثلاً تب اور ب راج اور ناچ ۔ سگ اور شک ۔ غور اور دوڑ وغیرہ ۔

دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا — کیا کیجیے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
وصل لینے کا وہ اور یہی ہے شیوہ الفت — ہم یار برے کہتے ہیں جو تو یار ہے سب کا

ستم

مفت اُٹھنے کے نہیں یار کے کوچے سے ہم — ایک بوسے کیلئے باندھ کے اڑ بیٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہے کہ یہی لینگے وہی — جبکہ بستر پہ جم اُکھول کمر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشرت

سوا اسکی راے پر وہ راے چتوڑ — غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ — جو کاوے پہ ڈالا کمر راست کر

نگار

زمین تک سر سے جو سہرے کا لڑ تھا — خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا

سودا

ستون اسکے تلے یہ پاؤں ہیں چار — رہے دو دانت آگے سو ہیں اڑوار

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی لڑ — ڈال ٹیکا گلے کا پاؤں پر

نواب بہادر ذکی

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہے کہ شب آتی ہے — عشق کے نام سے ابتو مجھے تپ آتی ہے

میر حسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے — چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

تپ بائے فارسی سے مستعمل ہے اسلیے ان دونوں شعروں میں شب اور جب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے البتہ ایک غزل میں اس کا قافیہ بائے فارسی ہی سے کیا ہے ۔ ہ

شب خواب مین دیکھا تھا مجنونکو کہین لیٹے ہی جنس پری سا کچھ آدم تو نہین صلا	دل ہی جو گرا اٹھی لیلی کو لیا تپ نے اک آگ لگا دی ہی اس امرد خوش گپ نے

تراب

اُسکی چشم مست نے کیا تجھکو حیران کر دیا اے جنون وہ کیون نہ دامنگیر ہو تیرا کبھی	نرگس ادھر دیکھتی ہی کیون تو آنکھین پھاڑ پھاڑ ہاتھ سے تیرے ہو جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہی تلخی فغان کی دل پہ ہی شیرین کا شور اب کرم کر کب تلک غم سے ترے روتا رہے نت	تن مین ہی صفرا کا غلبہ من مین ہی سودے کا زور آستین پر کھدے سے ہی آنکھون پہ یا دامن نچوڑ

میر حسین تسکین دہلوی

رہتے ہین یون تو روز ہی اُسکے کواڑ بند ہوتا نہ میرے ہاتھ لگانے سے گر غبار	کیا جانے آج کیا ہے جو کی ہی دراڑ بند تو باندھتے قبا کے نہ وہ چار چار بند

فرہنگ آصفیہ مین دراڑ اور دڑاڑ دونون طرح لکھا ہے۔

گو قدمانے کاف فارسی اور کاف تازی اور زاے فارسی اور زاے تازی اور یاے فارسی و تازی اور جیم فارسی و تازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کرلیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا نہو تو نگار اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز احتیاط اور اعتماد الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعراے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ ان کا جمع کرنا عیب فاحش ہی اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاصکر ہاے ہوز اور حاے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کا بے اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قرب مخرج کا اس مین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہے اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہی بشرطیکہ مخرج مین تقارب ہو اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے۔

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو ایسے صیغے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی پیدا کرے مثالین اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہین جیسے بائے موحدہ خواب کی واؤ کے ساتھ بدل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کرین۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ ۔۔۔ بر سرش چندان بزن کاید بخواو

عمادالدین اسفرنگی

بر وزین معرفتہاے پر از ریو ۔۔۔ سرِ بازار مکن اے شیخ کالیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم ۔۔۔ زنخدان نگار خویش را سیو

لفظ سیو کو کہ اصل مین سیب بباے موحدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا مین نے غلطی کی اس صورت مین کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذو معنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ انتہے مؤلف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اُردو مین مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہو سکتے ہین۔

تا زیست جُدا مین اُس سے کد ہون ۔۔۔ وہ روح ہے اور مین جسد ہون
رحلت مین کرون گا دہر سے جد ۔۔۔ ہووے گا تو جانشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل مین باے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے ذال کے ساتھ بدل کر کد اور جد کر دیا۔

انشا

آنے کا ترے خیال جد سے گذرا ۔۔۔ دل صبر و حیا سے اپنی تد سے گذرا
کب تک دیکھا کرون بھلا بیٹھا رہ ۔۔۔ بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہین ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت ۔۔۔ گھٹا نہین ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے ۔۔۔ ہمارے عندیہ مین تو ہے وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تحریف ردف مین داخل ہو سکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صداے آب ہے بزم مے وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا	نقش پا جو کان مین رکھتا ہے انگلی جادہ سے شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

یہان پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہے لیکن پہلے شعر مین اردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

منشی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ	کیا ژند و استا کو آتش زدہ

بیان سناد

بکسر سین مہملہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہملہ اشباع (یعنے حرف دخیل کی حرکت) اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہے اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

فگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملایک

ولہ

ہر پریان بہت گانے مین ماہر	وہان تھین صف بصف حاضر سراسر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر جبکہ رام حاضر کیے	گل زر کو عاقل نچھاور کیے

سودا

زہے تقدیر نے اُسکی سراسر	ہے کیا دانش جو سوچے اُسپہ دائر

تراب

کیا نام خدا درد بھری اُس کی صدا ہے	کوئی فکر کرے بوجھے تو کیا کہتی ہی سارس
جو اہلِ ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین	کوئی ہند کو آتے ہین کوئی جاتے ہین فارس

میر حسن

وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین	یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہائے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہی چنانچہ رند کہتے ہین۔ ع

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر	آپ سے ہو گئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا	مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

نامۂ قلق

پوچھے طرز لباس کیونکر ہے	کبھی جامے سے اپنے باہر ہے

مومن

سنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر	پردے کے واسطے آیا باھر

داغ

رشک کہتا ہی کہ قاصد کے ملا اُسنے عطر	کہ مرے نام کا خط ایک معطر آیا ؛
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجھکو قرار ؛	صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہوجائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہی جیسے حاضری اور داوری۔

(۲) ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف بالالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین ناروا ہی جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔

مثال اختلاف حذو کی ردف بالواؤ و ردف بالیا مین۔

اشرف مؤلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہی عبرت ہی ہیبت ہے زور	محبت امانت ہے گر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث نے بازو رو شور	بہت جب کیا پست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	کسی پر کرے تھا کوئی ظلم وجور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیرون کے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سودا

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین مہر

بلاقی داس مصنف رسالہ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

منشی

ہوئی بعد سلطان پُوران دخت	وہ شش مہ رہی زیب دیہیم و تخت

سودا

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ کلنگ نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غنخوار کُ آیا نظر کشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہو سکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہو جائے تو اختلاف خذو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسیطرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کارکو دُور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بعید معیوب

سمجھتے ہین جیسے ۔ ع

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا | پہلوے گُل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہے خواہ دونون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور اول بہت معیوب نہین ۔ مثال ۔

سودا

نہایت اک کینز کہنۂ عصر | کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصّہ کیا نظم | کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم | نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

نشتی

ہوا بلخ مین چینیان کو جو دخل | کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت | زیب دیتی ہے صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل | ہے بدکار و نکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر | کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مؤلف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل | اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

مرزا ابو القاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل | ہیگی بہت خوب یہ واللہ نظم

عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ
روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

نگار

ہزارون اشتر و فیل سیہ مست ۔۔۔ کہ ہو دریائے نیل اس فیل سے دشت

مثنوی سعدین

سب حسینون سے اُسکی وضع نئی ۔۔۔ نجد ابانکپن کی قطع نئی

شایان

ورق روکش شعلۂ مہر ہو ۔۔۔ بھرا خالی نقطون مین اِک سحر ہو
سمجھا تھا وہ ہر برہمن کی قدر ۔۔۔ یکایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

بے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی ۔۔۔ مارا اُسے دیندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقواء کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہے اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقواء لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیانِ ایطاء

ایطاء بکسر الف و یائے معروف و طائے مہملہ پایمال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطاء بباے موحدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حرف زوائد کی ہو بغیر موافقت ردی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی

ایطائے خفی۔ وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف ان مین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے ۔۔۔ چمچہ بھر گھی کبھی نہ اُس مین رَلے

پکے اور رَلے مین یائے تحتانی حرف زائد ہی اُسکو حذف کر دین تو ردی مین اختلاف ہو جائے گا۔ فرہنگ آصفیہ مین لکھا ہے کہ رَلنا مصدر لازم ہے اور ہندوؤن کا محاورہ ہے اسکے معنے ہین ملنا۔ آمیزش ہونا۔ شامل ہونا اور اس مین لائے مہملہ مفتوح ہے رَلے اسی سے ماخوذ ہی

مثنوی پدماوت

بلا اک برہمن ہشیار و دانا ۔ بہ تحصیل علوم اس بُت کو سونپا

دان اور سونپ امر کے صیغے ہین ایک فارسی کا لفظ ہے دوسرا ہندی کا۔

ولہ

تر زلف اُسکے وہ کن پھول زیبا ۔ گل شبو ہے جیسے شب کو پھولا

اصل مین زیب اور پھول ہین الف زائد ہین۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا ۔ حباب بحر پہ اک شیشۂ گلاب ہوا

اور **ایطاے جلی**۔ وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہی اور کہتا ہی۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا بستا ہے چلتا ہے اور کہتا ہے مین اور نے والا جانے والا اور رونے والا مین اور وے دیوے اور جاوے مین و نا چاہنا اور مانگنا مین اور الف و نون قادران و فاضلان مین مکرر زائد واقع ہوے ہین اگر ان کو حذف کردین تو حرف روی مین اختلاف ہوجائیگا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دُور کردیا جائے تو قافیہ درست تر ہے اس طرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا دُرست نہین ہان اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو دُرست ہی جلتا ہے چلتا ہے جانے والا آنے والا دیوے لیوے چاہنا کراہنا فاضلان واصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہے اگر کوئی حرف زائد ان سے گرادیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئیگا دریائے لطافت مین لکھا ہے کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرا دینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کر اور مت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میر تقی

دیکھے سب لوگ پھر کے چار دن دانگ ۔ مردمی یانکی ہے عجائب سوانگ

شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ ۔ مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ

جو کہے ہے سو تو عشق سے کہہ

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا اور شنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آپڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہے اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ بانے

مثال ایطاے جلی کی۔

سودا

تکی مشرف کے گھر لگاؤن گا ۔۔۔ اور بیٹھن ترا لکالون گا

لگاؤنگا اور نکالونگا مین الف اور لام ردی ہین کیونکہ دراصل لگا اور نکال ہین اور اُنکے مابعد کے حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے سے حروف ردی مین موافقت نہ رہے گی۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم ۔۔۔ لہو خاک مین اُسکا ڈالین گے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے کے بعد ردی مین اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا۔

اُدھر سے اجڑے ہوئے کاروان جو گذرینگے ۔۔۔ ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم پتا دین گے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے ۔۔۔ پھرا جو کوچہ کا کل سے کوئی پوچھینگے
سنا ہے لٹ گیا رستے مین قافلہ دل کا

تلسح

کتنی ہی جھلیون مین لیٹا ہے ۔۔۔ صدمون سے امن مین وہ رہتا ہے

لیٹا اور رہتا مین تاے ثقیل از قبیل حرف روی ہین اور ما بعد اُنکے حروف زائد ہین۔

مثنوی پدماوت

جو بے مہری نکرتی زلف خوبان ۔۔۔ تو ہوتی مجھکو کیون شام غریبان

غریب اور خوب پر الف و نون زائد ہین۔

منہ

ستارون کے بتاؤ نیک ساعات ۔۔۔ رجال الغیب کے سیر و مکافات

ساعت اور مکان پر علامت جمع زائد ہین۔

مثنوی نلدمن مولفہ نکہت

ہر ایک سے تھا مراد خواہان ٭ مطلب جویان بکوچہ پویان

دونون قافیون مین الف و نون زائد ہے۔

سخن مولف سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جس مین ہون میستان ٭ پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

میستان اور گلابیان مین (یان) حرف زائد ہین جو حذف کردینے سے دونون قافیون کی ردی مختلف ہوجاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے ٭ چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد ردی مین اختلاف آجائیگا

معصوم علی

تو انیس دل عنبریان ہے ٭ مرہم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب لڑکی مولفہ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین ٭ لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان ٭ یہ رکھ کے عرض کی پھولون کی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سودا

پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون ٭ موتی شلوار تا کجا پہنون

باندھو اور پہن کے حروف زوائد کو حذف کردیا جائے تو ردی مین موافقت باقی نہ رہے۔

ولہ

چیرا مین تیس گز کا باندھون گا ٭ سرخ ہی باندھو کا پہرون کا

اگر باندھونگا اور پہرونگا کے حروف زائد کو حذف کر دیا جائے تو روی مین موافقت باقی رہے
متعارف نسخون مین پہرونگا ہی اگر اسکی جگہ پہنون گا ہو تب بھی وہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

تو مین جامہ بھی اُس کا بنواؤن
اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حروف روی
کی موافقت باقی نہین رہے گی۔
اسی قبیل سے ہے۔

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار
ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمۂ زائد ہے جس کے دُور کر دینے سے روی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور
مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ولہ

قربان صنعت قلم آفریدگار
تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

گار کلمۂ زائد ہے جسکے دُور کر دینے سے روی مین مطابقت نہین رہتی۔

نسخ

لیا خسروِ نامور نے خراج
دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین ور کلمہ زائد کے دُور کرنے سے حرف روی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا
زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطاے جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی
معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم بھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہے جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے
تکلف بر طرف ظالم کسی کا درد کیا جانے

کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہے سچ کہہ
کہا ہنسکر مین کیا جانون اُسے میری بلا جانے

بشیر خان لکنت

ہزارون ہمنے گل کھائے بدن پر
فداجب سے ہوے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسماے معشوق مین سے ہی تفرقہ معنی ہو کر قافیہ جائز ہے درست نہین اسی قبیل سے ہے نادر علی نادر لکھنوی کی مثنوی کا یہ شعر۔

نہ ایسا کوئی شہر آباد ہے
کہ آباد جو فرخ آباد ہے

اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار مثنوی و قطعات مین جائز نہین چنانچہ آتشؔ نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس مین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانے کا اشارہ کر دیا ہے کہتے ہین۔ ؎

اس زمین مین وہی اک باغ لگائے آتشؔ
جو کہ طوبےٰ کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے

یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھٹ
جس مین ہر پھیر کے یہی آوے تبر لیتا ہے

میر یار علی تخلص بہ جانصاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار لایا ہے۔ ؎

مر جاؤن تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر
کیا ہون گدھی مین جان دون بہرام گور پر

پروانے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک
روتی ہے شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہے اور مصرعون مین بجز معنی قبر کے نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضےٰ خان بقاؔ نے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے جس مین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سو قافیہ ہے اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔ ؎

ہوش ہر مایۂ افساد کا کھو جائے گا
آپ جاگینگے تو فتنہ ابھی سو جائے گا

دل کی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو
ایک ہشیار وہ عیار ہے سو جائے گا

مولوی عبد اللہ کانپوری عزمؔ تخلص کی ایک غزل ہے جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

سُنا جو تار عنقا کی نظیر کا
پری وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہے باقی تمام شعرون مین قافیہ مکرر ہی ہے یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین۔ ؎

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے
نہ ہونا وصف ہے یان تو کمر کا

جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے
مین سمجھا مر کے یہ نکتہ کمر کا

عبد الاحد متخلص بہ احد کے دیوان مین ۲۵ شعر کی غزل ہے مطلع کے مصرع اول مین بسمل قاتل آیا ہے باقی سب جگہ قاتل قاتل ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔

بعد مرنے کے بھی یہ شوق شہادت ہے مجھے — پھر جو جی جاؤن تو کہنے لگون قاتل قاتل
اس قدر دید کی حسرت تھی پس مرگ مجھے — مردم دیدہ پکارا کیے قاتل قاتل
تو پئے قتل اگر تیغ بکف ہووے کبھی — سارے عالم سے صدا آئے کہ قاتل قاتل
یاد آئے گی جو لذت تہ شمشیر کی وان — روح جنت مین پکارے گی کہ قاتل قاتل
کشتۂ تیغ ادا ہون مری تربت سے احد — بعد مُردن بھی صدا آئے گی قاتل قاتل

امانت کی ایک غزل بیس شعر کی ہے مطلع مین توجان اور ہڈیان قافیہ ہے باقی تمام شعرون مین ہڈیان قافیہ کیا ہے۔

رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندون مین ایطا بالکل ناجائز ہے جیسے مرزا دبیر کے شعر ونکے ان بندون مین۔ ~

اب عقل ہماری یہی کرتی ہے گوارا — لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا
عباس بھی پیارا ہے اور اکبر بھی ہے پیارا — ان دونون کا مرنا نہوا شہ کو گوارا

ولہ

کہنے لگا پکار کے یون شمر بد شعار — بس رو چکے اسیر ہون اونٹون پہ اب سوار
تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار — پر چھوڑتی تھین لاش کو ہمدین نہ زینہار

انیس

چار آئینہ والون کو نہ تھا جنگ کا یارا — جو رنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا — بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا
جوشن کو سُنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ — حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
چھپتی آنکھ جسینون سے سدا تھی واللہ — دیکھتا تھا کسی معشوق کو پھر کر نہ نگاہ
کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جاتا تھا — اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین
خوش رات دن افضال الٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ
وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہے اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہوگیا ہے خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے ہین "در قوافی بیجہا و مثنویہا و خانہاے مربع و مسمط استقصاے بسیار نکنند و استعمال بعضے عیوب را روا دارند" الغرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعاً ناروا ہے لیکن غزل خواہ قصیدے مین چوگانہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی نہ کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ مکرر آئے گا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان
لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہ مین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر
ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادی علی بیخود

یہ کافر ہے در خشان اُن مین وہ مانگ
دل مجنون کو جو لیلی سے لے مانگ

صاحب برہان قاطع شائگان خفی وجلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی وجلی کے نام ہین لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہے مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ نشان اور گران اور جہان ہو روا ہے کہ اسپان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی اور پھر خران لانا جائز ہوگا کیونکہ الف ونون اسپان وخران مین ایک معنی مین ہے اور رضا قلی خان

ہدایت انجمن آرای ناصری مین لکھا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان جلی کہتے ہین جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان خفی کہتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو سما اور زلیخا اور یغما کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمد بن قیس کا قول ہے کہ جس قافیے مین روی حرف اصلی نہو گا وہ شائگان نہین ہے جیسے دلبرا اور فنا اور حرف زائد اُس وقت شائگان ہے جب قوافی مقید مین واقع ہو نہ قوافی موصول مین۔

پس میر کے اس شعر مین ۔ ؎

وقت یکسان تو نہین اے دوستان	اب یہی ہے ہر زمان ورد زبان

ایطاے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

ولہ

بہت ہمنے دیکھے وزیر و شہان	شکار ایسے دستور سے تھا کمان

شہان جمع ہے اور کمان مفرد۔

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ گمان	ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان

گمان مفرد ہے اور کنوتیان جمع ہے اور مرزا دبیر کے اس شعر مین ایطاے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا	فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہے نواسا

کیونکہ شناسا مین الف فاعلیت کیلئے ہے اور نواسا کا الف اصلی ہے۔

نسیم

شہ نے کہا سُن وزیر دانا	بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیسیر دانا	ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

نانیات و شجر مین اے دانا	مادے میوون کے ہون سبب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سبب معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور یاے تنکیر و مصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نامحدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان

اُس گنج کو کہتے ہین جس مین مال بہت اور بیحد ہو اور قافیہ شائگان مین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہے اور شائگان کے معنی لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص وخراب ہوتا ہے اسی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان وخرابی کے بیگار سے مشابہ ہے یا یہ امر بھی ہے مزدوری کے کام کی طرح تحکم کا ہے اور تعلق شاہ وحاکم سے رکھتا ہے مردف شعر مین شائگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہے جیسے ۔

حالی

فسون جب یہ باقی نہین کارگر وہ ٭ تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گردہ

ولہ

بڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین ٭ وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہے اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے ۔ ع

حالی

طاؤس کو ناچنا بتایا ٭ کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدری کی تکرار ہے غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہر عیب ایطا سے جیسے ۔

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے ٭ انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے ٭ بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے ٭ تو یہ جانو رہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

پہنے وہ صنم جو پیرہن زرد ٭ ہو جائے گئے سفید یاسمن زرد
پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد ٭ یان ہے یرقان غم سے تن زرد

رستی سے ہو رہا ہے جو اُس کا دہن کبود ٭ ولہ ٭ یان سنگ کو دکان ہے ہے سارا بدن کبود

ہستی سے کر رہے ہو عبث تم دہن کبود — نازک یہ ہونٹھ ہین کہ کرے گا سخن کبود

داغ

دل نہ رہا سینے مین دم کی طرح — ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح

تم مرے دل مین رہو دم کی طرح — دم نہ سہی حسرت وغم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین نہ چاہیے ورنہ لطا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہے کہ معمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہے لہذا کمی و بیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزاے موصوف نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ اگرچہ معمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر دراصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہے ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی

ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلمون سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئے نہ — کیا تاب منہ تو دیکھو جو برو ہو آئینہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری — ملی اپنے بدن پر خاک ساری

امانت

یا نون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے — جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی ہے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سنائے نہ بنے — کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل — اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے ای چرخ کہون جاکے تری بیدادی — جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا

فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا

جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا — ہین وہ ہون پدر جبکا ہے دو روز کا پیاسا

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرایا — جان بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے — رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے
بیہم جو اُسنے کی صف عشاق پر نگاہ — پیٹھون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے
ہر حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا — مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے
وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ گرکہان — سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے
پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو — ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے — پھر تمنا کو یہان مژدۂ پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجھپر — ہان مگر ملنے کی خوبان سے تو اک خوبی ہے

تحلیلی وہ ہے کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالقضا بس بل کو قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر درد کی اس غزل مین شرر اور نظر وغیرہ قافیہ ہے اور سے ردیف۔ ہ

ہمچشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے — آتی ہے نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے
کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہے مرے سلقہ — مجھکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے
اسطرح کے رونے سے تو دل اپنا رہے کچھ — اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

بر قافیہ ہے مقابل نظر اور شرر اور کمر کے اور سے ردیف ہے۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب مجھے کچھ باغبان اور — دوانا ہون مین گل کے رنگ و بو کا
سدا بیرنگ رہ غفلت سے مدہوش — مثل مشہور ہے سویا سو چوکا

ذوق

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب رہین ترے آزار محبت والے

مومن

کیے ہی چھیڑنے کو میرے گر سب ہوے ان سے ہم قسمین
نہ دون ملنے کسی معشوق اور عاشق کو آپس مین

اگر مشہور ہوا فسانہ اپنی بُت پرستی کا
برہمن کیا عجب ایمان لے آئین بنارس مین

رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی
وہ نو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

نہ مین اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری
اثر کس کس کو ہو ہو بھی اگر فریاد بے کس مین

ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم
مری جان کون ہے یہ کسکی جھوٹی کھاتے ہو قسمین

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھائیے
چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو چالیے

انشا

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا
تو غل سا مچ گیا بازار بیچ بیچ کا

لچک سی آگئی ہر شاخ گل کے شانے مین
خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکا یہ

جو خوب سوچو تو ہے نام جسکا استغنا
وہی تو اصل ہے انشا ہزار لالچ کا

سوز

جو دل کہ تھا آئی اس دلربا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یون اُجڑا ہوا نگر سا

ساتون فلک کے دل مین سوراخ دیکھیو
نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا

شاید کہ اپنے گھر کی دی تم نے خاک سب کی
خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پرسا

جرأت

دیکھو زخمی مجھے اب کوچۂ قاتل والے
ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم جگر سلوا لے

عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہین
گرچہ قسمت سے ہون جان بر مرض سل والے

اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم
تنگ ہم نزع کوئی اُس سے ہمین ملوا لے

آج گلشن مین سُنا باد بہاری آئی
غنچۂ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوا لے

نوا

اُس پاے حنائی پر رکھتا ہون جو مین کو	کس ناز سے وہ ہنسکر کہتا ہی کہ بس سر کو

آتش

ہاتھ سے تیرے لکھی ہی جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رسینا یا قضا
دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھا ہون یار کو	جان حاضر ہی جو تجھسے ہوتی ہی سائل قضا

ناسخ

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا	ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا
دردِ سر مین جو سر رگڑتا ہون	تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا
لکھون ناسخ جو وصف چشم سیاہ	ہو سیاہی مین طور کا جل کا

امیر حسین تسکین

مین نے جو رکھا پانون پر سر کو	بولے وہ ناز سے کہ بس سر کو

آتش

آئے کہ بہار جائے خزان ہو چمن درست	بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
پرچھاوان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے	برسون رہا معاملہ روح و تن درست
سجدہ کرین تجھے بُت و زنار توڑ کر	چاہین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے	اک جہان تیرے ستم سے کر رہا فریاد ہے
کھیلتا ہی تو جو اُس مار سیاہ زلف سے	کیا تجھے ای دل کوئی کالے کا منتر یاد ہے

ایسا قافیہ ایطائی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجایش رکھتا ہی اور مطلع مین بھی آپڑے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہی۔

بیانِ غلو

غلو غین منقوط اور لام کے ضمون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف ردی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال۔

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے	پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے

گردن اور بھی ہے جوش جنون خوار و ذلیل	مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپنا لیکن	چارہ سازون مین ذرا دم دل اڑا جائے
حسن انجام کا مومن کے مر بارے ہی خیال	یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین رائے مہملہ ردی ہی اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہی مگر مقطع مین مفتوح ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پاؤن وہ رنجور دراز	جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل مین رنجور دیجور بطور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دُور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورۂ اصلی کے دُور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دُور و دراز عطف کے ساتھ ہی پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہی اور دوسرے مین متحرک ہے جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صالح

بپای برق ہم نتوان رسیدن از حریم او	رہ دور و دراز ست ای کبوتر بال و پر بشکن

اور محاورۂ فارسی مین اردو والے داخل نہین کر سکتے حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ انھون نے آگاہ کردیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہے حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت راہ ہے ایک جگہ حرف روی ساکن ہی اور ایک جگہ متحرک۔ مگر یہان معترض کو گنجائش ہے کہ کہے تفاوت کو ہم جانتے ہین سوال یہ ہی کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہی (صلاح کار کجا و من خراب بجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجھکو کیا کام۔ شعرا کے یہان یہ قاعدہ علے العموم جاری ہے کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کردین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اگر مین شیخ و برہمن اللہ اللہ رام رام اگر	زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللّٰہی کنشتی کا
ترا نامی گرامی گھر تو ابن سائی کوشر	نظر ہے نام ای خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا

مذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناؤ خشکی مین	زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا

مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہے اور قافیہ مین یہ لفظ یہان پر نہین آسکتا لیکن اعجاز خواجہ سے یہین قافیے مین لاؤنگا گویا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین روی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم مین کر لیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہووے لالی	اور اُس لالی پہ جتی ہووے کالی

تحشر

صف مژگان مین ترے چمکے ہے تیر نگی آئی	کسکے تاراج کو اُمڈی ہے یہ فوج دکنی

پہلے مصرع مین روی یاے اصلی ہے اور دوسرے مین یاے نسبت زائد

میر حسن

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی	ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے۔

جرأت

اب نجا مین جان بلب اسوقت ایجا نا نہ ہون	تیرے اُٹھ جانے سے کافر ہون اگر زندہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہو مین تنہائی مین	آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب بنے اے دوستو	کیجیو مذکور میرا اُس کے مین ہون یا نہ ہون
مُنھ نہ موڑون گا تری شمشیر سے قاتل لگا	نام ہے جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی	خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی	زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت مین جو اُسکے جوہر تھے اصلی	ہوے سب تھے مٹی مین ملکر وہ مٹی

میر

آفرین صناع لوگو آفرین	کیا لگایا باغ آکر کا غذین

بقاء اللہ خان بقا

جب دل صد چاک تیرے عشق سے نخانہ تھا	گو چھپاے زلف مین شبگیر شل شانہ تھا
ہاے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین برسالہا	اب یہ ہوتا ہے گمان سبزہ ہی گویا وان نہ تھا

نواب کلب علی خان والی رام پور

ملا ہزارون سے مین تجھسے اک زمانہ ملا	مگر خدا کی قسم تم سا بے دفا نہ ملا
ملا ہی یار تو نواب تنے خوش کیون ہو	خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

روے مژہ اُن آنکھون نے دلکو دکھا دیا	صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے	گولی نے بے تفنگ نشانہ اُڑا دیا
کافر سے بھی نہو جو کیا ناز حسن نے	عاشق کے دل کو توڑکے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہاردہ	دن ہو گیا نقاب جو شب کو اُٹھا دیا
سوداے زلف یار کی سر مین جگہہ ہوئی	دام بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا
خط سے رہا نہ حسن رُخ یار کا فروغ	بجھنے نے اس چراغ کے دل کو بجھا دیا

پوچھا ہے عارفون سے جو ہمنے وہ ہے کہان
آنکھون کو بند کرکے ہے دل کا پتا دیا

اُن اشعار مین دکھا اور لڑا اور اُڑا اور ڈھا اور اُٹھا اور پھنسا اور بجھا اور بتا قافیہ ہے اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہین حرف اصلی ہے کہین زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہے کہ ایک جگہہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً تپش مصنف بہار دانش کے شعر مین۔ ۔ ۔

بُلا لایا گھر مین اُسے دختر	کہا اے گنی کر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا سُنکے خوشنود شہ یہ سخن	کیا حکم خرگوش کو دفعۃً

شاعر نے تنوین کو جو نون حکمی ہے نون اصلی کے مقابل ردی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی دو حرکتین ہین اس طرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دو نون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الاذکار مین لکھا ہے کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جُدا گانہ ہے جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھدیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہر صورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اس طرح فعلُن (فعلٌ) آتش کے اس شعر مین بھی ردی کا مدار تلفظ پر ہے۔ ے

ہاتھ سے تیرے کبھی ہے جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا

بیان تضمین

قافیہ کی اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہے وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہے جُدا ہے یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہے جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھدیا مثال اسکی۔

دبیر

ناچیز سہی کم سہی رُتبے مین مین الّا	بابا کے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسنِ پاک کو سونپا	عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا
میراث کی خواہش ہے نہ درّے کی طلب ہے	پر بھائیون مین میری حقارت کو غضب ہے

لفظ الّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہے۔

مومن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے	کہ ہوا مہربان فلک یعنے

کئی دن بعد ایک شب تنہا	اتفاقاً کہا ری وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہیں خبر اکبر نے عرض کی کہ ہیں سب خیر سے مگر	جلدی کہو کہ منھ سے نکلتا ہے اب جگر لٹتا ہے کوئی آن میں خیر النسا کا گھر

ملتی نہیں رضا ہمیں آنسو بہاتے ہیں
بابا گلا کٹانے کو میدان میں جاتے ہیں

میر

جگر میں اپنے باقی روتے روتے کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو	اگرچہ کچھ نہیں اے ہم نشین پر تو بھر جاتا ہے پانی سب زمین پر

منشی

تو مائل ہوا سو ے کشتی اگر نہیں چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان	تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کرکے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہے صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سیّد الکونین والثقلے	ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہے۔ مگر فارسی اور اردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہیں کرتا مگر بر سبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی اس رباعی مین سے

اے شادی عید چون بکام دل اع ذورم بر اہل دل کز آزادی مح	دایم شدہ محبوس درین غمکدہ مع بوس ست برسم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعلایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے جزو اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اردو مین ایسی تو کوئی مثال نہیں ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر ہو سکتا ہے۔ سے

جو ہین آفتاب تابان ۔ نے چھپایا اپنا جلوہ

اسی قبیل سے ہے حکیم منظفر حسین اظہر کی نظم غیر مقفیٰ مین ۔

جہان میرے سارے کامون ۔ جہان میرے سب خیالون

مین فقط تو ہی ہے ہو رہبر

بیان تغیر

یعنے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کردینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعراے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کردیتے ہین اسکی مثال یہ ہے ۔ شعر

انشا

آدمی چیز ہی کیا اُسنے نہ چھوڑے پتھر ۔ پھونکے جس جلوے نے سب طور کے روڑے پتھر

لکھ غزل اور بدل قافیہ انشا کہ شرار ۔ نکل آئے ہین بہت تو نے یہ پھوڑے پتھر

ولہ

کھا دین ہر چند کہ بارش کے تڑ تڑے پھر ۔ پر نہین تب مرے اشکونکے در پڑے پتھر

لکھ غزل اور یہ تبدیل قوافی آتش ۔ تو نے آخر تو ہین اس بحر کے چھیڑے پتھر

ولہ

فوج لڑکونکی جڑے کیون نہ ترا تڑ پتھر ۔ ایسے خبطی کو چیا جائے جو کڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر اور ردیف کی ۔ کہ زبر کے قافیے جسمین ہون مجھے نفرت آگئی زیر سے

نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے ۔ بس اب آگئے حضرت عشق جی چلے جاؤ گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر ۔ ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر

بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور ای طبع ۔ جو ہو نجے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر

مطلع

بتاؤن ہم نفسان کیا مین گلستان کی خبر ۔ قفس مین مجھکو نہین اپنے آشیان کی خبر

لسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک ۔ زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گردہ گلبدن رہجائے گا ۔ بیکلی سے مرکے تو یہ خستہ تن رہجائے گا

گر کہے گا یان بدل کر قافیہ اور اک غزل ۔ شاعرون مین نام تیرا ای حسن رہجائے گا

مطلع

آشیان سے باغ مین اپنا نشان رہجائیگا	ہم چلے جاوینگے اور یہ آشیان رہجائیگا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع کرنا

شعرائے ریختہ بعض جا ہائے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون عشق پسر سے غم رسیدا	آگاہ کرو کہ یہ ہوا گیا

دیگر

پردہ رہے نامۂ عمل کا	کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خوار کرتا ہے جوانمردون کو سفلون کو غرور	سن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا
وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال	گل رخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا
کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا	ہر حباب اُسکے لیے گویا سفینا ہو گیا
اس مہینے مین بھی ہر روئے رہا پہلو تہی	عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا
گھر ہوا ہے عشق کا اُس عرش مسند کے یہ دل	آسمان کو مجھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا
دوسرا مجھ سا نہوگا کوئی برگشتہ نصیب	کی محبت مین نے جس سے اُسکو کینا ہو گیا
اب کہان وہ اینڈنا مستو نکالا ہو حق کہان	ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہو گیا
اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہے صفا	جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا

لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا جیسے ان شعرون مین مرزا دبیر کے۔ ؎

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیون گا	موجود مرا رشتۂ جان ہے پے بخیہ

ولہ

کہتی تھی کہ آئے نہ یہان شاہ مدینہ	گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

صغرا کو مان کی گود مین جو تھا مہینا بھتا	عابد کو تب تھی نزد جمال سکینہ تھا

ولہ

خاموش دبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا	اللہ سے کر عرض کہ اے ربّ زمانا
از بہر حسین رضؓ و حسن رضؓ اے خالق دانا	جو مجھسے جلیں تو انھیں دوزخ میں جلانا

سیونگا اور بے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہیں بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی عبد الغفور خان نسّاخ -)

میر

گئے پاس اُسکے وہ شیخ زمانہ	رکھا پھر اُسکے آگے لاکے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہیں بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی	اگر میں خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا
نجے میری نظر میں جلوہ کون و مکان کیونکر	کہ میں ہوں محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ میں ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور مہیات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہیں مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہیں کیونکہ ہاتھ اور ساتھ میں ہائے مختفی بھی ہے اور رات اور بات اور گات اور مہیات میں نہیں۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان میں لاتے ہیں جب بھری کسی کی گات ہم	مارتے ہیں تب میں چھاتی پہ دونوں ہاتھ ہم

ہمت رامپوری

عجب گردش میں اپنی ندنوں اوقات کٹتی ہے	غنیمت ہر کوئی ساعت جو پیر کےساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو
یار ہو مے ہو گلے میں ہاتھ ہو

دبیر

دیکھینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی	رُوح آپکی بیمار کے کیا ساتھ نہو گی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین باٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر مین تاے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیساکہ نفائس اللغات مین مذکور ہے۔ ؎

منظر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ	سودا یقین جان کہ روڑا ہی باٹ کا واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اُسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پورا کلمہ ہو یا ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے ۲ دو کلمے ہون پس مصحفی کے اس شعر مین۔ ؎

تیغ نے اُسکی کلیجہ کھا لیا	اُس نے آتے ہی مجھے سنگوا لیا

کھا لیا اور سنگوا لیا مین ۲ دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھالیا مین ۲ دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سنگوالیا مین دو الف اور اُنکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوالیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور آنیس کے ان شعرون مین بھی قافیہ کا یہی حال ہے۔ ؎

ہاتھون مین لے چلے جو اُسے شاہ اتقیا سمجھا لے پر حسین کے بانو نے رو دیا	بانو کیکاری لونڈی کو صاحب جلا لیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا

ولہ

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد پیدا ہوا جب خلق مین اُسکا ہون مین شاہد	یہ سابق الایمان ہے یہی عابد و زاہد سجدہ نہ کیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور اُنکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور

دوسرے قول کے مطابق جیم اور زاے معجمہ اور شین منقوطہ اور واؤ کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین
پس حرف ساکن تک جس قدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائیگا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائیگا جیسا کہ
ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ نو حرفون مین منحصر نہ رہا اور ان حرفون کا کچھ نام نہین
ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت
قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین		دیکھنا ایک نظر تمکو ہے منظور ہمین	

کہ یہان دور مین واو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین واو اور را اور ظاے معجمہ کا
ضمہ قافیہ ہے۔

خلیق

گلرخون مین وفا کا پاس نہین		جون گل کاغذی مین باس نہین

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہے اور باے عربی اور باے فارسی کی حرکت بھی قافیے
مین داخل ہے۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف
روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ
خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر ہوا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین **اول** مترادف یعنی
لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلافصل آوین جیسے نوک چوک۔ نور جور **دوم** متدارک جس مین
درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبر اخگر۔ بہتر بدتر **سوم** متدارک
جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ۔ غلغلہ۔
حوصلہ ولولہ۔ باخبر بے ہنر **چہارم** ۔ متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے
درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلۂ من کعبۂ من بستر غم خار الم **پنجم** ۔ متکاوس یعنی
وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اسکی مثال اُردو مین نہین یہ قسم
عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور

ہون یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہے -

ضعیفی سے کرون اُسکی مین کیا بات (مفاعیل	سودا کہ جسنے نہ تھی بڑھیا آگ کی مات (مفاعیل)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

مرغان چمن ہین نغمہ پرداز (مفاعیل)	کرتے ہین بذوق وشوق پرداز (مفاعیل)

مومن

اے خراجۂ خواجگان دم ختم وعتاب (فعول)	کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سُنت نہ طریق توحید (فاع)	پھر کیا ہے ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم تا راستی پیشہ ہوا ور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان)	قلم زن تا ہو مشک افشان و کاغذ خط سے مشک آگین (مطلع) (مفاعیلان)
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین (مفاعیلان)	سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہون از راہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض وضرب ازل یا مسبغ ہون تو بھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر و تسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین **مثال** قافیہ مترادف کی بحر رمل مین -

مومن

اُس ملنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)	ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہے -

ولہ

فکر واندیشۂ انجام و مآل (فعلان)	وہم ناکارۂ و بے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہوا اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنے سے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہے جسکو فعلان سے بدل لیا ہے -

ولہ

کچھ پشیمان کہ کیون کی تھی چاہ (فعلان)
اُسکا انجام نہ کیون سوچے آہ (فعلان)

عروض وضرب مین تسبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو مسبغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہے اسکو مخبون مسکن مقصور اور مشعث مقصور بھی کہتے ہین-

ہ

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگلے فاعلیان
اور یان دلپر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)

عروض وضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہے-

فائدہ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا شعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہوا کیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا پدانست ناقص مؤلف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہے لیکن مفعولن شعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہے اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہون پس مفعولن شعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اس مین واو ساکن پھر لام متحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور شعث متصور یعنے فعلان بسکون عین کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین **تیسری بحر** مضارع اس مین جب آوے گا کہ عروض وضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسبغ یعنے فاع لیان ہون مثال-

قافیہ مرادف کے بحر مضارع مین آنے کی-

میر تقی

لائق تری صفت کے میری ہی مجال (فاع لان)
آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

ولہ

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)
اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)

فائدہ یہ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل اور مسبغ ہو کر مفاعیلان ہوجائے گا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو

مشتمل ہے اُس مین رُکن فاع لاتن کو آخر مین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا تیسرے مثمن بہت مستعمل ہے اور اُس مین رُکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنے فاع مثال۔

غفلت

مرد سے بولے کہ نکر دو نکاح (فاعلان)	زن سے کے چار ہین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمدؐ مین دن رات (فاع)	رہوے مری صرف اوقات (فاع)

۵ پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات	جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ لائے جو تشریف (فاع)	بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

۶ چھٹی بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال۔

ظفر

واللہ بغیر از پنجتن یار اکسی کو یہ کہان (مستفعلان)	جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)
یا ورنہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)	لکھتے ہین دروازے اُپر تا گھر رہے دار الامان (مستفعلان)

۷ ساتوین بحر تقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون؛

میر حسن

نہفتہ اُسی سے سوال وجواب (فعول)
سدا روبرو جا سکے غم کی کتاب (فعول)

لیلیٰ مجنون مؤلفہ میر تجلی

وے غور مین نے جو کی اے ندیم (فعول)
جواہر کا تھا وہ درخت عظیم (فعول)

مومن

صبح جدائی شام غریبان (فعولان)
کام دل ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان)
خلق بسمل چشم پرخون (فعلان)
ہنسنے مین وہ صفائے دندان (فعلان)
برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمر مذال یعنے مستفعلان ہون جیسے۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)
وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

صبر رامپوری

کسی دوست کو تب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی اُمید (متفاعلان)
جو سُنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لا اعلم

ترے ہجر سے آگئی ہے لب پر جان زار (مستفعلان)
یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

چھ بحرون مین آتا ہے **ایک** بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض وضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون۔ مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین۔

ذوق

گلستان مین ہوتا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہوتا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن)

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے (فعولن)
کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعولن)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

اے مہر منور رسالت (فعولن)
دیباچۂ دفتر عدالت (فعولن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہون مثال اول۔ سہ

میری آنکھ اب نہین مہر و محبت (فاعلاتن)
ہے فقط اک دو رکی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گر خدر میرا نہین ہے شیشہ خالی (فاعلاتن)
تیغ ہے اسمین شراب پرتگالی (فاعلاتن)

ظفر

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن)
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)

مثال سوم۔

مومن

وہی صحبت وہی ہے عالم (فعلن)
وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو **چوتھی** بحر مضارع اس مین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

میر

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین۔ بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن)	سنی گرچہ جاتی نہین یہ کہانی (فعولن)

مومن

لیگئی میرا چین وہ بالکل (فعولن)	ساتھ سدھارے صبر و تحمل (فعولن)

چھٹی - بحر متدارک اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی فعْلن بسکون عین ہون جیسے-

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری (فعلن)	دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی مین بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض و ضرب ابتر یعنی فع ہون کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونون کا حرف آخر ساکن بمنزلہ حرف ساکن ماقبل فاے فع کے ہوگیا اور دو ساکنون کے درمیان ایک فے متحرک ہوگئی مثال-

مومن

یہ چند منافق سراپا بدعت (فع)	ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت (فع)
بتلاتے ہین بدعتی امام حق کو (فع)	گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحرون مین آتا ہے- ایک بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہون جیسے-

ظفر

مین ہون ضعیف و ناتوان در ہی یار کی گلی (مفاعلن)	اسکی ہوائے وصل ہے مجھکو اڑا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر یہ ہی جو تجھ سے ہو سکے (مفاعلن)	سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہون جیسے-

مومن

عاشقون پر ناصحون کا ولولہ (فاعلن)	محتسب کا میکدے مین غلغلہ (فاعلن)

دیوان سوم مصحفی

تب کہا اس نے اکھٹا بھیجیو (فاعلن)	آدمی کل اپنا بھجوا دیجیو (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض وضرب سالم یعنے مستفعلن یا مخبون یعنے مفاعلن ہون۔

مثال اول۔

نظیر اکبرآبادی

جواور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)

جواور کے مارے چُھری اُس کے بھی لگتا ہے چُھرا (مستفعلن)

حافظ بانگی پوری

اے ابطحی ویثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)

اے مخزن صدق وصفا اے معدن جود وکرم (مستفعلن)

مثال دوم۔

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن) ؎

کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے متفاعلن یا مضمر یعنے مستفعلن ہون مثال اول۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوئے تو بندھی کمر (متفاعلن)

صف انبیا تھی ادھر ادھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا انھین ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)

جو کلیم کو ید پُر ضیا تو مسیح کو دم جانفزا (متفاعلن)

مثال دوم۔

طالب

نہ ہوئی کبھی تجھسے خطا نہوا کرو مجھپر جفا (مستفعلن) | نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح ولام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہے اسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہے تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا و عین متحرک ہووے جیسے اس شعر مین۔

میر حسن

وحوش و طیور وان تلک لب بے محل (فعل) | پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے (فعل) | جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی - بحر متدارک اس مین جب آتا ہی کہ عروض وضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعہ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن) | شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے ولا (فاعلن)

ساتوین - بحر منسرح اس مین جب آتا ہی کہ عروض وضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے۔

سودا

اتنے لیے صاحبو آگے یہ ہم سے اَڑے (فاعلن) | تا کوئی جانے انھین یہ بھی ہین شاعر بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجھکو رابطہ (فاعلن) | حرکت نہوتی مجھ سے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)

نوین - بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض وضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجھکو نہین چاہیے باغ ارم (فاعلن)
سر ہو مرا اور وہ خاک قدم (فاعلن)

قافیۂ متراکب

یہ قافیہ دو بحرون مین آتا ہے۔

ایک بحر رجز مین جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہون جیسے۔

قدیر

اب نہین طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج وتعب (مفتعلن)
لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر وغضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فَعِلن بکسر عین ہون اور یہان دو ساکنون کے درمیان تین متحرکون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن کے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ الساکن ماقبل فعلن کے ہے تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر مین۔

جگر و سر زنش نشتر غم (فعلن)
سینہ و قف خلش خار الم (فعلن)

فائدہ ان چارون قسمون کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہونا بر سبیل حصر کے نہین اور ابیات مردف مستثنےٰ ہین اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی مین بھی گلگشت و غلغلش قافیہ نہین کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرے ہے لہذا اُس کا بیان فضول ہے یہ مثالین جو تمام قافیون کی دی گئین اور اشعار ہر قسم کے برعایت بحور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ مین ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ قافیہ عربی مین ان پانچ قسمون سے اور ریختہ مین پہلی چار قسمون سے زیادہ نہین ہو سکتا خواہ ایک غزل و قصیدہ مین چند طرح کا قافیہ لائین اور ایک مطلع مین ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا جیسا کہ علی العموم شائع ہے۔

اوپر کی مثالون مین اس قسم کے اشعار تلاش کر کے لکھے گئے ہین جنکے دونون مصرعون مین ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونون مصرعون مین مطلع کے یا ہر ایک شعر مین غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہان یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف مین داخل

نہین ہے اس وجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شعر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اُسکو ایک علیحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حروف مین داخل نہین اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا ہو ان مین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واؤ خود کی اور تا و دال راست دار کی اور نون چاند کا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین۔

پانچوان شہر ردیف کے بیان مین

پوشیدہ نہ رہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہے شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن سکاکی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی کو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے۔

ردیف اس لفظ کا نام ہے جو قافیے کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہے ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی آخر ابیات مین بقید تکرر وارد ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی مین پایا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہراتین مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شعر کے اس سے ایسے متعلق ہوتے ہین کہ بے اُسکے تمام نہین ہوتے مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی۔

سودا

جو گذرے مجھپر اُسنے مت کہو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر

بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر مین کہو اور رجا اور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہے اور ہوا سو ہوا ردیف۔

نثار

زخمی کو محبت کے سب ہیچ ہے راحت ہے
گر لون بھی تو چھڑکے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہے اور ہے ردیف ہے۔

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے
اپنے ساقی لاابالی سے

الامان شیخ و شاب مانگینگے
رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شاب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہی اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہی عبث

ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین
جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہی اور مین نہین ردیف

لمؤلفہ

اس دل دیوانہ پر وحشت ہے طاری اندنون
چین دم بھر بھی نہین لینے نہین دیتی ہی آہ

لا کوی موج ہوا زنجیر بھاری اندنون
کام کرڈالے گی اپنا بے قراری اندنون

ان دنون دونون شعرون مین ردیف ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک لفظونکی تکرار مشروط ہے یہ معنے کی یعنے اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیسا کہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعرون مین۔ سہ

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے
کس طرح ان عین بلائین کرون کیونکر تعظیم

دیکھیو جھڑتے ہین کیا مُنھ سے مرے یار کے پھُول
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے پھُول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف مین
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
بزم سلطانی ہوئی آراستہ

مہر عالم تاب کا منظر کھُلا
شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھُلا
صبح کو رازِ مہ و اختر کھُلا
دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھُلا
کعبۂ امن و امان کا در کھُلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا
خسرو آفاق کے مُنھ پر کھُلا

جرأت

گہر ازگوہر سرشک چشم سے دامان تر پایا	تری دولت سے بس اے عشق ہمنے خوب بھر پایا
سکھادی پردہ داری حسن نے یہ اسکو خاموشی	کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا
جو ازراہ تلطف پانون وہ رشک ملک رکھے	تو پہونچے کرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیر الدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمہ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہے پس ان اشعار مین۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا	مرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانے والا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا کے حرف ی وال ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین۔

نواب کلب علی خان مرحوم والی رامپور کی ایک غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب	گیسو و لب مین ہین نظر سنبل و شراب
واعظ نماز و روزہ مبارک رہے تجھے	یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب

اس مین واو حرف عطف ردیف مین داخل ہے اور شراب کے شامل ہے حالانکہ درحقیقت معنوی کلمۂ غیر مستقل ہوتا ہے لیکن اس مین کوئی مضائقہ نہین جبکہ ردیف کے لیے استقلال ضرور نہین حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف دونون سے تعلق رکھتا ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہے ایک مرتبہ دیوان دوم[ع] کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہا مین یہ غزل نظر پڑی۔ ؎

کردیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ	ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

غرض کہ اس ساری غزل مین حد طور کافور پر قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر ہے ؎

ع مطبوعہ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۹۰۷ء بار ہفتم ۱۲

یادِ ساقی مین ٹپکتی ہے شراب شک کی جا
ہین مرے دیدۂ تر یا کہ ہین بلورِ سیاہ

اس شعر مین رائے مہملہ بلور کی کسرۂ توصیفی جاتی ہے مگر محاورۂ اُردو مین بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہے جو قیاس لغوی کے خلاف ہے شیخ مقطع مین فرماتے ہین ؎

پاس جو بیٹھکے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن
اب تو ناسخ کبھی گر آتے ہین ہم دُور سے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ مین لفظ آہ جز بھی نہین کیونکہ لفظ سیاہ مین یائے تحتانی متحرک ور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف مین سے اُنکا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہین میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہین۔ ؎

اثر ہو تا ہماری گردِ عصا مین
لگ اُٹھتی آگ سب ارض و سما مین

کفن کیا عشق مین مین نے ہی پہنا
کھچے تو ہو مین بھتیرون کے جامے

ضعیف و زار تنگی سے ہین ہر چند
ولیکن میر اُڑتے ہین ہوا مین

ساری غزل مین دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور مین ردیف ہے مگر دوسرے شعر مین جامے کو لاکر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے اور مے کو ردیف کے باوجودیکہ اور جگہ مین تین حروف کا کلمہ ہے اور آخر مین نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہے۔

میر سید حسین

کوچہ ترا اے سروِ روان رشک چمن ہے
بلبل کی روش کوچے مین عاشق کا وطن ہے گلزار ہو گیا

عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ
ہو جاتے ہین خاموش وہ ہر ایک سخن مین قرار ہے گویا

شعر اول مین لفظ ہے ردیف ہے اور باقی اشعار مین لفظ مین ردیف واقع ہوا ہے اور یہ بلکل جائز ہے ہان اگر اس امر کا اشارہ کر دین تو مضائقہ نہین چنانچہ شعرائے ریختہ کے یہان یہ دستور ہے کہ مقطع مین غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کر دیتے ہین چنانچہ انشا کہتا ہے۔

بدلی اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی بڑھا
کر پڑے ہے عرش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی یہ دماغ و دل

غم و درد و تاسف و یاس و الم سے دلا مجھے آہ فراغ کہان
مری جان نے بلا خبر اب یہ کہے خم بادہ کدھر ہے ایاغ کہان

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم نہ اُٹھے بیٹھ گئے
تو اُٹھا اُٹھ بھی یا تنگ کہ گلے بیٹھ گئے

کہہ ڈالا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل
قافیے اسکے بھی پیچ مین اے بیٹھ گئے

تپش دل ہی سے ہم ملکے گلے بیٹھے ہین	چھیڑ مت شعلۂ گل بسکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جیسے ۔

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین مدعی کہنے ہی نہین دیتے	بخدا ہم کہین تو کیا کہوین مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رُخ ترے واسطے ہوئی مین	فرخ ترے واسطے ہوئی مین

ولہ

رنجور جو ہون تو مین تمھین کیا	مجبور جو ہون تو مین تمھین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب	عابدون کے طفیل سے یارب

ولہ

سونا سوگند ہو گیا اُس کو	رونا سوگند ہو گیا اُس کو

درد

اے درد بہت تو نے ستایا ہمکو	بے درد بہت تو نے ستایا ہمکو

سیّد منصور علی رامپوری

کسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین بیچین کرے اُسے بھی کوئی یارب	اِسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین جسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین

مومن

کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن	نامناسب تھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اے دل نادان سمجھ گم نہ ہو ظلمات کاکل مین نہ جا	یہ سند ہی اے دل نادان سمجھ نا بلد ہے اے دل نادان سمجھ

قول ناسخ منع شغل عشق مین ہر	مستند ہے ای دل نادان سمجھ

رنگین

شب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا	جب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا
دل تجھکو بہت چاہتا ہے ای رنگین	اب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے **ردیف معیت** کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کر دیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیسا کہ اس شعر مین مرزا دبیر کے۔

چلائی سکینہ کہ خدا را ارے لوگو	بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مین مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے۔

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا	مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہی۔

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہی	بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہی اسلیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہی اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین کچھ رابط ہی درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین۔

آتش

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین	ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہی بیکار ہی۔

خواجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت سے ہون بسمل قاتل	تیر دستی ہین نہین تیری انامل قاتل
دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل	آب شمشیر عناصر مین ہی داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار رہی۔

ولہ

اُس صنم کو خدا کہوں نہ کہوں   ہے سخن گو مگو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

شمس النسا بیگم متخلص بہ شرم

ہجر مین مجھکو اگر ہوگی شفا کیا حاصل   لوگ کرتے ہین عبث میری دوا کیا حاصل

دوسرے مصرع مین عبث نے کیا حاصل کو بیکار کردیا ہے۔

میر وزیر علی صبا

نقد دل ہاے چرا کر بُت پُرفن کیسا   چپکے بیٹھا ہی جھکائے ہوے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار رہی۔

ولہ

دیکھکر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین   گُل سے بُلبُل ہوگئی بیزار قیصر باغ مین

دوسری ردیف زائد رہی۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول   زائر حضرت شاہ شہدا ہے ہے واے
انکی تصنیف ہین کیا کیا کتب بسوطہ   باقیات الصلحا شمس ضحا ہے ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہے۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا   افعی جو ڈسے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار رہے۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون   ہین ترے کوچے مین جانان سیکڑون

دوسری ردیف فضول ہے۔

فائق

ترے عارض سے ہین شرمندہ ای سیمین ذقن پانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہوا سے مُردَّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہے تردیف کا اور جس مین ردیف نہ ہو حرف قافیہ ہوا سے مُقفّٰی بولتے ہین فائدہ واجب و لازم ہے کہ غزل و نظم مین ردیف پر ہرگز کفایت و حصر نکرے جس طرح پر دائم کے شعرون مین جو طبقہ شعراے متقدمین مین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان مین نہین ہے ست زلف ہلا اس مین غریبون کا ہی دل قید	مانند لبت لعل بدخشان مین نہین ہے کچھ آس بھی جینے کی غرض اس مین نہین ہے

بدخشان و خراسان و گلستان قافیہ اور مین نہین ردیف قرار دے کر مصرعہ رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جُرات

دیدۂ حُسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس	ساق پا ہو یہ بلورین کہ جلے اُسپہ ہوس

اگر لفظ اُسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم	دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین (کے) تو عیب نہ رہیگا۔ مگر بے معنے ہو جائے گا۔

ولہ

محمدؐ باعث ایجاد افلاک	محمدؐ علت غائی افلاک

مثنوی طالب علی خان عیشی

ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ

مثنوی گلزار عشق

واہ رے ظالم تری بے باکیان
طُرفہ تر ہین کچھ تری بے باکیان

بدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہین غیر کے ہی وے نصیب یا قسمت
تھی جن لبون سے طمع بوسہ گالیان بھی نہین	اب ایسے پھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکا وے	پہ ویسی میری کمان ہی نصیب یا قسمت
نہین جو فضل قلندر تو کیون ہون نومید	کہین اُلٹ نہین دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کے لیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نہ رہے گا۔ ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ماقبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ توسرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اُردو مین تو ردیف نہایت لُطف پیدا کر دیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو ؎

ساقیا عید ہے لا بادہ مینا بھر کے	کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے
ولہ	
چاہتا خلق کو صہبا و صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین

امام فخر الدین رازی نے نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کہا ہے کہ بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت مین اُس باریکی کو پہونچنا جو اُسکے دل مین ہے اور ساتھ اُسکے خلل پیدا

کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے اور فصاحت یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو امام کا کلام نہایت مجمل ہے مین تفصیل کے ساتھ دوسری عبارت مین کہتا ہون کہ۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سُننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔تنافر کلمات۔تعقید۔لفظ واحد کی کثرت تکرار پے در پے اضافت ابتذال۔تغیر اثقال۔تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاءاللہ ہم آگے بیان کرین گے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضاے حال کے بھی مناسب ہو **مقتضاے حال کے مناسب ہونا**۔ایسا جامع لفظ ہے جس مین بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہان اختصار نہ کیا جائے اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہان اطناب و طوالت نہ ہو۔ بتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان موخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرون مین کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع و مقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت ضرور نہین اور جس جگہ بلاغت ہو گی وہان فصاحت ضرور ہو گی لیکن کلام کی فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُس سے فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست تنگی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب اور توازن ہو زور طبع اور اُصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس مین آئے ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی مثلاً میر کہتے ہین۔ ؎

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر	بادہ کشون کا جھرمٹ ہیگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہو اور وہ یہان آبھی سکتا ہے لیکن کعبے سے ذرا مصرع کی ترکیب

گرم ہو گئی ہے۔

سودا

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہی سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایۂ فصاحت و بلاغت سے گرجائے گا میر انیس کا مصرع ہی ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگر اس مصرع مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ غیر فصیح معلوم ہو اور انہی کا ایک شعر ہی۔

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین	جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہی وہ صحرا سے نہین ہو سکتی انہی کا ایک شعر ہی

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا	تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ غیر فصیح ہو جائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے۔

خواہان تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے	شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجاے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

انشا

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹھکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہ لے لکھنے سے شعر کی گرمی جاتی رہے گی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہی کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹھا دیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہین تو شعر رتبے سے گر جاتا ہے۔ اور متکلم کی یہی فصاحت و بلاغت ہے کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضا حال کے مواقق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظون کو پس و پیش سے اس بند و بست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

ایضاح مین لکھا ہے کہ مقتضاے حال مختلف ہوتا ہے کیونکہ مقامات کلام کے متفاوت ہوتے ہین چنانچہ نکرے کے مقام پر معرفے کے خلاف ہوتا ہے اور اطلاق کا مقام تقیید کے خلاف ہوتا ہے اور تقدیم کا مقام تاخیر کے خلاف ہوتا ہے اور ذکر کا مقام حذف کے خلاف ہوتا ہے اور قصر کا حال اسکے مخالف سے بتاین رکھتا ہے اور وصل کا مقام مباین ہے فصل سے اور ایجاز کا مقام مخالف

ہوتا ہے اطناب و مساوات کے مقام سے وغیرہ وغیرہ۔

کلام فصیح و بلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دُو باتون کی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہ ہون بلاغت حاصل نہین ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہو سکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح و غیر فصیح مین تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح و غیر فصیح میں تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے رتبے کو نہین پہونچ سکتا۔

اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین ادا کرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔

کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہو جاتی ہے اور بعض چیزون کو حس معلوم کر لیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہو جاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلیے علما نے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین اور صنائع لفظی و معنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کر کے اُس کا نام **علم بدیع** رکھا اور یہ علم معانی و بیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع و بدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے۔

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ کلام مین دُو قسم کا حُسن ہوتا ہے۔

(۱) ذاتی اور وہ یہ ہے کہ بدون اُسکے کلام صحیح نہ ہو اور اُسکو پسند نہ کرین اور یہ بات علم معانی سے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) حسن عارضی یہ ہے کہ اُس سے کلام فصیح و بلیغ کی رونق بڑھ جاے یہ تین طرح پر ہے (الف) لطافت (ب) رعایت نسبت (ج) اور صناعت۔

لطافت یہ ہے کہ کلام سے سواے معنی مراد کے دوسرے معنے بطریق لطیفے کے نکلتے ہون جیسے انشانے جرأت کے نام کا معما کہا تھا۔ ؎

سر مونڈی نگوڑی گجراتن + گجراتن کا سر اور پانون دور کرنے سے جرات پیدا ہوتا ہے لطیفہ اس مین یہ ہے کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام ہے۔

رعایت نسبت یہ ہے کہ متکلم جس چیز کا بیان شروع کرے اول سے آخر تک اُسکی رعایت ملحوظ رکھے اور مناسبات کو جمع کرتا ہے۔

صناعت یہ ہے کہ اُسے ماہران سخن آرائش کلام کے لیے اختیار کرتے ہین اور علم بدیع مین اس کا حال مفصل مذکور ہوتا ہے۔

شہر پہلا علم معانی کے بیان مین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہے یا نہین۔

موضوع اس کا اُردو کے اہل بلاغت کی ترکیب مقتضاے مقام کی مطابقت کے ساتھ ہے اسی مطابقت کو جو کلام کی طرز سے سمجھی جاتی ہے خاصیت الترکیب کہتے ہین اسکی رعایت وہی کر سکتا ہے جو بلاغت سے بہرہ رکھتا ہو اور وہی اُسکو سمجھ سکتا ہے جس کا ذوق سخن فہمی صحیح اور درست ہو اُسکی **غایت** یہ ہے کہ ذہن سخن کی مطابقت مین مقتضاے حال کے ساتھ خطا و غلطی سے محفوظ رہے پس اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہو جائے یا اُس پر سکوت درست نہو اور اسقدر

کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو کو مارو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا صاحب کی گھڑی - چالاک گھوڑا بے حیا آدمی - کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیسا کہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہے مرادف نہین کیونکہ کلام اس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے مبتدا یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملۂ شرط اور جملۂ جزا اور جملۂ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اُس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہے اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین بالجملہ اسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو **صدق** سے مراد نفس الامر اور واقع کے مطابق ہونا ہے اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملہ خبریہ کا وصف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے - بعض کہتے ہین کہ خبر صرف سچائی کے لیے بنی ہے اور جھوٹ اُس سے عقل کی دلالت کے ساتھ مادے اور مقام کی خصوصیت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ صدق یہ ہوگا کہ حکم واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابق ہو نظام معتزلی یہ کہتا ہے کہ خبر کا صدق و کذب متکلم کے اعتقاد پر مبنی ہے پس اگر وہ خبر کو سچا سمجھتا ہے تو صدق ہے اور اگر جھوٹا جانتا ہے تو کذب ہے اور جاحظ کا یہ مذہب ہے کہ واقع کے ساتھ مطابق ہونے اور نہونے کا نام خبر کا صدق و کذب ہے اسکے سوا نہ صدق ہے نہ کذب ہے اور ہر ایک مذہب پر دلیلین موجود ہین جو مطولات مین مذکور ہین مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے - خالد چلا گیا - شیخ الٰہی بخش کو مارو **سوال** آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا ایک ہے

اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملہ خبریہ ہین لیکن ان مین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آتی **جواب** ان مین لفظون کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین
گو مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی
خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت
مین دونون احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت اُمور خارجیہ مین سے
ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کے لیے امیرون کے سامنے جو دن بھر مکان مین
بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین جھوٹی خبرین اپنی
طرف سے گڑھ کر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع مسجد
کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین
صدق و کذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور
جس چیز مین خبر مقصود نہ ہو اس مین صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار
اس پر ہے کہ مخبر عنہ سے خبر دیجاوے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک
مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند
کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی۔ **مسند الیہ** وہ جس کی طرف کوئی امر منسوب
ہو **مسند**۔ وہ جس کو کسی کی طرف منسوب کرین اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے
اُسکو **اسناد** کہتے ہین اور وقوع و لا وقوع کو کہ عبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے
ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی
سُننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا۔ بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور
مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون
کی احتیاج نہین رہتی۔ کیا کی احتیاج اُسوقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان
کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اس حالت مین ہوتی
ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے پس

پورا فائدہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے بیان ہو اور بدون اسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے زید مسند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اُسکو زید کی کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے زید مسند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے وہی اسناد ہے۔ مسند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ سوائے مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام اُن کو زوائد و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہین۔ مبتدا و خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہین اور حال و تمیز و مستثنےٰ ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون بمثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام ان کے بدون تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین شبیہ بمفعول بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین اور مبتدا شبیہ بفاعل اور خبر شبیہ بفعل بھی کہلاتے ہین۔

الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے۔ اسناد خبری۔ مسند الیہ۔ مسند متعلقات فعل۔ قصر۔ انشا۔ وصل و فصل۔ ایجاز و اطناب و مساوات۔ ان آٹھون چیزون کو شہر کے لحاظ سے ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس خبر سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے مطلع کرے اسکا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے اسلیے اُسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔ شاہ نیاز کہتے ہین۔ ؎

ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ	میان ہم تو باشندے ہین یار کے

اس مین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین

اور یہ شعر مذاق صوفیہ مین اور ہی معنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر بیان اُس کے بیان کا موقع نہین۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا ۔ کہ پیوند ملکون سے جس کا جدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا ۔ نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اِک جدا تھا ۔ کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا ۔ اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اُسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون۔

لمؤلفہ

اے چرخ تو گذر یو نہ کینے سے آجکل ۔ واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ مین آجکل تیری کینہ پروازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے درگذر نہ کرنا۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم ۔ خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو رہے محروم ۔ ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہی شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

غربت

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہیں پاتے ہو بات	ہم جانتے ہیں تم کو کسی نے سکھا دیا

(۳) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی میں تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سودا

پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں	کس لطف کی اُمید پہ یہ جور سہوں میں

ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہاً اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے۔

واجد علی شاہ

لگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے

انیس

قاسم کو غرض کیا جو سنیں گریہ وزاری	میں کون سکینہ ہی چچا جان کو پیاری
اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	ستّی مری کچھ قبر کو دشوار نہیں ہے

یہ بات حضرت صغرےٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگوں سے ایسا کہا تھا وہ اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونے کی وجہ سے اُنکو ساتھ نہیں لیے جاتے تھے اسلیے اُنھوں نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔

غالب

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میر حسن

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے	جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلیے نجم النساء نے اُسے انجان قرار دے کر ایسا کہا۔

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے	ولہ	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو | تو پھر چاہیے اُس کی پروانہ ہو

یہ بات نجم النسانے بدر منیر سے اُسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا | فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہی نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا | مین وہ ہون پدر جسکا ہی دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمدؐ کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہی جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزاروں روپے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے انیس کہتے ہین۔ ؎

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین | مجھ سے روشن ہی فلک مجھ سے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین | شاعر نغز گوے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ ربا ہین مری خرمن کے جہانمین | کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان اُستاد مانتے تھے اسلیے اُسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے | لیکر خبر آمد خیر الامم آئے
گمراہ نگر راہ پر اُن سے بھی کم آئے | اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جُھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدایہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ	وہ مین ہون جسکا ہی جد نائب رسول اللہؐ

(۵) یا تحزن و تحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

منشی

مین اُفتادہ یا رب سر خاک ہون	ستم دیدۂ دُور افلاک ہون

التشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین	دفور درد مہانتک کہ ہون اشکل سطیح
تگرگ کی تب و تاب بس گھلا ہی جلا ہون	بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مریح
نفس کو تنگ کیا ہی حرارت دل نے	ہلادے مروحۂ لطف ٹک پئے ترویح

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم	یہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

تپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان	تکلم مین اُلجھے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالون مین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خداے تعالیٰ ہے جو اُن دونون باتون کا عالم ہے پس یہ الفاظ تحزن و تحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکر گذاری مقصود ہوتی ہے جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان	فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہی کام مین جب تک زبان تر	نمک گاہے چکھا دے گاہ شکر
برائے پوشش تن بھی بہر حال	کبھی کمل اُڑھاتا ہے کبھی شال
ہمارے واسطے اے ربّ معبود	کرم مان باپ سے تیرا ہے افزود
بیان کیا کیجئے تیری عنایت	دیے ہین چشم اور نور بصارت
کہ تا معلوم ہو شام و سحر گاہ	چلین بیتی بلندی دیکھ کر راہ

زبان کو ذائقے سے دی ہی تسکین ‏ ‏ کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

انشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بو باس ‏ ‏ نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہی۔

جرأت

محمد ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا ‏ ‏ کرے بندہ ثنا اُسکی تو دعوے ہی خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا ‏ ‏ تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی ‏ ‏ آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا
اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا ‏ ‏ لشکر تباہ کیسے پہ اصحاب فیل کا

درد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے ‏ ‏ میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے۔

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا ‏ ‏ لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر ‏ ‏ بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش ‏ ‏ ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش
تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھپر گلاب ‏ ‏ بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادے بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اُس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھپر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھکر غش ہو گئی تھی اور تمھین نے مجھپر گلاب چھڑکا تھا پس یہان خبر سے بدر منیر کو واقف کرنا منظور نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور نجم النسا کے اُس پر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی علیٰ ہذا القیاس

اسنادِ خبری سے بہت سے فائدے نکلتے ہین مگر ان مین سے پہلے دونون معنے تو حقیقی ہین اور باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم مین تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہوجائے گا اور اگر مخاطب کو شک و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد کی وجہ سے اُس کا تردد دُور ہوجائے اور حکم ذہن نشین ہوجائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت مین حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے ابتدائی کہتے ہین اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو طلبی بولتے ہین اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہین اور اس قسم کا کلام مقتضاے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر مؤکدات لائین تو ایسا کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر یان کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کرتے ہین اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

مثنوی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان
کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین
مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سہراب کو مخاطب کے رستم ہونے کا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُس مین پاتا تھا یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونے کا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا تاکید کے الفاظ بہت ہین جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم و سوگند کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

میر

جوہر تمھاری ابروؤن کے چلتے ہین بہم
یکتا یہ تیغے ہین قسم ذوالفقار کی

تیغون کے یکتا ہونے کی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

گو ہے صبر اے ممتحن تنویر
ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر

اگر اے شاہزادۂ عالم
دل نہین مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور پھر بنظر رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہوجائے کہ شاہزادی عاشق ہوگئی اور کسی طرح کا شک نہ رہے۔

رنگین

الحق تری باتون مین نہین بھدرک
برحق تری باتون مین نہین بھدرک
رنگین تری زبان کے نیچے ہی زبان
مطلق تری باتون مین نہین بھدرک

سروش سخن

سرتک بھی اگر کاٹ کے پھینکوگے ہمارا
ہم آپ کے قدمون کی قسم اُف نکرینگے

اصغر علی آبرو

جو مین چشم سیاہ یار کی لکھون صفت بیدل
تو بیشک اے ردو شیر ہو گمان چشم غزالان کا

ذوق

یہ تو یون مضطرب و سینے مین لکھون سوزِ نہان
جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

داغ

جو دکھاؤ بھی تو دیکھون رخ بے حجاب ہرگز
یہ وہ آنکھ ہی کہ دیکھا نہین جسنے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیون نہ خونناب اُترے
کہ البتہ دریا مین سرخاب اُترے

مولوی سید حسین احمد بیباک

تو کوچۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ
واللہ کبھی نام نہ لے خلد برین کا

حالی

سنا ہے پردہ نہین اگر عیب کسی کا ہی چھپا
نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رسوا

کمال

بل جو رخسارون پہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو
قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو
ہی یقین پیچ کوئی ڈالینگے ہم پر گیسو

آصف والی دکن

کہو پھر تو گھبرا کے ذکرِ عدو پر | نہین ہم تو واقف خدا جانتا ہے

آصف الدولہ

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ | ٹک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمین لا وسواس

مرا ذمہ تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبدالکریم برہم

صرف اک تار نفس پر ہے مدار | سچ تو یہ ہے کچھ نہین انسان مین

لمولفہ

ہی سبب کچھ اور مستی کی دھڑی مطلق نہین | رنگ ہی نیلوفری جو لعل شکر بار کا

مطلق تاکید کے لیے ہی۔ کبھی منکر حکم کو غیر منکر بلکہ خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہین بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہون کہ اگر اُن مین غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جائے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے ظاہر ہے کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہین جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہین اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہے اگر یون کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہی تو مقتضاے ظاہر کے مطابق ہو جائے۔

سودا

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسینؑ شہید
امام برحق و معصوم پاک از اجداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسینؑ کی اولوالامری کا غیر منکر مانکر قائل نے کہا مصرع

جیسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہین کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفرد مین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہین یعنی **حقیقت لغوی** اور **مجاز لغوی** کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین ہو کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ راے ہی کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہی نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف انکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی۔

غرضکہ **حقیقت عقلی** ایک جملہ ہی کہ اُس مین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہی جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً۔

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسے — ترا بیمار غم مجھ بن سموم جانگزا سمجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے۔

غالب

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر — دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

پس یہ دونون مثالیں اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہی پہلی مثال مین سمجھنے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہی جو اُسکا فاعل ہی اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہی جو مفعول بہ اور بمنزلے فاعل کے ہی پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہی اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہی۔

ہوس

تھے محرم راز قیس جو جو عاشق کا بھی ماجرا سنایا	سب حال کہا اُنھون نے رو رو معشوق کا بھی پتا بتایا

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہ اُمم	فریاد ہی کہ رانڈ ہوئی ہین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہے اسکی نسبت غلام شہ امم کی طرف ہی جو مفعول بہ ہی اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوانے بیمار کو اچھّا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنے کو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہے اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنے کا فاعل خداے تعالےٰ ہی نہ دوا اگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہے اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہی اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھّا ہونے کو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہے) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہی اور نہ اعتقاد کے موافق ہی خلاصۂ کلام یہ ہی کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین۔

(۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے

شایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان بنایا سراپا مین ہر عضو خوب عنایت کیے دیدۂ دوربین	کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان نہین اُسکی صنعت مین داخل عیوب کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو تو واحد و بے نظیر و ہمتا	دیکھا تو کہین نظر نہ آیا پایا ہر شے مین پر نہ پایا تو حاکم و خالق برایا

تجھکو بھی نہ کہہ سکین تر امثل	یان تک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر	ہوئے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد	ہوا دفع سنکھاسُر بدنہاد
جو کچھپ کا اوتار آیا پسند	تو مدھا اور کٹیک کو پہونچی گزند
جو ہرنا کچھ نے ظلم کی راہ لی	سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوئے آشکار	مٹا نام ہرنا کس بدشعار
ہوئی بل کی جسدم سخاوت عیاں	بنے آپ باون پئے امتحان
پرسرام بن کے کھباد کو	دیا صفحۂ دہر سے نام کھو
میری رام بن کر ہوئے جب عیاں	مٹا صاف راون کا نام ونشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھپ یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اُس مین کچھ حصہ شیر کا ہوا اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ امور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہے اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہے کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضروری ہے اور جب واجب الوجود مکان مین ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہے خدا تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغائرت ہوا کرتی ہے اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہے جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہے اسی قبیل سے ہے

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہے	لیلی نے تجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے آسنے اول مجنون کو سمجھایا کہ اب میرے ہمراہ گھر کو چل کب تک تجھکو آدمیون سے نفرت و وحشت رہے گی اور جنگل مین پھرتا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُسنے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھکو لیلی نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلی کے نہ طلب کرنے کو جانتا تھا مصلحۃً ایسا کہدیا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہین جانتا تھا کہ میرا باپ جھوٹ بول رہا ہے اسی قبیل سے ہی یہ قول رستم کا سہراب کے سامنے کہ مین رستم نہین ہون۔

مثنوی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	گر شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رُستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہو صرف واقع کے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرور کائنات جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ مین۔

شفیع گناہان بروز جزا	کشائندہ عقدہ مدعا
فرازندۂ رایت سروری	درخشندہ خورشید پیغمبری
وہ ہی خاص خاصان پروردگار	کہ جسنے کیا دین کو استوار
قدم اُسنے معراج پر جب رکھا	تو پایہ بڑھا اور معراج کا
یسّر ہوا جبکہ قرب حضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہین اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہوجاتا مرتے وقت تک ہندو کیون رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نسیم لکھنوی کا گلزار نسیم مین۔

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری	ثمرہ ہی قلم کا حمد باری
کرتا ہی یہ دو زبان سے یک سر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیو مین یہ حرف زن ہی	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

نسیم نے جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہین ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسنے خلفاے رسول کی تعریف نہین کی کیونکہ شاہان

لکھنؤ و اُمرائے لکھنؤ سب شیعہ تھے صرف پنجتن کی نسبت لکھ کر خاموش ہو گیا بخلاف مولچند کے کہ اُسنے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبر شاہ سُنّی تھے۔ اور یہی الناس علی دین ملوکہم کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلیئے منفی حقیقی عقلی بھی اُسی مین داخل ہے۔

مجاز عقلی وہ جملہ ہے جس مین فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اُس کے ساتھ متصف نہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجہول ہو تو غیر مفعول بہ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اُسکی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی علاقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مُراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اُسکو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے فعل اُسکی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے۔

امیر مینائیؒ

لالہ کہتا ہے کہاں موسیٰ ہیں آکر دیکھ لیں
صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کی نسبت لالے کی طرف مجازاً ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات مین رکھتا ہے کہ جس طرح اُس کے ساتھ فعل کا تعلق ہو سکتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

ولہ

ڈری یہ رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے
دعائے نور پڑھکر اپنے اوپر شمع نے دم کی

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجازاً ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہے اسوجہ سے کہ فعل معروف کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے پہلے شعر مین کہنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اسی طرح دوسرے شعر مین ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینۂ لفظی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہین ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوا ہے۔

چنانچہ ان دونون مثالون مین یہ قرینہ ہے کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ کہنے کا فعل گل لالہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتین ذی روح کی شان سے ہین اور یہ دونون چیزین غیر ذی روح ہین۔

اسی قبیل سے ہے شاد کے شعر مین کہنے کی نسبت حسرت کی طرف۔ ؎

حسرتین اکبر کی کہتی ہین یہ دل سے وقت مرگ	حیف ہو خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہو کہ فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسند الیہ غیر حقیقی ہے جو مسند الیہ حقیقی یعنے پانی کے ساتھ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہو اور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کردیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مُنھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہین مثلاً۔

	مولوی محمد اسمٰعیل	

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	جل تھل کرینگی کشتیان تمھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کردیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہی۔ ۵

پانی سے بھرے ہوئے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہی ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔ س ۵

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتون کو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتون کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہی اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہی جو کھیتون مین اُگے ہوئے ہین۔

	انیس	

دُنیا سے انتقال ہوا نور عین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسینؑ کا

لٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت لُٹی اور وہ چیز فرزند ہے۔

حالی

شہر مین قحط کی دُہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے

لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کیطرف ہے حالانکہ درحقیقت اُن لوگون کی جان لبون پر آئی ہے جو عالم مین رہتے ہین۔

مثنوی زائر

کیا ہوگا یہی تھی فکر ہر دم	کل اُمڈے کا یان تمام عالم

میر حسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے دان	گیا سب نکل اُن کا تاب و توان

اُچھلنے کی نسبت فوارونکی طرف کی ہے حالانکہ پانی اچھلتا ہے جو اُنکے اندر رہوتا ہے۔

برکھا رت

دریا تجھ بن سسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سسک رہے تھے۔

ایضاً

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

چڑھے ہوے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو اُن مین رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنے زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارون کے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہے حالانکہ بتی اور تیل جلتا ہے اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہے حالانکہ بہنے والا پانی ہے چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہے مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش	بام قدرت سے لگے بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہی آگ جلتی ہی حالانکہ جلنے والی لکڑی ہی ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہی جو اُسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب اُنکا اشبیلیہ مین ہے سُوتا	تسب وروز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونے کی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے۔

منیر

دولت جو زمین مین تھی مخفی	آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل بار باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانے کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سودا

زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب	شکست ہےنہین دیتا ہی ایک آن قرار

مولفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی ؛	نظر جانب جان فشانی نہ کی ؛

قدردانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زمانے کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ اُن شخصون نے جو زمانے کے اندر ہین قدردانی اور نظر نہین کی ہی۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر	اور کھلجائین کمالات بھی اُنکے سب پر

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہی جو اُس مین موجود ہین۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑدی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

منشی

نہ رستم نہ سیمرغ نے نال زر	کشندہ ہے تو پور کا اے پدر

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنون نے ایسا کہا تھا اسلیئے کہ اُسنے اسفندیار کو رستم کی جنگ کے لیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سن کر اُسے غیرت آگئی یہان	وہ غیرت سر رزم لائی وہان

غیرت کسی کے لڑائی مین آنے کا سبب ہوتی ہے۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ	ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین عملے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

گریۂ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا	حال پر صوفیونکے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میر حسن

سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُسکی ہے	کہ اک دن دوشالے دیے سات سے

دوشالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب بچے	کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ایک ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی ورنہ حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

جسنے یوسف کی داستان ہی سُنی	جانتا ہوگا روئداد اُس کی
مصر مین قحط جب پڑا آکر	اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیان اور کوٹھے کھولدیے	مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیاں اور کوٹھے گھولدینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السّلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

قتل عام کرنے کی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنے کی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کئے تھے۔

امیر مینائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	بر میں ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہے۔

کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہے اور ڈرنے کی نسبت ہیبت کی طرف کی ہے اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُن کا فاعل حقیقی ہوتا یعنے یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہے اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہے مگر جو مبالغہ کلام مین اُس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے اسلیے اسناد فعل کی دونون کی طرف مجازاً صحیح ہے۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سُننے کا جال بچھانے کی نسبت مجازاً آگہی کی طرف ہے اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہے جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیرون کو حکم دیا۔ ؎

کہا شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا — کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا
وزیرون نے فی الفور تدبیر کی — در بارگہ پردہ تعمیر کی ہا

بادشاہ نے وزیرون کو مکان کی تعمیر کے لیے حکم دیا جو اُنھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہی کہ مکان کی تعمیر کرنا وزیرون کا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مجاز عقلی کے لیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی یہان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سودا کے اس قول مین۔

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل — تیغ اُردے[1] نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک — دیکھ کر باغ جہان مین کرم عزوجل

ملک خزان کو مستاصل کرنے کی نسبت تیغ اُردے کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیج کر خزان کو دُور کر دیا پس اسناد مستاصل کرنے کی تیغ اُردے کی طرف تاول کے طریق پر ہے تاول اسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہے خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دُور کرنا اللہ کا کام ہے۔

[1] اُردے یائے مجہول سے سال شمسی کا دوسرا مہینہ ہندی کا جیٹھ مہینہ اس سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ مخفف ہے اُردے بہشت کا جو مرکب ہے اُرد بمعنی نظیر اور بہشت بمعنی جنت سے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایران و توران مین اس موسم مین بہار کی کثرت ہوتی ہے پھول کھلتے ہین درختون مین نئے پتے آتے ہین کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے یائے تحتانی پیدا ہوئی اور بہمن سال شمسی کا گیارھوان مہینہ ہے اور ہندی کے مہینے پھاگن کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دے بروزن مے سال شمسی کا دسوان مہینہ ہے یہ مہینہ ہندی کے مہینے ماگھ یا ماہ سے مطابقت رکھتا ہے ۱۲ از تسہیل اللغات مؤلفہ نجم الغنی خان مصنف این کتاب

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہاں نمین | اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

اس شعر مین آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولاب چرخ پر مگر اپنا مدار ہے | چلتا اسی پہ دور خزان و بہار ہے

ان دونون شعرون مین اسناد مجازی ہے اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہے۔

ولہ

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے | اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہے اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہو سکے جیسے۔

آبرو

تمھاری زلف پیچان لے مجھے بھی مار رکھا ہے | تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینے نہ دی | اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہے۔

ظفر

دل تجھ سے تیر اُس کا یہ کہتا ہے کہ لے | جذبۂ شوق ترا کھینچکے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہے اسی طرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین | صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لالہ کے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تو نے | کیسا کیسا ہمین کہایا تو نے

اول کے سلوک مین کمین کا رکھا	آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تو نے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہی۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہی	پر یہ بیتابی دل ہی کہ اُٹھا لاتی ہے
کوچۂ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے	روز لیجاکے نئی سیر دکھالاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے وائے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو	جون بادہ لیے پھرتی ہی گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہی جیسے اس شعر مین حالی کے۔

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہی کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنائے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔
تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے۔

برکھا رت

ہین شکر گذار تیرے برسات		انسان سے لے کے تا نباتات
گلشن کو دیا جمال تو نے		کھیتی کو کیا نہال تو نے
طاؤس کو ناچنا بتایا		کویل کو الاپنا بتایا
امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ		اک رات مین کچھ سے کردیا کچھ
جو دانے تھے خاک مین پریشان	گویا	سب آکے چڑھائے تو نے پروان
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا		کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین		بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہی گل		شگفتہ غنچۂ منقار عندلیبان ہے

چونکہ یہ اقوال موحدون سے سرزد ہوئے ہین اس لیے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والون کا ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادون کو مجاز سمجھا جائے گا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولون کا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہی مگر یہ احتمال ضعیف ہی اسلیے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو

حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہار ان کامون کے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہے کہ اُسکے لیے فاعل ومفعول ہوتا ہے کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کردی جاتی ہے تو اسناد حقیقی ہوجاتی ہے مگر اس فعل وفاعل کے ہونے کے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ فعل وفاعل جلد معلوم ہوجاتے ہین جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اثر اکے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش	جنگل تمام ہوتا ہے سنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہوکر سنسان ہوجاتا ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے نہر ہو گی جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہوکر پانی نہرین جاری ہوجائے گا۔

المؤلفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

یعنے اہل زمانہ نے کچھ قدردانی اور جانفشانی کی طرف نظر نہ کی۔

اور کبھی بڑی غور وفکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

اگر ہے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا	فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالے اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکلجائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی	نالہ جو آسمان کہن سے نکلگیا

یعنے اللہ تعالے نے نالے کو اتنی تاثیر وطاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہوگیا۔

ناسخ

جان بچنیکی کوئی صورت نظر آتی نہین	لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جُدائی مین اللہ تعالے نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی۔

داغ

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہی	اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے

یعنے اللہ تعالی شب ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اُسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہے۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اُسکے نزدیک اسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جس مین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھہ خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہی اور اچھا کرنے کی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اُسکو دوا کی طرف منسوب کردیا ہے اسی طرح اور امثلہ کو قیاس کرلو خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھہ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہے یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھہ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اُسی طرح فاعل مجازی کے ساتھہ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھہ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھہ بطور سبب کے یعنے خدا تعالے اچھا کرنے کا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کرکے اس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہی اسکو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین۔ مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین۔

غالب

فلک سے دور رکھ اُس سے کہ ایک مین ہی نہین	درازدستی قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالے کے نامون کو توقیفی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہہ سکتے جس کی طرف دور رکھنے کی نسبت کی ہی اور اگر

توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خداے تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہے اور اہل حق کا قول ہے کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہے اور فلک سبب ہے پس دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی مین داخل ہے۔

سوال۔ مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمۂ مستعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی۔

سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے اتنے آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے اِکی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ وغیرہ۔ ع

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عُرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا۔

جواب اس مین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملون کے بولنے کے وقت نہ در اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہم ان کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین۔

دوسرا باغ مسندالیہ کے حالات مین

مسندالیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضاے

ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنون مین بیان کرتے ہین۔

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہین

مسند الیہ کا ذکر جملے مین ضرور ہی یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً۔

گویا

چشم جانان کو دل زار نے سونے نہ دیا	رات بیمار کو بیمار نے سونے نہ دیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سونے نہ دیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی۔

غالب

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اس مین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزہ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اُسکے ذکر سے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے۔

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے۔

فضل الدین فیاض

رہگئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتر پیغمبر ص خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہے۔

سودا

خانہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم	اتنی فرصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہے۔

یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے۔

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی — ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد

حدیث یہ جو نکر نبی نے فرمائی — سوا اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہمراد ہی

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہی۔

یا ایسا ہوتا ہی کہ متکلم جانتا ہی کہ سامع مسند الیہ کو سمجھتا ہی مگر دوسرون پر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنے کو مسند الیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا — مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگون پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسند الیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسی طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

یا مسند الیہ کے ذکر سے اسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

میرحسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ — کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو کہہ دل خیر النسا ہو اُس سے خوش — حسینؓ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری — اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

بھیجی ہی جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال — ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

درِ دولتِ شاہِ عالم پناہ — فقیر و غنی کا ہے اُمید گاہ

خواجہ امام الدین اثر

معین ملت معین دین ہو بھلے بُرے کے تمھین دھنی ہو — تمھارے قدمو نمین سر دیا ہی تمھاری بستی مین آن لیے ہین

یا اُنکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

سودا

ھدر کے بازار مین ہر اک دبنگ ۔ عار اطبا و طبابت کا ننگ

ولہ

بھلا اس شان کا باتی کہین ہے ۔ کہ جس پر ہر کوئی ایسا تعین ہے

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ اُنھو نکے روز و شب ۔ مبر ہین اُس سے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دد

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سُنی جان ۔ عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

یا مسندالیہ کو تبرک کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

میر تقی

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ ۔ یاور علیؑ محمد علیؑ آشنا سے علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ ۔ مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا سے علیؑ
جو کچھ کہو سوا نپے تو ہان مرتضیٰ علیؑ

سودا

محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی ۔ محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ جنگ مین سالار رسل ہے ۔ محمدؐ ماہر رہ جزو کل ہے

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے۔

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے ۔ مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

خواجہ درد

اُن لبون نے نہ کی مسیحائی ۔ ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

سوز

خدا کے لیے میرے اے ہم نشینو ۔ وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بُلا لو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسندالیہ کو ذکر کرتے ہین اور

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سُنے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے اسی لیے دوستون کے ساتھ اور نیز اُن لوگون کے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین طول کلامی کی جاتی ہے جیسے۔ع

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل	کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا کی

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود ہے۔

انیس

یہ سخن کہ کے مخاطب ہوا اعدا سے امام تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام	اے سپاہ عرب و مصر و رے و کوفہ و شام پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

ولہ

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام	جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب دنا کام

قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اس کٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی بیوی قیدخانے کے دیکھنے کے لیے گئی ہے وہان امام زین العابدین کو قید مین دیکھکر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہے تا کہ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچین۔

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار	دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون

پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر	شیر الہ بادشہ آسمان سریر جسنے ہزارون قید سے چھڑوا دیے اسیر

شہرت جہان مین ہمت مشکل کشائی ہے
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو اُنھون نے اس وجہ سے کہ وہ اُنکے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔
یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کہینگے خرد و کلان
سعی اس مین کرینگے عمدے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان
ہے گا منت سے علی محمد خان
رکھنا ان بیبیون کا ہے کسکی مجال

پہلے چارون مصرعون مین مسند الیہ کا ذکر تخویف کے لیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر
کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سہراب کو ڈرانا تھی۔
یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔ ع

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسند الیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہو جائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طریق سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور وے ضمیر ہے اور بعض وے کے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وہ اُسکو مُلاہاے پکتبی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدماتین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کے لیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے اُن

سوائے الفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجکو ہمین ہمکو اُسے
اُس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور اُسنے آئے اُنھون نے تو نے
تمنے مین نے ہمنے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے
ہین مثلاً اُس سے اُن سے تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین
چنانچہ میرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور مین نے کی جگہ مین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے مین نے
کیا یا کیا مین نے کی جگہ مین کیا یا کیا مین بولین۔ ضمائر کا الف نے اور واسطے کے ساتھ
یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُردو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر
کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے تیرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر
اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اور اُنھون کے واسطے اور اُنھون کی
خاطر کے بجاے اُن کے واسطے اور اُن کی خاطر زبان غیر فصیحون کی ہے اور کئے بمعنی نزدیک
بھی واسطے اور لیے کی طرح عمل کرتا ہے اور اُنھین سے دراصل اُن ہی سے ہے لیکن اب
اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کے لیے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اس اسم کو
کہتے ہین جسکی جگہہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ خیال کی اس
عبارت مین دو بیج کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین
سمجھتے اُسے اسے کا مرجع بیج ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو	ہوئے آج سب ننگ ہندوستان وہ

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف
جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین۔ مثلاً۔

جرأت

وہ گیا کس طرف اُٹھ جانے سے جسکے یارب	دل کسی اور طرف جائے ہے جان اور طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینہ
مقام سے معلوم ہو جاتا ہے بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین
یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور پر
قرینہ ہے جیسے زید آیا۔

خطاب مین اصل یہی ہے کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اسلیے وضع ہوے ہین کہ معین مین استعمال کیے جائین دوسرے خطاب یہ ہے کہ کلام کو حاضر پر پہونچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کر کے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہو سکے اور ہر مخاطب یہ سمجھے کہ متکلم نے یہ بات مجھسے کہی ہے۔

حالی

کام ہین سب بشر کے ہم وطنو	تم سے بھی ہو سکین جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ	بس بہت سوے اٹھو ہوش مین آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسون	رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیون
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو	لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیساکہ زید آیا۔ مین آیا۔ تم آئے۔ عورتین آئین۔ زید مین تم عورتین فعل کے فاعل ہین اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہین ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضون کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے مین یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن مین ابتدا سے بعینہ حاضر ہو جائے تاکہ اسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہہ باقی نرہے جیسے۔

ترانۂ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر	ہے آج دماغ آسمان پر
وصف اُسکے لکھین جو لکھنے والے	کونین کے دو ورق ہون کالے

دوسرے شعر مین ضمیر نے آکر ذات معینۂ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کر دیا

کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلےٰ جو ہے ۔ معدن جود و سخا لجۂ احسان و کرم

یہان یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اُسکے اوصاف اُسپر دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہی صفات سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

الامان بول اُٹھین قیصر روم و خاقان ۔ دلہ اگر کہین ہاتھ مین تو لیکے اُسے جاوے ڈپٹ

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر ۔ وصی ختم رسل اور امام اول پا

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہی عالی قدر سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصحفی

خامش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے ۔ دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

گویا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر ۔ دارا ترے دروازے کے دربا نکے برابر

کبھی۔ اظہار علمیت کا تعظیم نظیر کے لیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پاے بلال
سفیدہ رُخ نغفور چین و قیصر روس

نغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پاے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔

کبھی اظہار علمیت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہے جیسے

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد لے قدم نہ رکھا قید حرص مین	سچ ہے کہ دی خدا لے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے اسکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم ہے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبد الرحمن احسان

حکم والا یہ ہوا قلعے مین احسان نہو	سُن کے اس بات کو اک شہر کا اوسان گیا
شہر دیکھا ہی کہ جس شہر مین احسان نہو	قلعہ وہ کیا ہی کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنون نے اُنکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرا دیا تھا۔ قلمی دیوان احسان سے یہ شعر نقل ہوے۔

مومن

آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص بنا ہے نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ۔

مومن

گر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ	مومن آخر تھے کبھی اے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہی کہ اس چیز کے تصدیق کرنے کو کہتے ہین جسکی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اُسے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

ولہ

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین	مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو بھیر تابع فرمان کردن مین | مومن ہون تو تجھکو بھی مسلمان کردن مین

وزیر

ٹھکارا اپنا گدا کیلئے مجھکو اے شہ حُسن | فقیر ہون ترے در کا وزیر نام نہین

وزیر کا مقابلہ فقیر کے ساتھ دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ ہے۔

احمد حسین مائل

روز بخشش پوچھ لینا یا حسین | کس جگہ مائل ہمارا رہ گیا

اسی قبیل سے ہے گویا کے اس مقطع مین اگرچہ علم مسند ہے نہ مسندالیہ۔

گر ترے اُٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ | تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوتی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

نام ایسا جگر کا ایسا سخت ؛ | تھا غلام رضا وہ کب کمبخت ؛

اسی قبیل سے ہے بحر کا یہ مقطع جس مین عَلم منادی ہے۔

سنگ وربانکے سبب کوچۂ جانان چھوڑا | بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہوکر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دلخواہ عالم | کہا وے تا ابد یہ شاہ عالم

جُرأت

تجھ نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل گر | نام ہی جُرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسندالیہ نہین بلکہ مسند ہے۔

کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کر دینا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا | اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہے ہر سمت جدا ہوتی ہے زینب | ہر اک کے گلے ملتی ہے اور روتی ہے زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کا ہے جانکاہ الم | زانو پہ مارتے ہین دست تاسف ہر دم

کبھی اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین میرحسن کے۔

کہا میری نجم النسا تو ہے جان	اری تیرے صدقے مری مہربان

جبکہ نجم النسا وزیرزادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدر منیر سے آکر ملی تو اُسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اس قدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو ہی ایسے موقع پر نام لینا ضرور نتھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہی کہ کلیم نے وہان جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

ہتش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

انیس

علی اکبر مری محنت کیطرف دھیان کرو	اَمّان واری مری بستی کو نہ ویران کرو

مان نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔
اسی غرض کے لیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہے۔

گلزار نسیم

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا	فرخ فرخ پکار اُٹھا

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت و افسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالاخانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین انتہےٰ!"

میر

گیا قیس ناشاد اس عشق مین / کبھی جان فرہاد اس عشق مین
ہوئی اس سے شیرین کی حالت تباہ / گیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ
سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا / نل اس عشق مین کس طرح سے موا

جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے
دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف / کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان پہ چشم پُر خون / وارفتہ عشق یعنی مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمد بھی سدھارے / اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر / بیٹھون گی وہین جس بن مین رہینگے علی اکبر

داغ

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان / داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے

انوار حسین تسلیم

سوکھے ٹکڑے تھے باتین کرتی ہے روکھی / وہ فقیرو بھی بھک منگی بھوکی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور / کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
نام مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنے قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مومن

کہ ترے صدقے مری جان مومن | جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان | سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

مظہر

لوگ کہتے ہین ہے موا مظہر بیکس افسوس | کیا ہوا اسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

مظہر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کے لیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام | پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

مختشر

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی مختشر تنگ تو سن | اے بت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام | کہ حسب حال ہی یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

ناچیز سہی کم سہی رتبے مین ہین آگاہ | بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسن پاک کو سونپا | عباسؓ غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کے لیے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم مین بکاؤلی کی زبانی

گل کا سا ہو بھرا گریبان | سبزے کا سا تار تار دامان
دکھلا کے کہا سمن پری کو | اب چین کہان بکاؤلی کو

مسند الیہ کی تعریف خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا توصیف مسند الیہ

کی منظور ہوتی ہے جیسے اِس مثال مین۔

مذاق

مرتضیٰ و بُوتراب و بوالحسن بوالاولیا — بوالائمہ سید والا علی مشکلکشا

اس مثال سے کنیت ولقب دونون ظاہر ہین۔

گویا

جو دوستون کو سمجھتے ہین دشمنانِ علیؓ — تو اُنکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر — آصف الدولہ فلک قدر وجناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سوجھایا انجام — تیغ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسندالیہ کی مُراد ہوتی ہی جیسے ان مثالون مین۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے گہ آہم سے مل — آشنا مت ہو تو سودا سے خرابی کا

ولہ

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ — نیچہ اُنکا دم بدم داڑھی کا اُسکی شانہ تھا

ولہ

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا — آ کیا تاب یک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

ولہ

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح — سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہی یہان مغبچون نے اپنے دل مین — واعظ جو ملے اُسکے عمامے کو اُتار دو

ظفر

مُنھ پہ چڑھنا نہین شمشیر ستم کے آسان — بوالہوس بھاگے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

سودا

ٹھہرا نہ گالیون سے ترے کوئی بُوالہوس — اک مین ہی رہ گیا ہون دعاگو قدیم کا

حافظ یہ چاہے عہد لیے اُسکے براؤن مین ۔۔ سو وا پیادے کو دے کے غین و بے نور دیے ہوا

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُسکی خوب وضاحت ہو جائے۔

فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہے کہ اشارہ اُمور حسّی کے لیے موضوع ہے اور ضمیر حسّی اور غیر حسّی دونون کے لیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہے" لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور زید محسوسات سے ہے ۔ غیر حسّی کی مثال ۔

از مثنوی سحر البیان

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے ۔۔ قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے ۔۔ ولے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعرون مین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہے جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہے حسّی نہین ہوتا یعنی اعضاے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضاے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پانؤن اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جاے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ منشی شاہنامہ اُردو کی نسبت کہتا ہے۔

لہٰ درّ اللہ یہ نامۂ دلپذیر ۔۔ بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن مین معقول و متصور ہے اور ابتک وجود مین نہ آئی ہے بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اسم اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہے اور جمع کے لیے یہ بھی قدما کے محاورے مین تھا مگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بحرف کیلیے

اُس مستعمل ہے جیسے اُسنے مجھے بہت ستایا اور اُسکو مین بہت چاہتا ہون اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہین اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھون نے اور مفعول کی جمع کے لیے اُنھون کو اور اُن کو استعمال کرتے ہین اور یہ پچھلا لفظ فصیح ہے اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھون سے اور اُن سے لاتے ہین اور پچھلا لفظ فصیح تر ہے اور اُس نے کی جگہہ اُنھون نے بھی استعمال کرتے ہین اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارۂ بعید کے لیے اُردو مین وہی لفظ مستعمل ہی جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت مین یہ بات فروگذاشت ہو گئی ہی اور ثبوت اس کا یہ ہی کہ اسم اشارہ مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا۔ پس ان اشعار مین۔

سیّد اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہی یہ نقشا رے آگے	یا کھیل رہا ہی کوئی کالا مرے آگے

شاہ مُبارک آبرو

افسوس ہی کہ مجھکو وہ یار بھول جائے	وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہی اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہان اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہوے ہین اور اُس اور اُن الف مکسور کے ساتھ اشارہ قریب کیلیے ہین اور اس اور ان الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کے لیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو	یہ ناز کی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ بریدیہ شوخی یہ شان تیغ	یہ گھاٹ یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب تھک گئے مگر نہ تھکے تیغزن کے ہاتھ
وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکہ عظیم الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم
اور زمزمۂ مرغان خوش الحان کے وہ باہم

وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم
اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جھونکوں کا دم بدم
مرغان باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم

وہ آب و تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم
سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم

وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار
تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار

چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار
کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار

وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جابجا وہ گہرہائے آبدار

میر حسن

وہ نکھر افلاک اور وہ مہ کا ظہور
لگا شام سے صبح تک وقت نور

وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
وہ براق سا ہر طرف دشت و در

وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت
اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

وہ بہاریں وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور
وہ طرب وہ عیش کچھ جسکا نہیں حد و حساب

یا کثرت منظور ہوتی ہے جیسے۔

انیس

بالو کو تمیں دے کے چلا شاہ نامدار
وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

ذوق

نسیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین
کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کے لیے جیسے۔

چھٹا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا تحقیر کے لیے۔

نفیس

وہ نحس و بد کہ اڑے جس کا سایہ دیکھکے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس سے کسود شام ہو روم

یا باعتبار قرب و بعد کے اُسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہین لعل گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہین جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اُتنا ہی گھٹ جاتا ہی

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونے کی وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شے معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک معہود خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرینہ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً۔

منشی

گیا گیو وہین گذربان کے پاس	گذربان لگا کرنے گفتار پاس

مصرع دوم مین گذربان سے وہی گذربان مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر فرق کہ مصرع اول مین گذربان مسند الیہ نہین ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی
بولے ملک ضریح قبول امام ہے

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسندالیہ نہین ۔

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار
ربط تھا دونون مین باہم بے شمار
تھی پرانی قمچی اک اندھے کے پاس
کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسندالیہ نہین ۔

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر
تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور اسکو اکبر کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین اور اس کا حال ہندوستان کے اہل علم پر ظاہر ہے ۔

دوسرا معہود ذہنی وہ نکرہ ہے جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اُس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ موذی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہوگیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اُردو کلیوان غاصب ناانصاف سے ہاتھ آگیا" غاصب ناانصاف سے شخص معین مراد ہی جسکو متکلم مخاطب جانتے تھے اور غاصب ناانصاف مجرور ہی غرض معہود ذہنی ور خارجی مین یہی ہی کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب ہی جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہے مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین ۔

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری
اے داغ گذر گئی جوانی میری

نواب سے مراد نواب کلب علی خان والی رام پور ہین جن کو اس شعر کے پڑھنے اور

سننے والے کبھی نہین سمجھ سکتے۔

امیر

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتے مین امیر
خاک آئے میری آنکھ مین اب لکھنؤ پسند

لکھنؤ کی جان سے واجد علی شاہ فرمان روائے اودھ مراد ہین اور اسکے معہود ذہنی ہونے مین کوئی شبہ نہین۔

غالب

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالب کے عہد مین حضور سے بہادر شاہ دوم سمجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب سے پچھلے برائے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بناکر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بناکر کی جاتی ہے اُردو مین اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جونسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیان جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہین اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھون نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہین اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کنھی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتون مین مستعمل ہے اور کوئی سا اور کوئی سی بھی موصولات کے لیے آتے ہین۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم مین ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سوائے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اس طرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہین ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہین تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُس مین بیان اُنسی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہو — وہ بخشیے مجھے للہ بخشیے للہ

جو کمیت رنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہے جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہے۔

ظفر

سوتا تھا جو شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ — بیٹھا ہے زنخدان پہ سو وہ دھرکے تلے ہاتھ

جو موصول ہے سوتا تھا شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہے دوسرا مصرع خبر ہے۔

امیر

دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے — جو مرتے ہیں وہ جیتے ہیں جو جیتے ہیں وہ مرتے ہیں

جو یعنی جو لوگ اسم موصول اور مرتے ہیں اسی طرح جیتے ہیں صلہ دونوں اسم موصول صلے سے ملکر مبتدا اور مابعد اُنکی خبر۔

مسدس حالی

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ — گران کر دیا اُس کا عالم میں پلہ

یہاں وہ اسم اشارہ مع خطہ کے موصول اور جو کاف بیانیہ کا قائم مقام ہے ڈھوروں کا گلہ تھا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے۔

ولہ

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوار انسان — درندوں کی اور اُنکی طینت تھی یکسان

منہ

نوکروں کی تمھارے جو ہے غذا — اُن کو وہ خواب میں نہیں ملتا

شایان

مویشی جو چرتے تھے سوئے شمال — پکڑے گئے اُن کو یہ بد حصال

ناسخ

دشت غربت میں مرے مر رہنے کو — جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے

ولہ

جو غذا توڑتے ہین آگے ہین | جو چباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہے جیسے۔

غالب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالبؔ | وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور مابعد صلہ ہے۔

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | ولہ | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

جو بمعنی جو کوئی اسم موصول ہے سایۂ دیوار یار مین بیٹھا ہے صلہ اور یہان تعظیم مقصود ہے۔

انیس

چڑھائین عدو اسکو نیزے پہ آہ | محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہے اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

کاٹ ہے جو ابروے خمدار مین | ہے یہ بُرّش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسندالیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہے۔

یا مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہے جیسے۔

امیر مینائی

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے | کعبے سے منحرف ہوئے قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہے شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا مصرع خبر ہے اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے | موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلہ سے موصول

کی تحقیر نکلتی ہے۔

تراب

جو گھر گھر پھرے سیم وزر کے لیے مرے کون اُس سیم بر کے لیے

غلام دستگیر نامی

اُصولِ اُخوّت سے جو بیخبر ہین وہ اسلام کے واسطے پُر خطر ہین

یا اسلیے کہ اُسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا ہے جیسے۔

حالی

بچھڑ گئے بھائیون سے جب بھائی جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھّا نہین معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے۔

ولہ

سزاوار ہے اُن کو جو نا سزا ہے روا ہی اُنھین سب کو جو نا روا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

ولہ

معلوم ہے جو مورد نیہ اسپین مین گذری جس وقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہی کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے۔

ذوق

زمین پہ نور قمر کے گرے مین صاف اظہار روشنی ہے کہ جو ہین روشن ضمیر اُنکو فروغ اُنکی فروتنی ہے

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول ور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اُس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی۔

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول ور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا

کہ اس مبتدا کی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

یاکبار دن کو نہین عہد مین میرے کھٹکا	جو گنونڈے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ گنونڈے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اسکے بعد کوئی ایسی خبر آئیگی جو مجرمون کے مناسب حال ہوتی ہی۔

ولہ

جو ہنر مند ہین دل انکا بڑھاتا ہون مین	خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین

امیر

برہمن کو بت نہ تجھے تو اے صنم	جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

واجد علی شاہ اختر

اے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہے سن لے	بھولے جو تجھے اسکو بھی تو یاد نہ کرنا

ناسخ

جو ترے عشق مین ہلاک نہین	زندگانی کا لطف خاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہی مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اسکا بنانے والا وہ ہی جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

جسنے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی بیگناہ ہونے کے لیے وہ رات دن جیلر مین تھا	ہاتھ سے جسنے بڑون کی آن اب تک دی نہ تھی پانون اک اسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

شاعر کے اس قول مین کہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہی کہ جبکہ

ایسا عالیشان آدمی بیگناہ ہون کے لیے رات دن چکر مین تھا اور عدالت مین پے درپے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

مصحفی

اُنھون کو صاحب خرمن سبھی سمجھتے ہین	جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

شاعر کے اس قول مین کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنے شاگرد ہین اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر مین کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگون کے خرمن یعنے دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہین۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا	جو مجھسے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

جو مجھ سے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس مین ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی عذاب وعقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما مین متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

میر تقی

جو کہ خودسر رکھتے اُستادون سے عار	اُنکے تئین ہرگز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین تحقیر موجود ہوگی اور اس سے اُستادون کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہی۔

نفیس

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے	اسد کی اصل ہی کیا اژدہون کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز جس مین مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہی جس سے مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ متکلم ہی۔

جو حب آل نبی اور صحابہ دل سے رکھے **ظفر**	ظفر اُسے نہین ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایما شان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

شباب

جنکو موزون شعر کا پڑھنا بھی ہی کار اہم	فکر دیوان نے بنا رکھا ہی دیوانہ اُنھیں

پس بیان موصول مع الصلہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان تبذل ہوگا۔

مسدس حالی

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر	عفونت مین سنڈاس سے ہی جو بڑھکر
زمین جس سے ہے زلزلے مین برابر	ملک جس سے شرماتے ہین آسمان پر

ہوا علم و دین جس سے تاراج سارا
وہ علمون مین علم ادب ہی ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہی اور عفونت مین سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول وصلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو علم انشا پردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہین وہ عذاب پاتے ہین موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہی آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کُتّا ہی وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو موصول اور دنیا و دین مین آلودہ رہتا ہی اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر مین زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا و دین بڑی چیز ہین کیونکہ ان کی محبت مین مبتلا رہنا فقیر کے لیے

محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور کیا ترک اسکو جنسے ہو عذاب اسکو بڑا
ہے یہ مضمون احادیث شریف مصطفےٰ

جنسے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہی کہ اُسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنے کی بُرائی پر دلالت کرتا ہی۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو
ہو بھلا اُسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہو کر اس فرض کو ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہے کہ اسکی خبر مین پاداش بیان کی جائیگی اور پاداش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی بُرائی ثابت کی۔

ظفر

جو پیینگے شراب بے موقع
وہی ہون گے خراب بے موقع

فائدہ اگرچہ جملۂ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہی لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہے کم کر دیتا ہی سبب اسکا یہ ہی کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہے اور اسم اشارے مین تعیین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا اور اُمور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہی کہ اُمور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہو جاتی ہی مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہونچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرۂ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسند الیہ کی اضافت

مسند الیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ مسند الیہ کے ذہن مین لانے کا بہت ہی مختصر ہی اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہو جاتا ہے مثلاً۔

گلزار نسیم

رستے میں ہے گلشن نگارین	رہتا ہے وہیں مرا وہ گلچین

گلچین مضاف ہو اور مرا مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یوں کہنا چاہیے جسنے میرا گل چنا ہی یا جو میرا گل چُننے والا ہی کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج وملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسندالیہ ہے مضاف بناکر عبارت کو مختصر کردیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہاں گلچین رہتا ہی پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہاں رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ میرا گلچین ہے۔

جرأت

ناتوانی سے گرے ایسے کہ پھر اُٹھ نہ سکے	ہوگیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہے گویا۔

تیرا ہی مکان کعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہی کہ جو مکان تیری ملک ہی اضافت سے جو اختصار پیدا ہوگیا وہ اس میں کہاں ہی۔

میر حسن

جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے	وہ اُس شہ کے رہتے تھے قدموں تلے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہی جو لوگ اطراف میں سرکشیاں کرتے تھے۔

یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہی اور مضاف مسندالیہ ہوتا ہی جیسے

انیس

بندی چلی ہی شام کو آل رسولؐ کی	دیکھو یہی بہو ہے علیؓ و بتولؓ کی

آل کی اضافت رسولؐ کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہی اور یہاں مضافوں کی تعظیم مقصود ہی لیکن علیؓ و بتولؓ کی بہو مسندالیہ نہیں بلکہ مسند ہی۔

برق

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت قدس ہے برق	نام رکھا ہی پرستان بزم عشرت گاہ کا

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اُسکی تعظیم مقصود ہی اسی طرح صحبت کی اضافت سے

اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسند الیہ ہی اور راجہ اندر کا اکھاڑا مسند ہے۔

حالی

مگر حیف اے فخر عالم کی اُمت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی اُمت جو منادے ہی اس مین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میرحسن

عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلے درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہون گدائے پنجتن اے شاد دیتا ہون دعا	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہی اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی۔
یا مضاف یعنی مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی ور ریختہ کے بیچ	سودا الیقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہی اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہی۔
یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہی جیسے۔

ہوس

اے بخبر ان مین بد بلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور اُسکی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ

اژدہا غیر مسند الیہ کا مضاف الیہ ہی۔

سودا

ہاے ایسا غم نہین ابتک ہوا	میرزا جی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہی اور میرزا جی مضاف الیہ۔
اور یہان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہی اسلیے کہ چپک کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہی۔
کبھی تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کردیتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہوجاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا	وہ سنتری ہماراوہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہی اس ذرا سی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔

ناسخ

یہ اعلیٰ مرے لکھنؤ کی ہے شان	زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ

سودا

جو کچھ کہا ہی تونے یہ تجھکو سب مبارک	مین اور میرے سر پر میرا لسبنت خان ہج
تا غرہ ہوجائے ذکر کیا ہے	رند قران ابوالظفر بہادر

داغ

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین	رات بھر ہاے صنم ہاے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنیٰ ملابست ہی۔اور یہ مسند الیہ نہین ہے۔
فائدہ مضاف اور مضاف الیہ مین تغایر ضروری ہے پس داغ کے اس شعر مین سے

مولا نے اپنے فضل وکرم سے بچالیا	رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

داغ جو مضاف ہے داغ کی طرف اس مین بھی نفس شے کی اضافت نفس شے کیطرف

نہین بلکہ معنًا دونون لفظون مین تغائر ہے کیونکہ پہلے لفظ داغ سے مراد مرنے کے غم کا رنج اور صدمہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ مین کوئی دوسرا لفظ حائل ہو جاتا ہے۔

لمؤلفہ

مکھڑے پہ تیرے صل نع قدرت نے خال کے	یہ بہر چشم زخم دے ہین نقط سیاہ

نقط سیاہ مرکب توصیفی مضاف ہے اور خال مضاف الیہ اور دونون مین مفعول لہ حائل ہے۔

مسند الیہ کا نکرہ ہونا

مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہے اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔ کوئی۔ کسی۔ ہر۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ ان مین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسند الیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔

یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہے جیسے۔

غالب

غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس

کوئی سید کا نہین آہ بچانے والا	حرب لاکھون ہین اور اک زخم اٹھانیوالا

ذوق

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر	عجب مزہ ہے جو مرلے کسی کے سر چڑھکر

مراد پتنگ غیر معین ہے۔

ولہ

ازل سے ہی بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام منھ کا شکم مین یہ ناف ہے

حالی

اس عہد مین انسان ہی نہین ظلم سے محفوظ | مظلوم ہے اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ خچر

یعنے اس عہد مین ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہین بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی خچر بھی مظلوم نہین ہی اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی ہین سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہی کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہی جیسے۔

حالی

جب بیٹیون نے زندگی اس طرح سے پائی | دی زندگی اک اور انھین علم پڑھا کر

یعنے بیٹیون کی ایک جماعت غیر معین نے۔

محمد باقر

رہ مین سادات نے بھی تاخت کیا | اُس کا مال و متاع لوٹ لیا

یعنے سیدون کے ایک گروہ نے۔

احسن

خال ابرو نے مار ڈالا | کعبے والون نے رہزنی کی

یعنے کعبے والون کی ایک جماعت نے۔

یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہی ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہی جس طرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہی اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہی جیسے۔

آرایش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جدا | نہین لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہی الخ۔

آزاد

دم بدم علم ہے کرتا عمل ایجاد نئے | آتے ہین کارگہ دہر مین اُستاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہی مقصود ہوتی ہین جیسے۔

انیس

اُس نور کے قطرون سے پیمبر ہوے پیدا | دریاے نبوت ہے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنے تمام پیغمبر پیدا ہوے۔

یا تعظیم مقصود ہوتی ہو جیسے۔

گلزار نسیم

ہر چند سُنا گیا ہے اُس کو — اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانۂ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہی پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہے۔

ذوق

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل سا — ہے ایسی چشم ترسے ہم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہی۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہی حشر — شیشۂ مے مین نظر آتا ہی نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہی۔

ولہ

بستر رنج و کنج تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی

سیّد آغا علی خان مہر

حُسن تھا اُس کا بہت عالم فریب — خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

ولہ

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے — مکّی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تکثیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اُس مین یہ فرق ہی کہ وہان ارتفاع شان و علو مرتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادتی مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے — دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہی کہ اُسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی یا دشت اِس قدر

ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر بوجہ خوف کے گھبرا جاتا ہے۔

آرائش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گل زمین | کہین پھول یا ان کے سے ہوتے نہین

یعنی پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔

یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہے۔

ناسخ

ہوگئی ہے شمع تیرے سامنے خجلت سے آب | شمعدان گویا تری محفل مین فوارہ ہوا

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے | آتش غزل یہ تونے لکھی عاشقانہ کیا

میر

متصل ایسے کام کرتے حریص | کام اپنے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

انیس

یہ سب غلط سنا تھا کہ ہے لشکر کثیر | کچھ نوجوان ہین طفل ہین کچھ اور کچھ ہین پیر

ناسخ

آتش عشق وہ ہے جس مین سمندر جل جائے | اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جل جائے

اک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

مصحفی

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو | تو اسکے رفع کی ہر گز نہ کرسکین تدبیر

یعنی ذراسی لغزش ہو۔ نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہے۔ ؎

اک مزہ البتہ ملتا ہے سو وہ بھی مشترک | بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہے

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہے کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہے مگر اُسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی محمد رکن الدین بکمل کے شعر مین۔ ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بُت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

مخاطب جو رحم نہین کرتا تو اُسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے تو ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسندالیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسندالیہ کی یہ ہے۔

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے یعنی نیا شخص نئی چیز مُراد ہوتی ہے جیسے۔

مومن

کوئی کہتا ہے جانتا ہے یہ گرمی خبط خالص کی	اسی جانسوز شعلے نے دھوان دل کا اڑایا ہے
کوئی کہتا ہے ترکیب دیر غالب خلط بلغم ہے	رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہے

یعنے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے ایک کہنے والا اور ہے اور دوسرا اور ہے۔

کبھی مسندالیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی مین کوئی رستم ہو جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہے یا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہوتا ہے یہان فرعون و موسیٰ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسے سے مراد سرکوب ہے۔

میر

زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

توصیف مسندالیہ

مسندالیہ موصوف بھی ہوتا ہے پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

تو ڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا
آسمان سے بادہ گلفام گر برسا کرے

حسرت

مین کہا جان بخش عیسےٰ یا ے گلفام ہم | بولا دونون سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اور مے کے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین یہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر | جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد | جوہر کمند نوک سنان خود و برق و باد

خوش نہاد قید اتفاقی ہی۔

ولہ

دُنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل | فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہی۔

ولہ

کونین سے افضل ہی شہنشاہ خوش انجام | پڑھتے ہین درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہی۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤن کو | جمال احمد مختار باوقار دکھا

کبھی۔ وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہی پس اُس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہین۔
(۱) مسندالیہ کی توضیح کرتی ہی جیسے اس مثال مین۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سُرخ کا گر ساغر مین | ہو خجالت سے وہین بادہ گلفام سفید

اس مثال مین لب کے لیے سُرخ کی اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہی اور ان کا ہونا ضروری ہی کیونکہ لب سُرخ کے رشک سے شراب سُرخ کا سفید ہوجانا فرض کیا ہی۔

مومن

اُڑگئے ہی رنگ رُخ مرا نظرون سے تھا نہان | اُس مُرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اُڑنا ایک تعجب خیز بات ہی۔

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی | متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسند الیہ نہین۔

میر حسن

یہ خالق کی سُن قدرت کاملہ | تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لُطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

عصمت

پستان ہین جو نورس تو بس انگیا کو اُتارو | تھیلی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نورس کو ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے مگر مسند الیہ نہین ہے۔

(۲) مدح وذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس باوفا | دریافت تو کرو کہ ارادہ ہے اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی۔

منشی

گیا پھر وہ سُہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد

مثال دوم

انیس

ایک ایک پیل زور تہمتن شکوہ تھا	ابن رکاب سبز قدم سر گروہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی انشاے بے حمیت کو	رہا خموش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہی اور یہان موصوف مسندالیہ نہین ہی۔

نشتی

سر نامہ حمد خداے کریم ؎	کہ ہے کردگار و غفور الرحیم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسمّے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد ناپیدا ہی اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہی بس اُسکی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ احمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہی اور مہر ایک ایسا علم ہی جس مین تعدد کی گنجایش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورون کو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے ہی اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجایش نہین۔

(۳) تخصیص کا فائدہ دیتی ہی بشرطیکہ مسندالیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہی کہ مسندالیہ مین جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کر دیتی ہی جیسے۔

انیس

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے | اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو اُن تیغون سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہون۔

سودا

نہ پوچھ مجھسے کدھر ہی خزان کہان ہی بہار | کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی ہی جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور بچھوا غریب آہستہ | چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سنان سے جان گئی میہمان کی | میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

وله

شکریہ سخن بانوے ناشاد بیچاری | مین کٹتی ہون کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے | کہ پھر اب عرش تک جاتے ہین نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہی اور یہ مرکب توصیفی مفعول ہی نہ مسند الیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی مغتنم ہی اور جب نام نامی زبان پر آتا ہے تو میر النطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

میر

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہین ہم | جانتے ہین ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

یہان ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

بے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر | جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرد رہی۔

(۶) صفت محض تاکید کے لیے آتی ہو اور یہ اُسوقت مین ہی کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شہد شیرین۔

المؤلفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد ہا	مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہی۔

سودا

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا	اگر کٹا تو کٹا ہز خنجر فولاد ہا

موصوف وصفت مجرد رہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک ترکی تراوشین ہون گی

اشک کے ساتھ ترکی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

اسیر

شکر ہو وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہی جیسے اکبر کے دربار مین علمائے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہو کہ جس مین فیض پاتے ہین	بدخشانی و تورانی و شیرازی و بلغاری
یہ وہ درگاہ والا جاہ ہو جسکے سلامی ہین	حجازی اور عراقی رومی و چینی و تاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہو اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنائے فرس ابلق و مشکی و کمیت	مجز گئے تیر صفین پرچھی گئیں بولے کرگیت

(۸) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہی جیسے -

ذوق

راتون کو نہ ہو حق کرای شیخ مناجاتی | سوتے ہوئے چونکینگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی -

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ | مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

یعنے اسد تمکو غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہو جیو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر اے اسد تمکو مبارک ہو جیو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا ہی اُس سے تمھین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف ہی اور وہ معشوق کی ذات ہی -

سودا

اک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا | بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو کی ہی -

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید | اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی -

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف | کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسند الیہ نہین -

حالی

طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے
تیرہ بختی کے نظر یارون کو خواب آنے لگے

طالع کی صفت مشفق کے ساتھ محض استہزا کے لیے ہی -

کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے -

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ناہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت۔

مسند الیہ کی تاکید

مسند الیہ مؤکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی یا تو اسلیے ہوتی ہے کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسند الیہ کا نام لے دیا ہی جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہی "شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نہ کیا" خود کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہی پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہی اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائے گا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور	کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش شعر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف	مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسند الیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

دلی ولی کی صدا اٹھی جہان جہان پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچگئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہی بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہی اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہو سکتی ہی کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہو سکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہی۔

انشا

ضعف پیری مجھے دیا کن نے	اے جوان تو نے اے جوان تو نے

مہربانی یہ کس نے فرمائی	مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیون توڑتے ہو آئینہ دل کو بیگناہ	یان دوسرا کہان ہے پیارے تمھین ہو تم

وله

ہم نہین تم ہو تم نہین ہم ہین	اور کوئی نہین ہمین ہم ہین

وله

گر جفا من مانتی اس بات سے بیغم ہین ہم	تو ہمین کوئی بوالہوس مت بوجھو آخر ہم ہین ہم

یا یہ مدعا ہوتا ہے کہ مسند الیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اسی مثال مین **مصرع**

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہے کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسند الیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہین ہے جیسے ان اشعار مین گلزار نسیم کے۔

شہزادے نے اک مکان بتایا	اک اک اٹھا ادھر کو آیا
سب اٹھ گئے پردہ چارون باغی	بیٹھے رہے فرش گل یہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہے یعنی سواے اُن چارون کے سب اُٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

وله

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

آزاد

دفعۃً چاندنی دربار یہ چھائی یکسر	ہو گئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر و قوی پنجہ سہراب نام	زبون اُس سے ہین پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون ہون جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے مین تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہوجائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے اور جو اسم اسکی توضیح کرتا ہے وہ کبھی معرفہ ہوتا ہے کبھی نکرہ مگر اُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہے اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیساکہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر وبیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہوجاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسند الیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہوجائے اور عطف بیان علم یا کنیت یا لقب یا تخلص ہین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہے اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہے اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کردین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین ”حضرت نعمان ابو حنیفہ نے فرمایا ہے“ اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے ”ابو حفص عمر دوسرے خلیفہ ہین“ (اسی طرح) ”جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا“ اور یہ اُس وقت ہے کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

منشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہے پس مرا ہے پدر مبین ہے اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہے۔

المؤلفہ

اُنکے پوتے بھی فضل خالق سے	بڑے لائق محمد اکمل خان

پوتے مبین ہے اور محمد اکمل خان عطف بیان۔

تیشہ

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

واجد علی شاہ

اِک زن فاحشہ تھی گنا نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مبین ہی اور گنا نام عطف بیان ہی۔

ولہ

یعنے گائن ہے ایک گنا نام	خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے "سید علی شاہ قاسم کل جائین گے" کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین یعنے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہ شُلیان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر	نہین اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اُسکا اسم مختص نہین اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہی اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرون کا تخلص ہی مگر اسیر نہین اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہی اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہی اور تخلص یہان صادق نہین آتا پس دونون مین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہی مگر دونون کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہی۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے بردہ چارون باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہی اور داغی عطف بیان ہی اور داغی باغیون کا اسم مختص نہین البتہ اُن کا ایضاح کرتا ہی داغی اُن چارون باغیون پر بھی صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی اسی طرح ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیو نی ایک — چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مبین ہے اور دیوانی عطف بیان ہے اور دیونی حمالہ کا اسم مختص نہیں اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہو سکتا ہے اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حمالہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

فرخ کہنے تک آدمی تھی — پھر وہ ہی بکاؤلی پری تھی ؎

بکاؤلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہے۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا — زیارت کدہ ہوں دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہے اُن لوگوں کا جو تشنگی میں مر گئے ہیں یعنی میں لب خشک ہوں اسلیے کہ اُن لوگوں کا جو تشنگی میں مر گئے ہیں اور دل آزردہ ہیں زیارت کدہ ہوں۔

کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہے مثلاً **داغ**

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہے میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہے نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مرے مولا ہوا تو جب — رونق فزاے کعبہ محمدؐ کا جانشین ؎

یہاں عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہے نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہے اُسکے واسطے بدل لاتے ہیں جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہے اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہیں رہتی جیسے اس مثال میں۔

نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام — ابوتے میں تھا شکل نقرۂ خام

وزیر زادہ مبدل منہ ہے اور بہرام بدل ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیر زادہ کی ہے اگرچہ تعبیر میں فرق ہے مگر مفہوم ملا رہے

پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کردیا۔ اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

حسن آرا اُس پری کی مادر — باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدمون پہ گرے کہا ادب سے — حرمت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر — روح افزا جس کی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے — سلطان ارم مرا چچا ہے

نقشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر — جہان پہلوان مر رستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہے اور رستم نامور بدل۔

داغ

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم — میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہے اور محبوب علی خان بدل ہے۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہے — میان مجنون نے اسکو پہنا ہے

منیر

رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی — قاری آغا علی نموداری

ممنون

جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب — میر ممنون پارسائی ہو چکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہے تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اسکے ذکر سے لذت حاصل ہو جاتی ہے مثلاً مثال اول مین جب وزیرزادی کہا تو طبیعت مشتاق اسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہے بعد اسکے بہرام نام اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہو جاتا ہے۔

کبھی مدح کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ اس قول مین۔

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

ظفر

مرشد پاک روان فخر الدین	قبلہ و کعبۂ جان فخر الدین ہے

غالب

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے	راز ہستی اُس پہ سر تا سر کھلا

داغ

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران	وہ فیاض زمان جس سے ہے چشمہ فیض کا جاری

نعیم

اے ابر تو تو کیا ہے جو ہو مرے مقابل	رونے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہین

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جس پر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ بدل کی ذات عین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونون کے مفہوم مختلف ہوتے ہین۔

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط۔ بدل بعض اور بدل اشتمال اُردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہے اسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہی پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لاکر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور درحقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہی یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہی شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین "محراب کا خم ابروے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر

جاکر ذرا بہار کا عالم دیکھیے نہین غلطی ہوئی مجھسے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے تب آگے قدم بڑھائیے۔

یار محمد خان شوکت

جوار زنگ داکوان وہ عفریت تھا	غلط بلکہ جرائت مین اُن سے سوا

ولہ

صدا کوس کی تا بچرخ اثیر	غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

آزاد

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین	سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہی کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہی اور تمام نحاۃ اس طرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے بغیر اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہی اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان مین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہے اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہوسکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہے کہ مبدل منہ مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلا مقصود نہین ہوتا دریاے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہوسکتی اس لیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہی بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے۔

عطف حقیقی

کبھی مسند الیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر مین مسند الیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونون کے درمیان اُن حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اُسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہے اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے ۔ زبان اُردو مین کبھی حرف عطف کو بوجہ ضرورت وزن کے نہین لاتے بلکہ اب اسی کو مزہ دار سمجھتے ہین اور سب سے آخر کے معطوف پر حرف عطف لے آتے ہین اور یہ نثر مین ہر طرز مین لکھا ہے کہ مفردات کے عطف کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض کی تقدیم مین بعض پر ملائمت اور مناسبت کی رعایت ہو اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے ۔

یا تفصیل مسند الیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و بکر آئے مسند الیہ تین ہین اور مسند ایک ہے ۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین ‏ ‏ فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

معمول سے بزم مین ہوئے جمع ‏ ‏ مینا و کباب و مجمر و شمع

باقی

کاٹے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقی ‏ ‏ شمع سیارے ستارے شب دیجور چراغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسائش و قرار ‏ ‏ امن و امان و صبر و توانائی و وقار
علم و سکون و راحت و آرام و اختیار ‏ ‏ رُعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار
آثار قہر حق اُنھین معلوم ہو گئے ‏ ‏ سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

سودا

سب جن و انس و دیو و پری اور وحش و طیر ‏ ‏ حاضر ہون رکاب سعادت مین کیا مجال

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہے یعنے جب ایک مونث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آئے تھے -

یا مسند الیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے -

حسرت

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین
بدنامی کو ای حسرت اک میر ہی اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین -

مومن

عشق کے دیکھے ہین ہمنے عالم
عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

گر کیجئے انصاف تو کہین زور وفا ہین
خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہین یا ہین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ پیمبر نہ حسن ہین
اب اُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت اللہ بیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر کا
ہماری توبہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہی

حالی

کیسے دُنیا کا جسکو باغ جنان
وہ فرانس ہی آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہی جیسے -

میر شمس الدین ثنا

چمن مین خندۂ گل ہی مے و مینا ہی اور تو ہی
فغان ہی نالہ و فریاد ہی زاری ہی اور مین ہون

یعنے تجھکو وہ لازم ہی اور مجھکو یہ لازم ہی -

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت
خیال اہر وہے اور ہم ہین

ذوق

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا
گر وہ نہ ہوا اُسکی تصویر ہی اور مین ہون

کشن پرشاد شاد

تیر ہے اور سینۂ حساد | تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے

غالب

تو اور آرائش خم کاکل | مین اور اندیشہائے دور و دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی | ہم ہین اور رازہائے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز | مین اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا

ظفر

تم ہو اور غیر ہین اب اور ہے گلگشت چمن | ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابان کی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اسکی عطا | آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھ کر خلق جس کو بولے یہ ہے | تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے | مین ہون اور تیرے در کی دربانی

لمؤلفہ

پوچھتے کیا ہو تم اوقات گذاری میری | دن ہی اور نالہ ہی اور رات ہی اور زاری ہی

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہی۔ جیسے

نعشی

اگر جنگ کی دل مین ہی کچھ ہوس | تو سر تیرا اور تیغ بران ہے بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہی یعنی سوا اسکے کچھ نہین صرف تیغ بران ہی اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہے۔

ولہ

ترے شیدائی تجھ سے جا ہی نبرد | نہین مین ہون نامرد گروہ ہی مرد
سحر دہ ہی اور مین ہون اور تیغ تیز | کرون ساتھ اسکے مین تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

رکھ ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کہنے ۔۔ اب تو ہی ترا سر ہی شمشیر ہی اور میں ہوں

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب و استبعاد کا نکلتا ہے جیسے۔

غالب

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں ۔۔ گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتاں اے پیر و مرشد خیر ہو ۔۔ یہ ذکر اور منھ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتاں نہایت بعید ہے اور تمھارے منھ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہے۔

ولہ

در بتخانہ و عشق بتاں اور آپ اے مومن ۔۔ یہ حضرت آگئی یکبار کیا طبع مقدس میں

ضیاء الدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اس رشک مہر سے ۔۔ منھ کو بھی آئینے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق ۔۔ کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی ۔۔ بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنار اور بت ہے میرے دلخواہ ۔۔ میں اور تسبیح استغفر اللہ

داغ

تم اور آرزو مرے ملنے کی روز حشر ۔۔ میں اور گفتگو ستم بےحساب کی

قاسم علیخاں قاسم

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق ۔۔ لگیا ہوں ارے قاسم تری قسمت سے میں

قائم

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کیجے	ہے وہ نادان پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہی جیسے ۔

حالی

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول	سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ ۔

یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہی اُسکو صواب کی طرف پھیرے ۔

مومن

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھول جانے کے لائق ہین اسلیے متکلم نے اُسکے اُس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہی نہ مین ۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین	مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہی کہ مخاطب شک مین پڑجائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا ہے ۔

میرحسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی راتین مرادون کے دن

مومن

نکتہ سنجون سے جی مین ہی پوچھون	کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباک

عیش و عشرت مین گذرتی ہی عجب راحت مین ہون
محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم ٹرک ٹرک کے ہی منھ سے نکل پڑتی زباں | وصف اسکا کہ چھٹکے فوارے یا کہئے کو ہین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب کا پاس ہے | رخصت گلا کٹانے کی لو مان تو پاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہین جو یہان کے | خواہ بی اے ہون اس مین یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر اُن کے ہین سب کام | خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام

السجاد

ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سو لیجائے اُسے | خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے اُنکی گرمی بزم | داستان ہو و یا کہ نالۂ صور
ہے فقط روشنی سے اُنکو کام | موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کس جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو اُن مین سے اب جس مقام مین شراب ملجائے پی لین۔

یا تخئیر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخئیر مین مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت مین معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخئیر مین دونون جمع نہین ہو سکتے اور یہ دونون مقام انشا مین ہوتے ہین نہ خبر مین اسلیے کہ انشا مین ابتدائے کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس مین شک کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخئیر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہین ہوتی بلکہ قرینۂ خارجیہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد اتسبیح مین زنار کا ڈورا نڈال	یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین	خواہ اُنکو گہر سمجھے تو اب خواہ اُنھین سنگ

کپتان الگزینڈر ہلی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاؤ گے کہانتک آزاد	یا مرد عشق مین یا عشق کا دعویٰ چھوڑدو

مثال دوم

شاہ مبارک آبرو

خداوند اٹھاوے درمیان سے ہجر کے پردے	ہمارے دام مین صیاد کو لایا ہمین پردے

عباس علیخان بیتاب

یا بند ناصحون کی زبان کردے ایخدا	یا مجھکو دے یہ صبر کہ بیٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہی کہ ایک محکوم علیہ سے حکم پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا زید نہ آیا بلکہ عمرو کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے اعراض کر کے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہی اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہے اسی وجہ سے اس سے کلمۂ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہی جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہی کہ اُس سے حکم کی قطعاً نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے

نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہے کہ منفی ہونے کی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کرکے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہے اور ابن حاجب کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کرکے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعًا ہوتا ہے پس زید نہین آیا بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین آیا اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہے اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعًا ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہوکر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہے پس ان کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہے اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان موجود ہے اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو مثبت کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اس قدر کافی ہے۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہے کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف دونون سے متعلق ہوتا ہے اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی	بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

حکم نہ کرنے کا شکوے کی بات اور آہ دونون سے متعلق ہے لیکن آہ نہ کرنے مین ترقی ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون	بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون

ظفر

کیا گریبان ہے بنا اُس ماہ کا شکل ہلال	بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہے اختر سا بنا

ذوق

فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان
احمق الناس اُسے مانیے بلکہ نسناس

ولہ

مدح اسکی ہو مناسب تجھے بلکہ انسب | یعنی توصیف کے لائق ہو وہ بلکہ الیق

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہی بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے صحیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلئے موضوع ہے جیسے۔

شوکت

صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر | غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہو اسی قبیل سے ہی یہ بھی۔

ظفر

پھیر نیکے منھ نہین ہین شعلہ خو ہم سخن جان | بلکہ تیری تیغ آتش دم کا مُنھ پھر جائے گا

ولہ

چشمۂ حیوان خجل ہی لب سے اسکے کیا ظفر | بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی بھر گیا

مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسند الیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کردیتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہو کہ مسند کی تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہو جائے یعنے جب مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کرکے ضمیر منفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے۔

میرحسن

رہ حمد مین تیری عزوجل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کرلون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کردن اور یہ مراد نہین کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

لمؤلفہ

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

تجھے مجھے دن رات حاجت روا	تجھی سے کہے جو کہے مدعا

مسند الیہ کی تقدیم

مسند الیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اسکا ذکر ضروری ہوتا ہی اور اسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اسکا پہلے لانا اصل ہے کیونکہ حکم اسی پر کیا جاتا ہی پس ذہن مین اس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہے اسلیے اسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اسکو مؤخر کر دیتے ہین جیسے زید آیا۔

میرحسن

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

نجم النسا اور فیروز شاہ مسند الیہ ہین اور کیے مسند۔

نواب محبوب علیخان

آصف

مین اگر غم کہون جدائی کا	شور محشر مین ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	پاس ہے عرش کبریائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسند الیہ ہی اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسند الیہ ہی اور رہ جائے مسند محذوف ہی اور محشر مین مفعول فیہ ہی جو رہ جائے سے متعلق ہی اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسند الیہ ہی اور آکے رہجاتا مسند ہی اور دوسرے مصرع مین مسند الیہ مقدر ہی اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیر بہر راجہ ہر کشن سنگھ بیدار

آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم اسے پارسا نہین کہتے

یا اسلیے کہ سامع کے دل مین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسند الیہ کو پہلے لائینگے تو اسکے دل مین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر تجمع دہر یک دنگل

میر اسخن مسند الیہ ہی اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے وحشت مین کی ندمت مال | اڑا ئین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اُسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یاں ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے | چمن مین ہمسے ای بُلبل بَرے ٹک جا کے چہچہ کر

ولہ

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اُور | جو کوئی اور تھا تو لاکتب سے تو اسناد
علیؓ خلیفہ چہارم دُرست ہی کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

ولہ

محتسب سے چلے ہی مست رگڑ کر کندھا | مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اُسکا ذکر اہم تھا۔

ولہ

دل یار کی ہر گز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھُپکر میرے پاس

انیس

قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ یہ مارا بچا کے سر | دو دو اژدھے گتھے تھے نکالے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی | یہ بیٹا تمہارا وہی ہے وہی

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ | جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

یا اظہار تعظیم کے لیے جیسے۔

انیس

عباسؓ نامدار نے پہلو سے دی صدا — ہان اب نہ جانے دیجیو حسنت مرحبا

سودا

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہی قدر و منزلت — دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کمان

گلزار نسیم

شہزادے نے کر کے پاس اُن کا — خلعت سا دیا لباس اُن کا

ولہ

نقطے ہون سپند خوش بیانی — جدول ہون حصار سحر خوانی

میر حسن

وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال — سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال

فگار

محمدؐ جب ہوا پیدا جہان مین — سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین

سودا

علیؓ ہی دین کے ارکان کی قوت — علیؓ ہے زور بازوے فتوت
علیؓ بر حق نمونہ بے نمون ہے — علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہے
علیؓ ہے مظہر فیض فتوت — علیؓ کا ان تھا بحر مروت

داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا — رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ

یا۔ اظہار تحقیر کے لیے جیسے۔

ذوق

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش — زیر شمشیر غضب تیرے ہون پامال جو تنگ

امانت

غیر نے جب سے ہی اُس گل کو پنہائی پوشاک — دل ہی جاے سے وہ باہر کہ جسے کہتے ہین تنگ

شاہ مبارک آبرو

انکھین میان خفا ہین فقیر دن کے سال پر — آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

درد کس کس طرح ہلاتے ہین — گرگے آواز منحنی وحزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا — یہ سبز قدم کہان سے آیا

تراب

تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا واقف — بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
تو کیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون — کہان اندھے کو سوجھے ہی یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی بطور نیک فالی کے جیسے۔

میرحسن

کہا رام جی کی ہے تجھپر دیا — چندر مان سا بالک ترے ہوئے گا

چندر مان سا بالک مسندالیہ ہی اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید زیر فلک یون ہوئی ہی شہرۂ عام — ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان — خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلئے — اُس آستانہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب ورسنبت ولطافت تھے یکیطرفتا — یک سو تھا میر سید علی مستعد کار

پہلے مصرع مین تینون مسندالیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہی۔

انشا

جشن ونشاط وخوش دلی وعشرت و نعم — عیش و خوشی مین جن سے خوش وقت ہا و بہم
فرخندگی بخت یہ نازان تھے اپنے سب — ہر ایک نغمہ سنج تھا یا طوطی ارم

ولہ

خوبی وخرمی وراحت وآرام وسرور — تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح وفیروزی وشادی رہین سب آ سکے نصیب — طبع اقدس کے ملاطبت نہ پھرے پیرامین

سیدعلی مین لفظ سید فقیر کے وزن پر بہم عذر کہ ضاد سے صید ہوگا

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے ای ناسخ ۔ گر گیا معرکے سے دشمن غدار گریز

امیر مینائی

فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان ۔ بڑھ کے رضوان سے ہیں ان روزوں صناع آسمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس ۔ بر مین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے ۔ اہل دربار ہزارون ہین یہان کم ہے کم

رند

سر دل سے ہاتف نے فورًا صدا دی ۔ خوش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک ۔ تجھے ذو الفقار علی خان مبارک

یا برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی پس بطور بدفالی کے مسندالیہ کو پہلے ذکر کرتے ہین مثال۔

سودا

کشتن خلق اُس کا سدا کام ہے ۔ مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسندالیہ ہین اسلیے پہلے بیان کیا کہ برائی مین تعجیل مقصود تھی۔

مردہ شو مولود یو تابوت گر ۔ ولہ اُبھرتے ہین آن کے روز اُس کا در

یا اسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد بریں ۔ مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری ۔ اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری ۔ مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود بالتمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسندالیہ

مسندالیہ کو حذف بھی کردیتے ہین اور اُسکے حذف کرنے مین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہی کہ عبث چیز کے ذکر سے بچین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہی "ضرورت کی کُل چیزین تو کہان سے بہم پہونچا تا تھا ہمارے توشۂ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشۂ خانۂ عام سے لفظ تو مسندالیہ محذوف ہی اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہی یعنی تو ہمارے توشۂ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ سمجھا۔

ظفر

جو تجھسے ہوسکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین — کہ گر آرائش دُنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہی ہے

یعنے یہ گھر یون ہی ہی۔

میر حسن

سُو وہ کونسی راہ شرع نبی — کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

یعنے وہ راہ شرع نبی ہی۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہی ابکی سال — کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

چونکہ متکلم نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہی اسلیے خریدا اور بنایا کے مسندالیہون کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم وخیال مین ڈالنا چاہتا ہی کہ اُسنے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہی جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دو ہی دلیلین ہین ایک عقلی دوسری لفظی اِن مین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم وخیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسندالیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اس فکر وغور کے بعد مسندالیہ معلوم ہوجانے سے اسکو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسندالیہ کی طرف زیادہ توجہ

گرتا پڑتی ہے۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

یعنے مین روسیاہ ہوؤن۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ — بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہے محذوف ہے۔

ولہ

کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ — دیوؤن سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

وہ چونک کے بول اٹھا کہ واللہ — بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ

ولہ

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور — بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہے خوش — ہم جیسے ہین خوش کبھی نہوگا کے خوش

پہلے مصرع مین لفظ خوش کا مسند الیہ محذوف ہے۔

ناسخ

قاصدا جھوٹ کہا گھر مین وہ مغرور نہین — کس طرح گلشن جنت مین بھلا حور نہین

کہا کا مسند الیہ محذوف ہے۔

مہر

شبیہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے — رکے ہین آج الجھے ہین بگڑے ہین مار بیٹھے ہین

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہین ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم وخیال مین یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ مین نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دونون سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہین البتہ خالی ان سے نہین ہو سکتا مثلاً مثنوی ترانہ شوق کے ان شعرون مین سے

آندھی کو دوان کیا دوان ہے	پانی کو روان کیا روان ہے
پھول اُسنے کھلائے کھلتے ہین روز	وہ وقت ملائے ملتے ہین روز

حذف اِن دونون سببون سے مانا جاسکتا ہے یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہین اور وہ وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہوسکتاہی اور سامع کے وہم وخیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔

یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسند الیہ سے متنبہ ہوتاہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسند الیہ کو جانتا ہے اسلیے اسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسند الیہ کے حال سے واقف ہوگیا ہے جیسے۔

شمس العلما آزاد

لکھتا ہون سب حساب پڑھا جاتا کچھ نہین	ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسند الیہ محذوف ہی۔

داغ

جنگ ہی ایک ایک سے اسنام مین	بج رہی تھی کس کی جھوٹی جام مین

ولہ

نہ کیون ہون لاکھ مستانہ ادائین میرے نالے مین	گدائے میکدہ ہون ہر طرح کی ہا ہے پیالے مین

مولوی نذیر احمد

بنی جب آن کے جانون پہ اور رہے عاجز	تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام

چونکہ مرض کی وجہ سے جانون پر مصیبت کے آنے کا بیان ہے اس لیے عاجز رہے کا مسند الیہ محذوف ہے۔

یا مسند الیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہوسکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہو۔

اُس وقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہی" اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہی یا نہین اور قرینہ یہان ہی مگر خفی ہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہی مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونون جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہی عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہی کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانے کے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص نہ تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہی بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہی۔

یا اس وجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہین کہ وہ متعین ہوتا ہی اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہین جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہان اللہ کا نام محذوف کر دیا اسلیے کہ وہ متعین ہی ذہن اسکے سوا دوسری چیز کی طرف نہین جا سکتا کیونکہ نہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہی نہ کوئی سوا اسکے پیدا کر سکتا ہی۔

مہابھارت مولفۂ شایان

نگارندۂ نقش لوح و قلم — خداوند ملک حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر — کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا متکلم کو اسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہی متکلم نے یہان مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ انکی دانست مین وہ متعین ہی اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہی۔

انیس

وہ شاہ کہ شاہوں نے لیا باج نبیؑ — اور عرش پہ تھا شریک معراج نبیؑ

فرماتے ہین مین تن ہون علی شیر اِلٰہ	اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبیؐ

یعنے نبیؐ فرماتے ہین۔

حالی

جہالت کی رسمین مٹا دینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے	خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہان مسند الیہ کو چھوڑ دیا ہی کیونکہ متکلم کی دانست مین وہ متعین ہی اور وہ اصحاب رسول ہین کیونکہ یہ اوصاف وہی رکھتے تھے۔

یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہو جائین مثلاً کہین رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا۔

یا فرصت کے فوت ہوجانے کے خوف سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہے یعنے یہ ہرن ہے پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسند الیہ کو حذف کر دیا۔

ناسخ

رات کو چوری چھپے پہونچا جو مین	غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسند الیہ حذف ہوجاتا ہے جیسے۔

مہابھارت

لبلبان سے اپنے ہوا تر زبان	کہان ہی کمان ہی کمان ہی کہان

میدان جنگ مین گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہوگیا۔

یا رنج و ملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہین چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہی وہ جواب دے کہ علیل ہون اُسنے یہ نہین کہا کہ مین علیل ہون کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہی اُسنے مسند الیہ کا ذکر چھوڑا دیا۔

انیس

پرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہین

یہ وہ موقع ہی کہ حضرت علی اکبر شہید ہو چکے ہین اور حضرت امام حسینؑ زنانے مین تشریف

لے گئے ہیں اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہیں اس موقع پر بسبب رنج و غم کے مسندالیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

ولہ

رخصت طلب ہے شاہ سے اکبر سا لالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنے یہ غلام۔

یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم میں یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر میں مسندالیہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے۔

انیس

بیکس ہوں تشنہ لب ہوں فلک کی ستائی ہوں	کچھ اپنا حال تجھسے میں کہنے کو آئی ہوں

پہلے مصرع میں وزن شعر کی وجہ سے میں بیکس ہوں میں تشنہ لب ہوں میں فلک کی ستائی ہوں نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم	ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہو گئیں

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتیں اجزائے ایمان ہو گئیں۔

میر تقی

ہے تو اللہ کا مجسم نور	جانتے ہیں جنکو کچھ ہے عقل و شعور

یعنی وہ جانتے ہیں۔

یا مسندالیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہیں اور مفعول پر اقتصار کرتے ہیں جیسے۔ ع

بات اب طول کھنچی راہ گذر بند ہوئے	کھڑکیاں چھائی گئیں روزن و در بند ہوئے

یہاں صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیاں اور روزن و در بند ہو گئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہیں کہ کسنے در بند کیے اور کس نے کھڑکیاں چھائیں اسلئے مسندالیہ فاعل کو ذکر نہ کیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہیں	سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

فائدہ اس مین یہ ہی کہ سامع کو فقط قاصدون کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختون مین لٹکاتا ہی اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

ولہ

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم	فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسند الیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر اسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو	عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہی گلہائے چمن سے مدور بشکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ باری تعالیٰ سے اس پھول کو عمامہ ملا ہی پھول اک ادنی چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزۂ و گل کے دیکھنے کے لیے	چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہی کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔

یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہو اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہے کہ اُنکو ایک دنی قیدی نے مجروح کیا جس سے اُنھون نے وفات پائی پس بیان پر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپنے رکھوائے ہین	بیمروت خود غرض نا آشنا

اور بمقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہی اور محذر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہی جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو یہان پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

انشا

لہر مین چوٹی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ کانپ ۔۔ چونک چونک اُٹھتی ہون مین رات کو نکو مگر سانپ سانپ

بہر نہج قرینہ کا ہونا حذف مسندالیہ مین ضرور ہی۔

تاخیر مسندالیہ

کبھی مسندالیہ کو مسند سے موخر کر دیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسندالیہ کے ہین انکو ہم مسند کے بیان مین بتائینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضاے حال سے ہی۔

چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضاے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہی کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہی جسکی تفصیل اس طرح ہی۔

(۱) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانے کی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مُظہر مُوضع مُضمر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسی کا اعادہ کیا جاتا ہی اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظ کہتے ہین جیسے۔

غالب

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نہ پائے ۔۔ جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے ۔۔ جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب مین

دوسرے مصرع مین نالہ اور چوتھے مصرع مین سحر وضع مظہر موضع مضمر بن لفظہ ہے۔
اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہی اسکو وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ بولتے ہین جیسے۔

انیس

مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر ۔۔ پروانے گر رہے تھے چراغ حسینؑ پر

دبیر

اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت ۔۔ ہم صحبت و ہم کاسہ ہین معبود سے حضرت

پہلے شعر مین چراغ حسین اور دوسرے مین حضرت وضع مظہر موضع مضمر مین غیر لفظ ہے بہر صورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدون کے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور متحقق کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف مظہر کے خصوصًا اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دُور کر دیتا ہو جیسے علم بس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائے گا جس مین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسند الیہ اچھی طرح جم جائے گا مثال۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب | پیراہن پیچیدہ ہے گویا مکتوب

انیس

تم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا | پھر گھر مین جو ڈھونڈوگی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبون کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا | عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جا کے میدان مین کس طرح یہ محبوب لڑے | یہ کہو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سودا

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور | جو کوئی اور تھا تو لاکتب سے تو اسناد
علی خلیفہ چہارم درست ہے کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

اکبر

کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا | کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل زندان ہو کر

مصرع اول مین منصور مفعول ہے۔

(۲) سامع کے دل مین ہیبت اور رُعب ڈالنا منظور ہوتا ہے جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان | کہ شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین | مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہے اور مقصود اس سے سامع کے دل مین رستم

کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہی مگر اسقدر ہی کہ مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ضمیر

وہ سب تو ایک طرف ہر امام اچھے ہین — اہو حسین علیہ السلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہی۔

انیس

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سا لالہ فام — شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

شہزادہ وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

خلیق

گذری بہار عمر خلیق اب کہینگے سب — باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

اس شعر مین بلبل ہندوستان وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

مثنوی زائر

جب اُسکی صدا سُنی علی نے — لکھے دہین چار سو ولی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

اگر ہے گا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل — شعور اتنا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہی۔

(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اسکو تقویت ہو جتی ہو اور وہ آمادہ کرنے والا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہی مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ ما بدولت و اقبال تجھکو اس کام کے کرنیکے لیے حکم دیتے ہین تو یہان ما بدولت و اقبال وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی کیونکہ مقتضاے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہی پس اس شخص کو اُس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہی کہ اگر حکم کی تعمیل نہ کرون گا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ ما بدولت و اقبال

تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ با بد دلیت و اقبال ہے۔

خلیق

مرتا ہے باپ ای علی اکبر ابھی نہ جا	دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
ای لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا	ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبرؐ ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مگر دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہون اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کے لیے جیسے۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہی زہرا کی جائی کو	بھیّا تھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے اپنے آپ کو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تھین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تھین سے اپنے بھائی کو لونگی۔

ولہ

اب کس پہ مین اس صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کسطرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آثار اور بیمار مفعول ہین نہ مسند الیہ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھون کو ملا ہاتھون سے قدمون پہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگا کر	گردن مین مری ڈالدو باہون کو برادر

(۲) التفات

علماے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہی کہ ایک ذات کو ایک طریقے منجملہ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقون مین سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضاے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضاے ظاہر کا

انتظار کرتا ہو پس اس صورت مین یہ اقوال ہین زید ہون تو عمرو ہی تعریف التفات سے خارج ہو جاتے ہین گو ان مین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہے بعد اسکے کہ اول اسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضائے ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین اور تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ ان کے بعد اسم ظاہر مذکور ہوگا جو انکی خبر ہوگا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہے۔

انیس کہتے ہین۔ ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون ۔۔۔ مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسینؓ ہون

مین کی خبر حسینؑ ہے۔

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع ۔۔۔ تو نشتر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار ۔۔۔ تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین موربے پر ۔۔۔ مین نقش قدم تو باد صرصر

اسی طرح ان اقوال مین۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون ۔۔۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا ۔۔۔ وہ ہی تو ہو حرفت صنعت سبھی بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہے آئینۂ شفاف جس مین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ قلم تجھے کسی مالی کے لگائے ۔۔۔ نرگس کی نہالون مین تجھے صف کے پلے ہم

داغ

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ	موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہی اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہی اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ بیان التفات نہین یہ ہی کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہی اسلیے کہ اخبار ہی ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہی۔

التفات کے حسن و خوبی کی وجہ یہ ہی کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہی تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہی اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سُننے کی طرف ترغیب ہوتی ہی کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہی پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہی اور التفات کی چھہ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کیطرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کیطرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے یہ کہ خطاب سے غیبت کی طرف۔

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہی۔

بڑھا یہ پایۂ الہام راے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہی پیروی اُس کی	نہین تو سلئے سے کیون بھاگتا ہی دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھ سے غلط	کہ بُت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کر کے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنی حاضر فرض کر کے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضاً در مدح امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمدؐ مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم
نہ وہ خالق ہی مگر ہی اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

السّلام اے روش آموز طریق اسلام	السّلام ای خضر جادۂ جنت ملزوم
دہ ترا رتبہ ہے ای شاہ جوانان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سنتے ہی پیر خرد سے وہین فی الفور کیا	اسکی شوکت مین زبان سے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور	ہیچ ہی ہمت حاتم تری ہمت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم الفت مصنفہ قلق کے۔

میرا پیش نگاہ حال رہے	واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہے بے سہارے ہے
تمکو تو لائے گا خدا پھر یان	مین یہان چندون کی ہون مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہے اور بے سہارے ہے پھر متکلم کی طرف التفات کرکے یہ کہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضاً

تم سے امید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکون گی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے الفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پر رحم نہین آتا پھر اسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ کسطرح داغ فرقت سہ سکون گی۔

غالب

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد	کہ سوا تیرے کوئی اسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب	ہے ترے حوصلۂ فیض پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

میر

تھا کتے کا بچہ اک درویش پاس	باش و بود اسکی تھی مجھ درویش پاس

انیس

تم یہ کرتا ہی حسینؑ آخری حجت کو تمام
پسر مصحف ناطق ہوں سُنو مجھسے کلام

دبیر

لاشے سے پسر کے نہ جُدا ہوئے گی مادر
انچھوں کی گی میں جیب بن میں رہینگے علی اکبر

تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجھکو اب رو کیے نہ ای خوش ذات
کہ خدا کو بُری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور
کہیں جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جاتا نہیں مجھسے غم کا آزار
تو جان کہ مرچکا یہ بیمار ہے

سودا

کعبے کو نہ پوجوں میں ہنرمندوں کے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے
یہ حلیمہؓ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف نکو
تو سدا مُنھ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر
ذوق کرتا ہے دعا یہ اب ختم سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

میر

ایکبے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو
پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ تجھے دُنیا سے
سُن لے اس بندۂ انشا کی بھی ای میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتوں کے میں قربان
تم جان بچا لو کہ میں لونڈی ہوں پھوپھی جاں
بیٹی ہو علی کی مری مشکل کرو آسان
جیتی رہی صغراؓ تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص مین کہ معقد ہے یہ مری خاطر — کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب بتا کہ اس ا‍ُلجھیڑے کی سوا تیرے — کھلا دے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پونچھا تو جاؤنگا ای برق — ہزار شکر کہ بندہ گناہگار رہوا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز
مہیا ہون عشرت کے سامان سب — نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چُپ کہ مومن دعا ہو چکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجھکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

وہ شوخ نوکا ہے کو بھلا آیگا ہم تک — رندا گر ہو سکے تو پہونچ تو ہی اُسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہون مین ترا قرب جوار حق مین — اے تو اُمید بر آری مین زمانے مین مثل
روزنون سے جو چھنے نور وہ مجھپر تسے — اپنے ہمسائے مین دنیا کوئی جنت مین محل
نطق رکھو خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اُٹھا — تم بالخیر علے سیدنا احمدؐ صل

ان اشعار مین پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ مین ایسا چاہتا ہون کہ یون ہو اور وون ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا — کہ بجھانے تجھے مضامین بہت شاق آتش
پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی — کہین ایسا نہووے چھکے سے مُراق آتش

اول خطاب کیا کہ قصیدے کو دعائیہ پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔

انشا

بس اب دعا پہ کر انشا اس قصیدے کو ختم	الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا غٹ بٹ
مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین	اُسی کے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر	کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل	میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن	تا کجا لافہائے طولانی

اس شعر مین خطاب ہے مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہین۔

ترا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ لطف رحمانی

ناسخ

مسیحا بھی بیعت آئے گا چرخ چہارم سے	نہین موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا
جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئے گا	بیابانون مین ہو گا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بزرگ	اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر
یہ سچ ہے کہ فاتح کوئی تجھ سا نہین گذرا	محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا	اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر
بند اپنے فرائض سے مسلمان ہین نہ ہندو	معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر
بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا	سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر
گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار	احسان مگر اسلام پہ ہین اُس کے گرانتر

مثنوی سعدین

سُن تو رے دل مین کیا سمایا ہے	تو نے کس بات پر دھرایا ہے
جب بی آنکھون مین تیری ہی چھائی	نہین دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجھکو ہاتھ لگائے	مچھیان لے تو میری جتی کھائے
ٹوٹے اُس پر ستم جو نوچے ہمین	وہ اُجڑ جائے جو دبوچے ہمین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہو گئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہے کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً۔

مومن

غیر کو سینہ کسے سیم بر دکھلا دیا	تمنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
زرد مُنھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا	آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی	کسنے شب مجھکو تڑپتے بیش و در دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش پر	جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہے اور دوسری اور تیسری بیت مین تکلم ہے اور چوتھی بیت مین غیبوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مثل نشان رہے	عالم مین سربلند رہے ہم جہان رہے
حاتم کا داستانون مین اب تک ہے تذکرہ	وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

پہلے شعر مین تکلم ہے اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

انشا

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا	کہ پڑا ہے آج خُم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان	وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
کھڑے چپ ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو	وہ گنہ تو کہدو جس سے یہ ہو وہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہے اور دوسرے شعر مین غیبوبت ہے اور تیسرے شعر مین خطاب ہے۔

غزل مین اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہے غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف

مقتضاے ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہوجائے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

اگا لی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا	جھوٹا کوئی کھاتا ہی تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم۔

ذوق

کتنے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مگر خان آرزو موہبت عظمےٰ مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضاے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا کل گیا	اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا کل جائیگا۔

غنشی

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے	درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہی اُنکی نظام کچھ اور	اُس بزم سے عدو بھی ب صبح و شام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان	دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیون کو دیکھنا کہ ویران ہوجائینگی۔

حالی

دل آباد مفت بے ہنران ؛ ہو چکا خانۂ ہنر معمور

یعنے خانۂ ہنر آباد نہ ہوگا۔

منشی ہیرالال شہرت

جانا سبھی کو ہی عدم آباد کی طرف ؛ جو آج رہ گیا تو مقرر وہ کل گیا

میر حسن

کوچے سے اپنے ہمکو اُٹھاتا ہی جلد کیون ؛ گو آج ہم گئے نہ گئے پر سنیو کل گئے

ہوس

جب اپنی حدود پر مین آیا ؛ دیکھے گا کہ فتنہ پھر اُٹھایا

داغ

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا ؛ تو جہنم کو کیا دیا تو نے

کبھی روایات وحکایات گذشتہ مین صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہین جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شید اکی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے ٹوڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچاے ہوے ہین اندرناتھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سوارون ہی سے دشمن کو پریشان کر دیتا ہے جہان کہین غنیم کی تھوڑی فوج سُن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بیخبر اُس پر جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہونچے اُن کو تباہ کر کے قلعہ مین آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبرا اُٹھے ہین قلعہ مین نئے افسر کی جنگی لیاقت۔ حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفین ہوتی ہین غرضکہ روز بروز اندرناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

رو کے فرماتے ہین یہ فوج ستمگار سے شاہ ؛ ذبح ہونگی مجھے عیدہی خالق ہی گواہ

رو کے فرماتے ہین کہا اور در حقیقت یون چاہیے تھا رو کے فرماتے تھے۔

(۴) ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضاے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہی کہ ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف کرین

مقتضاے ظاہر کے موافق تو یہ ہے کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

دل وجان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم گیا عشق مین وہ سوِ ملک عدم

بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

مرزا فخر دہلوی رمز

مجھ سے کی پہلو تہی بے درد نے جس روز سے	درد پہلو مین ہمارے دم بدم پیدا ہوا

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم	خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر مشق ظلم تمنے کیا مجھکو واہ وا	تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ	محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

ایانم

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم	حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مر ہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو اے شہ عالم	ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین کوئی دم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم	افسوس کہ حضرت ہوے بے مونس و ہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجھکو کے ہے استعمال کیا ہے اگر غزلیات مین مختلف شعرون مین ایسا ہو تو وہ مقتضاے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیئے جیسے۔

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی	مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین۔

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے | کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام سے ہے جیسے۔

ناسخ

واہ کیا حسن ہے بال اُسنے لپیٹے سر سے | خوشنما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے | کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہے کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہے اُسی کی طرف خطاب کرتا ہے۔

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سن لیتا ہے تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے۔

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے | بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے۔

جرأت

کیا کیا اُسے دیکھ آئے ہو جرأت ہمین حسرت
مایوس جو پھر آتا ہے پیغام بر اپنا

اُسے کا مرجع پیغام بر ہے۔

ناسخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا | میرے در پر سے پھر آ کے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہے۔

ذوق

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو | جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا

وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بوظفر | اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنا دے اقویا

راوی

اُس سے نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے | منحوس کر سے ہے زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

پل مین مریض وہ کرے دم مین شفا یہ دے تجھے | آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رُکتے ہین شمشیر غم کے وار | جام شراب سے کوئی بڑھکر سپر نہین

ذوق

وہ کہے صل علیٰ یہ کہے سبحان اللہ | دیکھیں مکھڑے پہ جو تیرے سر دختر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب و رسینے مین لاکھون روزن | جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے | وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

سودا

گر مین پاک اُسکو کب تماشا ہم کہ چشم زخم سا یارو | دکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہون مین دست نگر اُسی کا ہر دم | مین مثل گدا ہون شاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یا رب اُسکی تو اُسکا سر غرور | پیدا کر ایسی شے کہ ہم ہون گل و شراب

وزیر

جنبش اُدھر اُسکو ہی تو گردش اِدھر اُسکو
ابرو ہی کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

آتش

یار کو دیکھینگے پہنا کے شب مہ مین اُسے
ملگیا کوئی اگر پھولون کا گہنا بہتر

کبھی اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر
خوش نہین آتی نصیحت گر کی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر مؤخر کیا۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ بھی۔

لمؤلفہ

ہے بجا اسکی جا رکھون سل کو
چیر سینے کو پھینکدون دل کو

دل کے واقعات سے چونکہ قائل آزردہ ہے اسلیے اُسکے ذکر کو مؤخر کیا۔

یونس

یہ حیات مین ہی دشمن وہ پس ممات دشمن
نہ کم آسمان زمین سے نہ زمین کم آسمان سے

چونکہ قائل آسمان و زمین کی دشمنی سے دل مین کبیدہ ہے اس لیے ان کے ذکر کو مؤخر کیا۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے
کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو مؤخر کردیا ہے اور حلقہ آغوش کا مؤخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف متقضاے ظاہر کی قسم سے ہے اسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو ازدواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن
در پے ہین ہزار دوست دشمن

دشمن در پے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراداً واقع ہوا ہی۔

تمکین

الگل جاونگا دیس پردیس مین | اتیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطراداً ہے۔

نشی

انگی اور دیکھی بہت رزم و بزم | بہاب سنیے سہراب و رستم کی رزم

چونکہ سہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہی اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطراداً بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

مصحفی

یہ افسر ہے بنایا ہوا سب آنشا کا | کہ بزم و رزم مین ہی پائے تخت کا وہ شیر

بزم ہر مجلس عموماً مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہان لفظ رزم استطراداً واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہی جسکے لیے لفظ بزم کافی ہی۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول وہان | چُنتا تھا راحت و آرام کے پھل پھول وہان

پھل کا لفظ استطراداً ہے کیونکہ چُننا پھول مین مستعمل ہوتا ہی نہ پھل مین۔

یہ بھی کمال بر ہنر پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ "ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہین" مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی برائی کے ذمہ دار نہین اور کمال بر ہنر کی راہ سے بڑھا یا کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ برا ضامن نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہی کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بننے لگے اور بھلا زائد ہے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے برے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشاء اللہ | ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کے لیے استطراداً واقع ہوا ہے

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیاجائے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنیوالے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر	بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین پڑے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائے گا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمین ہین ایک قلب مُطّرِد اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہے اگرچہ موصوف کا حق یہ ہے کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہے مگر زبان اُردو مین فصیح یہی ہے کہ صفت متقدم ہو بس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لطف ہے وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نہ رہے گا۔

مہر

سیہ چوٹی زرافشان ہا تنگ سبز اسپر دوشالا	تماشا ہے پرطاؤس نے کالے کو پالا ہے

منشی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ	کہ مشعلچی اُسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تار نگہ مین اُسکی کیونکر پھنسے نہ یہ دل	آنکھون نے جسکی لاکھون وحشی غزال باندھے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا	دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ بمعنے تشنہ جگر یعنے آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد سے پھر دل کو

فرہاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوئی ہر طرف فوج رنج و الم | ہوا دور ارجن پسر کا بھی غم

یعنے پسر ارجن کا۔

حسرت

قصاب پسر کہ اُسپر ہے جان فدا | افسوس کہ اُسنے بن چھری ذبح کیا

نشاط

بنا سینہ وہ تودۂ خاک تودہ | ترے تیر نگہ نے جس کو تاکا

ناسخ

جان دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین | تال کا سننا ہماری جان کو سم ہوگیا

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر۔ قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسر ارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین۔ ؎

مرے سینے مین کردو نقش تم اسم محی الدین | کہ روشن ہو تمھارے نام سے دل کا نگین میرا

یعنی میرے دل کا نگین تمھارے نام سے روشن ہو پس مقصود بالتمثیل دل کا نگین میرا ہے۔

ذوق

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو گر | ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

یعنی شربت کا سبو حنظل کا ثمر تلخ ہو جاے مقصود بالتمثیل ثمر تلخ حنظل کا ہے۔

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنون سے مجرد کرکے پھر وہی معنی زیادت ایضاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا۔ تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جاننا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اُسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔

ناسخ

کرے گا جب کہ وہ اتمام اگر حجت حق کو | زمانے مین رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

اتمام کریگا مین تجرید ہی۔

ہوس

واکرکے در خزینہ فی الحال | انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیا مین تجرید ہے۔

ولہ

رمال و نجومیون کو بلوا کر | خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہین اور تمام کے معنے مین بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑون کو کہتے ہین جو امرا اور ملوک دوسرے شخصون کو بخشتے ہین اور وہ کم تین کپڑون سے نہین ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤن تک کے کپڑے اُس مین ہوتے ہین پس شاعر نے خلعت کے معنے مین تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا مین ذکر کیے۔

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کرکے پھر جمع اسکی بناتے ہین جیسے۔

حسن مولف سمجھ بوجھ

مساکینون کو کردے صاحب تاج | شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

ایضاً

اپنے اعمالون سے گو مایوس ہون | غم نہین کچھ غوث کا پابوس ہون

شیخ نیاز علی نجم

جھرمٹ کرتی ہین یہ ساری حوریان | آج نزہت پر ہی کیا باغ جنان

حور جمع حوراء کی ہی اُسکو مجرد کرکے جمع بنائی ہی۔

ناسخ

غلمان و حوریان ہین تصور مین بیشمار | ہے روبروے وسعت دل مختصر بہشت

انیس کے اس مصرعہ مین بھی یہی بات ہی مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا کھولے ہوے پر۔

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کر کے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہی جیسے حکیم حاذق کے شعر مین۔ ۔ سہ

	بدام زلف تو گہ آدمی دگاہ ملک		گہے وحوش گرفتار گہ طیور انند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر مین طیورون ہی۔

	وحوش وطیورون تلک بے محل		پڑے آشیانون سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن مین خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اُتنی ہی لانی تھی جتنی مسندالیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کر دی گئین جو مسندالیہ کے حالات سے نہین ہین اور اس طرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہو گئے اسی طرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئین ہین کہ اُن کا تعلق مسندالیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کر دیا ہی اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کر کے اشارہ نہین کیا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ ہر مطلب کے حالات بخوبی روشنی پڑجائے۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جسکی تعریف اوپر ہو چکی یعنے وہ کلمہ جو مسندالیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسندالیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح وذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی۔

	غالب		
تاب لاتے ہی بنے گی غالب		واقعہ سخت ہے اور جان عزیز	

واقعہ مسندالیہ ہی اور سخت مسند ہی اسی طرح جان مسندالیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہے اور دوسرے سے مدح مین۔

	امیر اللہ تسلیم		
دید کے قابل ہی جوبن سبزۂ رخسار کا		معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا	

سبزۂ رخسار کا جوبن مسندالیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسندالیہ ہے

اور معجزہ مسند ہی اور دونون جگہ مدح مین مبالغہ منظور ہے۔

حالی

ہین سراسر فریب وہم وگمان ۔۔۔ تاج فغفور و تخت خاقانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی ۔۔۔ حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی ۔۔۔ اک تماشا ہے حسن کنعانی

مصرع اول مین فریب وہم وگمان مسند ہین اور تیسرے مصرع مین لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع مین حرف باطل مسند ہے اور پانچوین مصرع مین دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع مین تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ مین پہلے نہ تھی اب موجود ہوگئی جیسے زید سوگیا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے جاگتا تھا اب سوگیا۔

آتش

ہزارون حسرتین جاوینگی میرے ساتھ دنیا سے ۔۔۔ قرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہی کہ حسرتین پہلے نہین گئی تھین اب جاوینگی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہی۔

امیر

نہال عشق کو رورو کے ہم سرسبز کرتے ہین ۔۔۔ نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہی کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہین کیا تھا اب کرتے ہین۔

برق

دیکھ لین ہم بھی کہ دل لیتا ہی کیونکر کوئی ۔۔۔ ہان اشارہ کرے وہ چشم فسونگر اپنا

دیکھ لین مسند ہی ہم مسند الیہ۔ دل لیتا ہی مسند ہی اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہی اور چشم فسونگر مسند الیہ۔

الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدین اُس مین بڑھائی جائینگی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہی پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہی جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ۔ اسم تفضیل، مفعول بہ۔ مفعول مطلق مفعول فیہ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز۔ استثناء سے مقید کرتے ہین اور اس سے زیادہ وقوت حاصل ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

داغ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین		اُدھر جاتا ہے دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل مشتق شدہ وہ ضمیر فاعل مسندالیہ شمع مفعول بہ رُخ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشارالیہ اُسکا مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اُسکا مشارالیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ مع مشارالیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہین فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسندالیہ مذکور کی طرف راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جاتے اور آتا کا فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور ادھر ظروف مکان ہین اور دیکھین اگرچہ فعل ہے مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی		ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے حال مع ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہے اور جملہ دوم مقولہ ہے کہہ رہی کا۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رُو رُو اُتارا سنگار		کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا پھر اُسنے رورو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رورو حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اوتارا کا سنگار مفعول بہ ہے جس کی علامت یعنی لفظ کو محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور حرف عطف دونون مصرعون کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسندالیہ کی طرف جو

اسکا فاعل ہے تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے ہین بلکہ دونون کو ملا کر مفعول بہ سمجھتے ہین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملۂ معطوفہ ہوا۔

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد لے چاہی مقراض	ہاتھ ملتی بھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

پر کترنے کے بعد کو واسطے کے معنی مین ہے جو بیان علت وسبب کے لیے ہے پس پر کترنے مفعول لہ ہے اور جو حرف شرط ہے صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول ہے فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ہے اور دوسرا مصرع جزا ہے۔

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھایا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ ہوا اسی طرح دوسرا جملہ فعلیہ ہے۔

ناسخ

نہارہے ہین وہ غیرون کے ساتھ گنگا مین	نہائین ہم بھی نہ کیون آنسوؤن کے دریا مین

نہارہے ہین فعل وہ فاعل غیرون کے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین	اِک سخن ہے تو لاکھ جھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہے جھینکین کا جھینکنا مضاف ہے اور جاڑا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہے اور جھینکین ہین فعل حال ہے ہم فاعل مستتر ہے پس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال	دل بیتاب ہوگیا پامال

چال مفعول مطلق ہے چلی کا جو مسند ہے۔

النشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پینا پیسے	بڑا دانا جو ہو چکی مین کیون چھوڑن کو دلڑائے

مہر

مثال بت سب بے سب ہین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین

یہ جاگے تھے ابتدا مین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین	

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہی مفعول مطلق مسن غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے توکبھی اُسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کردیتے ہین اور اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہی جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہو وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہی بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہی اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہی پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملۂ شرطیہ خبریہ یا جملۂ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہی وہ ایک قید ہی جزا کے لیے پس اس مثال مین۔

جرأت

گر نہ دیکھونگا تمھین تو اور رہونگا بیقرار	اس مین رسوائی ہی کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہی اور یہ جملۂ خبریہ ہی تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ	اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہی اور یہ جملہ انشائیہ ہی۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا	فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن پر

فنا کو سونپ جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔

شائستہ

قدو کاکل کے دلبر کے اگر مضمون باندھوگے		اسے لکھ کر الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو	

الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو جواب شرط یعنی جزا ہی اور یہ جملۂ انشائیہ ہی۔

نفس شرط اگر جملۂ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر داخل ہوکر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہی اسی طرح اگر جملۂ انشائیہ ہو تو اُسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونون قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہین رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہین جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہی اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونون خبریت سے خارج ہو جاتے ہین کیونکہ حرف شرط دونون کو اُنکی اصل سے خارج کر دیتا ہی پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہین رہتا بلکہ شرط و جزا دونون کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونون مین ملازمت ہوتی ہی پس ذوق کے اس شعر مین۔ ؎

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ساتھ		ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا	

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونیکا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونیکے وقت یا حال ہی پس محکوم علیہ ذوق کا عقدۂ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہی اور شرط کو اس مین کوئی دخل نہین وہ ایک قید ہے محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہو... کے لزوم کا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہی پس اس وقت مین محکوم علیہ یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدۂ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ مین زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہی اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہین جب سُورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہے ان دونون جملون کے ایک معنی ہین مستفاد از مو... عظمے۔ یاد رکھو جملۂ شرطیہ مین پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہین اور جواب شرط مین ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہی اور وہ اردو مین تو ہی جیسے اگر تم آؤگے تو مین پانچ روپے دونگا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہین۔

حروف شرط کی تفصیل یون ہے۔

اگر اور گر۔ ایسی چیز کے لیے لگاتے ہین جسکے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہین لگاتے

انیس

گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین	پڑجائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لگاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اسلیے کہ جو چیز ابھی ظہور مین نہ آئی ہو اُسکے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہے۔

میر فخر الدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھین لڑائین اپنی آنکھون سے	تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین۔

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم سیر کو جائے اگر گلزار مین	اگی ویرین سناخین نکالین نرگس بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہی جہان امر یقینی نہو بلکہ ہو جانا یا نہو جانا فرضی ہو جیسے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون جسکی بیخودی نے	خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

حسن

جی اگر اُس سے لگا یار شک سے دل جل گیا	دل اگر اُسکو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا

آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے	سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہمنشین گر مری یہ شب کٹ جائے	تو مین جانو نگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت مایوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف وزلیخا

اگر جان ہے ترے غم مین سدا ہی | دگر دل ہے سدا تجھپر فدا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی ہے گردان | اگر خورشید نکلا تیر اگرم جستجو نکلا

مخاطب خداے تعالےٰ ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی ہین مگر قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہو تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

مومن

پچھوڑینگے ہم اپنا دامن تر پہ | جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

حالی

سکھتے ہین حضرت انسان جو بڑائی مین قدم | مالکون کے انھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم

گاؤ خر انسے ہین کیا جانیے کس بات مین کم | ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہر دم

ولہ

کھیت سے اپنے بچھڑنے کا ہو گر انکو ملال | مدتین گذرہین کہ لوٹا گیا یان عشق وصال

ولہ

اُنکی گردن مین اگر قید کی رسّی ہے پڑی
اپنی بے بالی و پیری کی بھی کہانی ہے بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُس کی بزم
یان اگر ذات تھی تو اُس کی ذات

سودا الاشہ حضرت امام حسینؑ کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کنا تو کٹا
اگر کٹے تو کٹے رن مین دست پائے حسینؑ

ولہ

اگر مرا ہے محاسن سبھی لہو سے لال
تو یہ دعا ہے کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل علم معانی کے نکات مین اسلیئے شمار پایا ہے کہ حال اُسکا مقتضی ہی اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔

یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین ملے تم کو چشم و گوش اگر
تو چلی جائے کور و کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پانؤن رکھتے ہو
لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین
سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
اگر یادگار عزیزان یہی ہین
اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین
تو یاد اسقدر انکی رہجائیگی یان
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا یقین نہین ہوتا پس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

گر دیتی ہون اس ہین دم مین تجھکو
ہو تیغ علیؑ کی مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو
تو حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اِسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیئے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع ولا وقوع شرط کے عالم کو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہو اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضاے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو کہا جائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا - ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہو کر کہتا ہو کہ "تم اگر خدا ہی تو تم بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین لگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے "کہ اگر آدمی ہو تو مین نے تجھکو بھائی بنایا" مگر جب اعتقادی یا مسلم امر کو شک مین ڈال کر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہو "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" ورنہ مطلب اسکا یہ ہو کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہو حالی کے ان شعرون مین ؎

بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے	مقرر جہان نیک و بدکی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

بُرے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضا کے خلاف کام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیئے اُنکو بمنزلے جاہل کے قرار دے کر اگر کے ساتھ بیان کیا -

ولہ

اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم	اُسی کی طلب مین مرو گر مرو تم

اعلمی

ہین یہان تو بفضت کمخواب کے سو بیرہن	اور وہان لیجائیگا یان سے اگر کچھ - تو کفن
ہمنشین صد ہا یہان پر ہین حسین و بے نظیر	ایک بھی وان پر نہین گر ہین تو ہین منکر نکیر

(۴) جب صیغۂ ماضی استمراری پر آتا ہی تو منفی کو ثبت اور ثبت کو منفی کر دیتا ہی جیسے۔

میر حسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر | تو ابتک وہ تم کو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہیں ہی ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا۔

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا | کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا۔

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا | کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔

ذوق

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم | آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونے کا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہ ہوا۔

امانت

تری مژہ پہ نہ ہوتا اگر یہ دل مائل | جگر کا آبلہ کیون نوک خار پر ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زلفون مین اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا | یون روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ بھی استقبال مین وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہان آتا ہی جہان شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے۔

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے
تو بجھیں کیون نہ انگارے یہ گلہاے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن | تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اور جو ماضی و حال مین آتا ہی تو یقین کا فائدہ دیتا ہو مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سُن کے زرد جو نامرد مدعی | رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

جراٗت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یار ازرہ لطف | او داغ عرش پہ اس خاکسار کا یہو بچا

تحسین

خیال زلف بُتان مین جو پیچ کھاتے ہین | مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

آتش

جبین پر اپنے افشان کو جو اُس محبوب نے چھڑکا | کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے | مجھکو دکھاتے ہین وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

ذرے افشان کے جبین پر جو دمکتے دیکھے | اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم مین ہی آفت لازم ای اہل کمال | ٹوٹنے کا خوف ہی قطرہ جو گوہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی تمنائی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہی کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا | جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یعنے چونکہ اُس مین دوئی کی بو نہین اسلیے دوچار نہین ہوتا۔

امانت

اگر جو سبزۂ خط کا بہار مین ہوتا | نہ بند یار کا طوطی ہزار مین ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے تعیین زمانی

مقصود ہوتی ہی اس مین اور اگر مین یہی فرق ہی-

الستا

جب ہوا کھا کے گھر آئینگے تو دیکھینگے ناچ ۔ وضع پرہند کی ہی باغ مین جسکا سکن

ظفر

وہ شکار انداز جب ہاتھ مین اپنے تفنگ ۔ برق تھرا جائے رنگ دیکھلے اڑتی ہوئی

اور جب ماضی وحال پر آتا ہی تو جزم ویقین اُس سے مطلوب ہوتا ہی جیسے-

ذوق

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی ۔ بلایا کسنے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین ۔ نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا ۔ پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میرحسن

کئی دن جب اُسپہ گئے اور بھی ۔ بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم ازمنہ کے لیے ہی جیسے-

میرتقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے ۔ جلوہ مری گور پر نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آب پاک وہان بی بی پیا ۔ اُس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا

درد

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے ۔ زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو ہین اس مین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہی جیسے-

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا ۔ جھونکا نسیم کا جو ہین سن سے نکل گیا

ظفر

سر تلک دست ستم جو ہین ترا قاتل چڑھا
خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھا

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیگا اور اگر ماضی و حال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے ۔

جب کبھی جوش پہ آجاتا ہی دریاے الم
کشتی مے کے وسیلے سے گذر جاتا ہون

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کرلیتے ہین مگر وقت اُس سے ساقط نہین ہوتا بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہی جب شرط کے لیے ہوتا ہی تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤگے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اسوقت ہوگا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا مدعا یہ ہی کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کردیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہی تو جزا کا حرف اُسپر نہین آتا یہی حال حرف جب کا ہی ۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہی تو وقت کا لحاظ نہین ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہین اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے بطور تضمن کے لازم آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ مفید ہوجاتا ہے ۔

انیس

کچھ ہو گا نہ ہاتھ پانوٗن مارے سے انیس
جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی و حال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا ۔

ذوق

تیرہ روئی نے تری مہر جہانتاب کا نور
دیا جسوقت اُڑا کر مگس شب تاب بنا

جہان تعمیم زمان کے واسطے آتا ہی جیسے میر کے اس شعر مین ۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے
جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہی جیسے غالب کے اس شعر مین ۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے	محبت میں ذرات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل	جہان ساقی ہو تو باطل ہی دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گو جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہی اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے۔

طالب رامپوری

ہر چند روسیہ مین بے نور و بے بصر تھا	لیکن برنگ سُرمہ منظور ہر نظر تھا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل تو دلِ زار نہ تھا	لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے	ولے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہی ہر قوم گرانبار	احسان مگر اسلام پہ ہین اُسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کردیتے ہین اسی طرح حرف جزا کو بھی مثلاً۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے	کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نہ رہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے۔

دلسوز

وہ منھ زلفون سے ڈھانکے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کرتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

شاد حیدر آبادی

تم بھی بانکے ہو ادا اچھی ہے تمھاری بانکی ۔ تم اگر بات نہین کہتے ہو سیدھی نہ سہی
کوزہ و جام بنائیگی تو بھی خاک مری ۔ اسکے بھی کام کی گر یہ نہین مٹی نہ سہی

حسرت

سرد کرے جو سرکشی قد کشیدہ کو دکھا ۔ گل جو دکھادے پیرہن کھول قبا کہ اس طرح
گر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح ۔ جلد ے تو نقاب کو منھ سے اٹھا کہ اس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے ۔ پیار سے عاشقون کو تو گھر مین بلا کہ اس طرح
پوچھے جو تیغ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا ۔ اسکو بھی تو دکھادے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

گرد جو اے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی ۔ تیرے آنے کی ہین پہونچی خبر اڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کردیتے ہین جیسے۔

غالب

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن ای ندیم ۔ میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملکے ہم ۔ پردے مین ناز سے جو چھپائے دکھا کے ہاتھ

محشر

تحفۂ لخت جگر جائیو مجنون کو لیے ۔ گر تو اے قاصد اشک بکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کے لیے اور جزاے مقدر مانتے ہین اور جزاے مقدم کو اس پر دلالت کرنے والا جانتے ہین اور کوفیون کے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین، اور دونون کے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہے لیکن یہ لزوم عربی زبان سے مخصوص ہے اردو مین باوجود جزا کے مقدم ہونے کے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے۔

انشا

اپنی نگینین چمکتی ہوئی دکھلائینگے ۔ پڑے گی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر برا کہے کوئی — نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ج) کبھی بوجہ قرینۂ دالہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکے مؤکدات کو قائم مقام کر لیتے ہین۔ جیسے۔

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون — ہو غلط نسخۂ سنین وشہور

یعنے اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارون کی گردش موقوف ہو جائے اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہے اور زمانے کا انتظام بگڑ جائے نسخۂ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہے۔

ولہ

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر — کہا اُسنے بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہے اور مصرع دوم اُسکا مؤکد ہے۔

ذوق

ای ذوق شہید اُسکو کرنے ہین کئی عاشق — کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہے جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہے جو اُسکا مؤکد تھا اُسکی جگہہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین مٹنا ہی تو پھر دیر ہے کیا — تجھکو سمجھائینگے ہم ای دل شیدا کب تک

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دبانے ہو بار بار — کاٹیگا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا مؤکد ہے۔

کبھی بغیر مؤکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا	محمودا خوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی	بولا کہ جو یان سے ہو رہائی

یعنی اگر یہان سے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے	سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تیغزن سے کہیو قاصد مری طرف سے	اب اک ہی نیم جان ہو گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہو مگر جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہو۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کیلئے کہ گویا مفہوم مدلل ہو۔ جیسے۔

نسیم

بیجا تو ٹکے کا جانور ہون	اگر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بیجا تو کچھ فائدہ نہو گا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہو گا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سُنیے	ہے زبان میری تیغ جوہردار
بزم کا التزام گر کیجے	ہے قلم میری ابر گوہر بار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز — اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

امیر

نہین تونے دیکھا ہے اُس بُت کو زاہد — یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

یعنی اگر دیکھ لیتا تو یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا۔

جو کہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرتا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط و جزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل وعلیٰ ہذا مگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط و جزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ماضی کی طبیعت مضارع سے زیادہ تحقق وقوع پر دلالت کرنے والی ہے اور مضارع کی طبیعت ماضی سے زیادہ وقوع کی ہمیشگی اور اُسکے حدوث کے تجدد پر دلالت کرنے والی ہے جیساکہ الخواطر الحسان فی المعانی والبیان مین ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کے معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانۂ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین — عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اس مین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنی گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنی عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیان چاہین اور آبرو بھی — وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہی جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر | مجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا

شہر آشوب ناظم

پہلو جو بھر کتا ہے تو آج آئے گا بشنی | اور ہاتھ کھجتا ہے تو دیجا یگا بشنی

وزیر

مرہی جاؤنگا اگر صبح کا تار ا نکلا | یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کریم ہو تو مفلس بھی ہی کریم | ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

کیون ہین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی | تو جھوٹ اس مین بتا اے ماہ پیکر کیا ہی یون ہی ہے

(۳) معنی مستقبل کو جملۂ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہی کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فی الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہی اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہو گا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہی گر وقت ابھی نہین آیا | تو ہوتے دیکھا ہی جنگی سے خاک کی آرام

میر

کہان پھر شور و شیون جب گیا میر | یہ ہنگامہ ہی اُس ہی نوحہ گر تک

گلزار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انسان کی ہے مرگ زندگانی

(۴) سُننے والے سے تفاول منظور ہوتا ہے کیونکہ متکلم جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اُسکو ایسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے جو اُسکے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نصیب ہوا تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا — کعبے کا سفر بخت رسانے چاہا
ہے ترک علاج اُن بتوں کا مومن — دیکھو چاہینگے گر خدا نے چاہا

میر

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے — گر جان میری میرؔ نہ آپہونچی لب تلک

امین تخلص حافظ محمد امین

امین اینا رہا ثابت جو ایمان — یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا

رئیس الدولہ بیدار

گر عالم رویا میں ہوا وصل کا سامان — یارب ہو عیاں خواب کی تعبیر کسی وقت

حالی

ہاں مگر کچھ اُمید بندھتی ہے — تیرے زمرے میں گر ہوا محشور
جب ترے کاروان میں جا پہونچا — پھر رہا باب خلد کتنی دور

(۵) وقوع شرط پر اظہار رغبت کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

فدا

وصف چشم شوخ کا آیا اگر مجھکو خیال — مرغزار طبع میں مضمون ہرن ہو جائے گا

سوز

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دُکھ یہ دیکھینگے ہم — مند گئیں جب یہ گھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ہاتھوں سے خون بہا دل کا مانگ — تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

آتش

نالہ بلبل شیدا میں اگر ہے تاثیر
دست صیاد میں گلچیں کا گریباں ہوگا

ذوق

عبث جان منتظر ہو تو نہ ہر دم شوخ کب آیا ۔ اگر جیلم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

کبھی جزا مین وہی فعل آتا ہے جو شرط مین ہوتا ہے اور مفہوم مخالف پیدا ہوتا ہے اور جملہ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے -

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار ۔ صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہو کر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ -

راسخ

الٰہی ابکے سالون مین اگر برسے نمک برسے ۔ ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے مین دامن کو

یعنی بالفرض اگر برسے تو نمک برسے -

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی + دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس مین محذوف ہی اسی طرح -

میر حسن

اگر مر گئی تو بلا سے موی ۔ تو یون جانیو مجھپہ صدقے ہوئی

سودا

دیگچی جبکہ چاٹ کر چھوڑے ۔ منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

ظفر

کیون ستاتے ہو ناصحو مجھکو ۔ گر ستاوے تو وہ ستانے دو
سر کی پروا نہین ہے شمع صفت ۔ گر جلادے مجھے جلانے دو

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا ۔ جو آپی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

وہ دور چرخ آرہا ہے اکبر کہ اہل تقوے ہین زار و مضطر	بزرگ بھی طفل دلکو اپنے سکھار ہے ہین گناہ کرنا

دور چرخ مسند الیہ ہے اور آرہا ہے مسند ہے اہل تقوے مسند الیہ ہے اور زار و مضطر مسند ہے بزرگ مسند الیہ ہے اور سکھار ہے ہین مسند ہے اپنے طفل دلکو پہلا مفعول ہے اور گناہ کرنا دوسرا مفعول ان مین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہے تو احتیاط ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

کچھ خریدا نہین ہے اور کچھ بنایا نہین ہے مین نے کی خبر ہین اگرچہ دونون قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس یہان ہمارے نبیؐ کو کہ مسند ہے محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہے قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کے لیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت اُنکی مان کہنے لگین

انیس

کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے	ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

ایضاً

کچھ حق مین اس کنیز کے فرما کے جایئے	صاحب کسی جگہ مجھے ٹھہرا کے جایئے

یہ بات حضرت امام کی رخصت کے وقت سہربانو نے فرمائی تھی۔

یا غیر سائل کے سُنانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریاں ہوئی ظالم کی سپاہ — عمرِ سعد نے کی مڑ کے رخِ حُر پہ نگاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ — محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

حُر نے جو مسند کو بیان کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر امام کی طرفداری پر آمادہ ہو جائیں۔
تہدید کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

منشی

جدھر قلب میں شاہ کاؤس تھا — ادھر جا کے سہراب نے یوں کہا
سواران ایران کو میدان میں ہے — تہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں

میں مسند الیہ ہے اور تہ تیغ کھینچوں مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیوں کو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ میں ہوں دلاور یل نامجو — کہ دیو سپید سیہ کار کو
کیا کشتہ اک دم میں ہنگام جنگ — نہ جانبر ہوئے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ میں مسند الیہ ہے اور دلاور یل نامجو مسند ہے اور تخویف کیلیے اسے یہاں ذکر کیا ہے اور دوسرے شعر میں متکلم کی دلاوری کا بیان ہے۔

ہوس نوفل کی زبانی اقربائے لیلی کو

اے بیخبران میں بد بلا ہوں — انسان خورندہ اژدہا ہوں

بد بلا اور انسان خورندہ اژدہا مسند ہیں کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈریں جن جو میری تیغ چلے — پکڑ لوں شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جسے میں غیظ سے دیکھوں نہ موت سر سے ٹلے — جری وہ میں ہوں کہ کاٹے ہیں سیکڑوں کے گلے

ولہ

وہ میں ہوں ضیغم کہ سب سے زور میں بالا — علی کے شیروں کے آغوش میں جسے پالا
لہو بہا کے تجھے اب جہان سے کھوتا ہوں — حسین کا ہوں بھتیجا علی کا پوتا ہوں

گلزار نسیم

کانٹون مین اگر نہ ہو اُلجھنا
آئیگا تو در گذر کر ون گی
تھوڑا لکھا بہت سمجھنا
ورنہ مین بہت سا شر کر دنگی

ستایان

پھر دان اُنسنے اُسوقت مین حیف ہی
یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسواسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کر دین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزاے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کرلیے ہین اور بعض باقی ہین پس جو فعل اٰنات بسیار یعنی بہت وقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُسکو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی ذات سے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُسکی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا
ہوا ہی شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین
لُبھا لیتا ہی دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بُت طناز مین لُبھا لینے کی صفت موجود ہے نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لحد سے نہیں دل جلو نکو خوف ۔۔۔ روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ مین موجود ہوگی۔

اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے۔

اقبال

قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضائے قوم ۔۔۔ منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پائے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضائے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پائے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

ایک سیدھی نگاہ پر تیری ۔۔۔ لاکھ بانکون کا بانکپن صدقے

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد علی بحر

اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر ۔۔۔ ہم اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہے اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

اُس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا ۔۔۔ دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے۔ فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حال مثلاً۔ ؎

ایک مہمان سرا ہے دنیا بھی ۔۔۔ اک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی نیا ہی شخص آنیوالا ہے اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمراری یعنی ہمیشہ کے لیے ہے اور اسی طرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جو ائی میر اس طرح روتا رہے گا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہے استمرار نہیں ہوتا چنانچہ۔

جرأت

جب نہ تب خون مرا ہی پیتا ہے — غم بہت اُسکا مجھپہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام مین کوئی قید ملحوظ ہو اور اس کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہے پس اس قاعدے کی روسے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے مین نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور مین دو صفتین ہین ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونون وصف زائل ہوگئے زیادہ توضیح کے لیے ہم کہتے ہین کہ فعل کی تین حالتین ہین یا تو اُسمین قید تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینون حالتون مین نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدون کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ یہ قاعدہ دُرست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر مسند مین تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اُسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند مین کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

آصف

اتنی را ہو نیر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا — سینہ تیر و ن سے ہی چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند مین نہ نفی تجدد کی ہے نہ استمرار کی بلکہ اصل واضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہے۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر مین وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور محنت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ متکلم پر اُسنے ظلم کرنے مین کیا کیا تردد کیا ہے جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدون سر اپنا اب یہ ہے مرضی تری — تو نے رکھدی لاکے جو شمشیر میرے رو برو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہے اس صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہے چنانچہ زید آکے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہے اور اسی موقع پر بولا جاتا ہے پس تونے رکھدی لاکے کے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تونے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے لیکن لایا سے اثبات تردد وسعی کا منظور ہے یعنے میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھکر لایا اور مجھپر ظلم کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے۔ ایک فعلی وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا۔ دوسرا سببی وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال مین کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے یعنی کھڑا ہونا۔ زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہی اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہے اس مین سبب لفظ اُس ہی لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نہ کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب میں ذکر کیے گئے لیتے (۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اُسکی (۲) دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجائش ہو جیسے زید آیا اور عمرو بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے

باوجودیکہ مقام مین گنجایش ہے (توبۃ النصوح) یہ دار المحن انسان کے رہنے کے لائق ہے صدہا مخمصے ہزارہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہی اور وہ لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہی کہ مقام مین گنجایش نہو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے۔

مثال اولےٰ

انیس

تب شمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول | بیعت انھین تو صلح ہمین بھی نہین قبول

یعنی اگر بیعت انھین قبول نہین بقرینہ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ذوق

تیرے انصاف ہی سے بزم جہان مین شاہا | شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو جسکے دل مین وہ دو چار دن سہے | ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

یعنے ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تک رہین مصرع اول مین رہے آچکا تھا اس قرینے کی وجہ سے دوسرے مصرع مین ترک کیا گیا۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن | وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینہ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی۔

بحر

حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احباب مین | مزہ مردے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ممنون

ممنون کا وہ دیکھ کے فرمائے ہے مسیح | عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دعا سے ہم

یعنی ہم دوا سے عاجز ہین۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہین الگ ہمسے جدا نہین ہی خدا اور خدا سے ہم

یعنی دریا سے موج الگ نہین ہے اور خدا سے ہم جدا نہین ہین پہلے مصرع مین قرینۂ ثانی کیوجہ سے مسند محذوف ہی اور دوسرے مصرع مین قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
آتنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا رکھتی نہین ہی شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کردیتے ہین جیسے مزاج مقدس یہان کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کردیا ہے۔

امیر مینائی

ہم سے کہتا ہی کہ گیسو نہ چھوو اُس سے بچے مار اللہ کی ناصح تیرے سمجھانے پر

یعنی اللہ کی مار پڑے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح رکھدیجے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کرد۔

سودا

سبزۂ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون اک جا ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

داغ

ہمت اے خاک ہان مددائے ضعف کوئی دامن بچائے جاتا ہے

مثنوی قضا و قدر

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعے مین لکھتے ہین پیر و مرشد آداب۔

مولوی احمد آزاد

کیا کہوں سینے میں تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہکے وہ اللہ نگہبان گئے

(۳) یا متکلم یہ چاہتا ہے کہ سامع کے خیال میں یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و لفظی میں سے دلیل عقلی اختیار کی ہے جو دلیل لفظی سے قوی ہوتی ہے۔

غالب

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا	لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

یعنی دوست کی لاکھوں لگاوٹیں ایک طرف ہیں اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہے اور لاکھوں بناؤ سنگار ایک طرف ہیں اور ایک عتاب میں بگڑنا ایک طرف ہے۔

سودا

لگے کہنے نہیں شراکت نیک	میرے سو لقمے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو لقمے اور تیرا ایک لقمہ برابر ہیں۔

(۴) رنج و ملال کی وجہ سے خبر کا نام منھ پر نہیں لا سکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہے

فسانہ آزاد

"جوگن بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح روتا ہے اللہ جانتا ہے ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیچارہ آپکے عزیزوں میں سے یہاں مر گیا کا لفظ جو مسند ہے تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہے۔

آزاد

اکبر نو دل یہ کھاکے سنان خلد کو گئے	شہ کہتے رہگئے مرے دلبر کہاں کہاں

یعنے کہاں گئے کہاں سے گئے یا کہاں جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نہ کیا ذبح گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دم میں زخم پکارا کیا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہے اور ساتھ ہی اسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہے۔

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن	کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

یعنی کہیں نرگس و گل موجود تھے کہیں یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اس کو جس جگہ

چاہیں حمل کر سکیں پس اگر ایک مسند ذکر کر دیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہو جائے ۔

نالۂ تسلیم

اجازت او خیال قاصد دل
اگر اپھو بجا دم تکلیف مشکل ہے

یہاں مسند الیہ اور مسند دونوں محذوف ہیں یعنی اجازت چاہتا ہوں میں یا اجازت دے مجھکو یا اجازت عطا کر ۔

سودا

ہم جنکی تمنا کرتے ہو کیا بات ہے اُنکی
لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا میں

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اسلیے کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا ۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجھکو
قابو میں مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر میں

میں مسند الیہ ہے اور اسکا جو مسند ہے وہ اس قابل نہیں کہ علانیہ بیان کیا جائے ۔

الفت

سر ہلانے سے بھروسا نہیں پڑتا کس وقت
کس جگہ کب وہ کدھر یاں کہ وہیں منہ سے تو کہو

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہے اور مسند الیہ و مسند دونوں محذوف ہیں ۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہیں چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہیں اور آپ ہی وہ یعنی بکتے ہیں اور جھک مارتے ہیں ۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چپ ہو
سُنی میں نے دعا تیری دعا کی

ولہ

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہے گا
تمہارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گریباں میں ذرا منہ ڈال دیکھو
کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی
تو کہتا ہے کہ بس بس جو بچ کر بند
وفا لایا ہے دُت تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کرکے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف میں واقع ہوتا ہے کہ اس میں اختصار ہے ۔

ذوق

جب تک تھے گرہ میں احمقو نکے پیسے
سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہی اور فائدہ اس مین یہ ہی کہ اس مین اختصار کامل ہو سکتا ہے۔
(۱۰) مقام مدح مین مسند کو حذف کر دیتے ہین جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپ کا فرمانا بہت اچھا ہی یا بڑا پُر اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصوف نہایت عمدہ ہین اور یہ تیرا بیان غالب بڑا پُر اثر ہے۔

میر حسن

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا	برابر رفیقون کا جا بیٹھنا

دونون مصرعون مین خبر کلیۃً محذوف ہی۔
(۱۱) مقام تعظیم مین مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

نسیم

پل مارنے کی ہوئی جو دیری اُشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے	سُبحان اللہ شان تیری برآرد ورد غن و شکر سے

یعنی سُبحان اللہ تیری شان بڑی ہی۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی	یعقوب کو مدتون رُلایا

اللہ ری اگرچہ مرکب ہی حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہی مگر یہان اصلی معنون پر محمول نہین بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہی اللہ اکبر کے معنی مین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہی تیری بے نیازی مسند الیہ ہی اور بڑی ہی اسکی خبر ہی اور مصرع ثانی بیان ہے۔ بے نیازی کا۔

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہی تقدیس کیلیے مین مبتدا اور حسین ہون خبر محذوف۔
(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے بقا کے پچھلے مصرع مین واہ رے مین کیونکہ واہ رے تفخیم کے لیے ہی مین مسند الیہ ہی بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر محذوف ہی۔

ذوق

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو کی طرح	پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغ گور کا

بل بے کلمۂ تفخیم ہے یعنی بڑی وحشت ہے۔

زین العابدین نجات

آنکھیں بھر آئیں اور اسپہ بھی ٹپکے آنسو	بل بے ہجران تری وحشت کہ نچوڑے پتھر

غفلت

ہونچے بہیا کہ مستی بلبل سے پوچھتا ہوں	گلشن میاں گُل ہے یا گل میاں گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر محذوف ہوتا ہے جیسے۔

حالی

پر کچھ اک محمود خاں کے دم سے تھی پیتم کی	اُٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہے۔

سودا

اسکو ہر گز نہیں حیا سے لگاؤ	جائے تو یہ کہے پلاؤ ڈیلاؤ

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

حالی

پانی ہے گھر میں جب دھواں تو	آگ آگ کا غل کرے ہے داں تو

فائدہ۔ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابد ہے جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) جواب سوال محقق میں واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اسکے جواب میں کہا جائے زید یہاں آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہے۔

مثنوی قضا و قدر

نام جو پوچھا تو فدائے خدا	کام جو پوچھا تو رضائے خدا

اسی قبیل سے ہے سودا کے شعر میں۔ ع

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے	رسوا ہوا پھرے ہے تو اب ربدر کہ ہم

جرأت

اتنا بتلا نہ مجھے ہرجائی ہون مین یار کہ تو
مین ہر اک شخص سے رکھتا ہون سروکار کہ تو

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن
دست حسرت ملکے بولا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین
شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین تھا جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین الخ۔

(ج) کبھی سوائے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح
مین بیان اس کا اب کرون کسطرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان
کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسندالیہ کے محذوف ہی اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک ور یا ہان واقع ہوتا یا ہان یا اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرفہ نگاہ مری جان ہو گیا
اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہی اور کئی فائدے دیتا ہے۔

(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہی کہ مسند منحصر مسندالیہ مین نہین اور نہ اُس مین تعین ہی جیسے زید شاعر ہی پس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہی شاعری کا اُس مین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہی کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہی۔

مثنوی زائر

شمشیر عنا کا ایک گھائل	آکر ہوا شیر حق سے زائل

یہاں مقصود بالتمثیل سائل ہی مگر سائلی کا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ سائلی کا تعین مقصود ہی

مومن

کب تلک چشم سے خون ہو جاری	کب تلک بمدکرے دل داری

خون مسند الیہ ہی اور جاری مسند ہی جاری ہونیکا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہی

ذکی

ہوا صفائے بناگوش سے وہ گوہر صاف	تجلّی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر واختر مسند الیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر واختر مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہی۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول	تھے نشاط و سرور مین مشغول

ہم مسند الیہ ہے اور مشغول مسند ہے لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

درد

ہر چند کہ سنگدل ہے شیرین	لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ثابت

مہ سے فزون ہی حسن رخسار	بہار تازہ ترے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حسن رخسار مسند الیہ ہے اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسند الیہ اور اظہار مسند ہے اور فزونی کا حصر حسن دلدار مین نہین ہی اسی طرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہے اور نہ تعین مطلوب ہے۔

میر

جانور رنگ باختہ سب ہین	یعنے حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورون مین اور حیران ہونے کا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین

مقصود ہے۔

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول | یہین سے جو انکھون کا ہوگا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسندالیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک مدبر ہین۔

محشر

یہ کل کی بات ہے تھا طفل مکتب عشق کا محشر | یہ اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہے ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ | ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلیٰ درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک | ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسندالیہ مقدر ہے۔

(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہے جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہے۔

میر

چور و گھر مین رکھے ہی اک شتاہ | کہین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

ولہ

تیل کی کپی لیے ہین خوش کھڑے | ایک بھڑرے ہوتے ہین چکنے گھڑے

غالب

اک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے آگے | اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین | جتنے ہین حسین بری بلا ہین

داغ

اک کوہ گران ہے عشق لیکن | اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اہمیت فائدہ کا موجب ہے۔

مثال مسند کی تخصیص کی اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے — نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسند الیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسند الیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہو کر پھر مضاف ہے تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جسدم چڑھائے آستین قاتل — صفاے ساعد سیمین صفاے صبح گردن ہے

صفاے ساعد سیمین مسند الیہ ہے اور صفاے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراد اے گل — بادہ حسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

لفظ مہمل ہے نطق اعرابی — حرف باطل ہے عقل یونانی

نالہ تسلیم

دل مشتاق پابند الم ہے — نفس تار کمند صید غم ہے
حریف نالہ بیداد ہون مین — شریک صحبت فریاد ہون مین

صبا

بے مزار جو مر گئے مین اشکبار ہوا — سفینہ نوح کا ہر تختہ مزار ہوا

ہر تختہ مزار مسند الیہ ہے اور نوح کا سفینہ مسند ہے۔

درد

نہ جاؤنگا جب تک مرے جی مین جی ہے — ترا غم پیارے مرا یار جانی

مرا یا رجائی مسند ہی۔

ولہ

گر خاک مری سُرمۂ ابصار نہووے | تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سودا کا شعر ہے۔

نے بُلبل چمن نہ گُل نودمیدہ ہون | مین موسم بہار مین شاخ بُریدہ ہون

مصرع اول مین مسندالیہ محذوف ہی بُلبل چمن اور گُل نودمیدہ مسند اول مین تخصیص اضافی ہی اور دوم مین تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع مین مین مسندالیہ ہی اور شاخ بریدہ مسند ہی۔

محشر

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا | کیا پوچھتا ہی کشتی طوفان رسیدہ ہون

مین مسندالیہ محذوف ہی اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

حکیم مرزا آغا حسن ازل

پیر ہون مین نہ دستگیر ہون مین | خانہ بردوش اک فقیر ہون مین

دوسرے مصرع مین مین مسندالیہ ہی اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید خان رئیس ٹونک سعید تخلص۔

کیا لکھون وصف مطلع ابرو + | مصرعۂ لاجواب ہین دونون +

یعنے دونون ابرو مین مصرعۂ لاجواب ہین مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی
کاغذی بادام اُس خط کا لفافہ ہوگیا

اُس خط کا لفافہ مسندالیہ اور کاغذی بادام مسند ہی۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اُس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کو جو امر معلوم ہے اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہے اور مثل سے یہ مراد ہے کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسندالیہ اور مسند کے مفہومون مین مغایرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسندالیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون — مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین مسندالیہ اور حسین مسند ہے۔

نسیم

بولی وہ ارے بشر سڑی ہے — روح افزا کیا بکاؤلی ہے

حافظ عبد الرحمٰن خان احسان۔

اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے — صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مرقدین دو تین بتلا کے لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

جرأت

اُف نہ کرون نام کو جرأت ہو مین — چیرے اگر عشق کا آرا مجھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو مجھے اشتباہ ہے — زینب تمھین ہو خالق اکبر گواہ ہے

واجد علی شاہ

یہانتک دل وجان سے مفتون تھا مین — کہ لیلی ابھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن — گبر آنکھونپہ بٹھائین تو مسلمان سر پر

مین مسند الیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا | رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑکر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونککر | ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اُسمین تو نہین | کون گل ہے جو ترا مسکن برنگ بو نہین

یعنے وہ کونسا تن ہی جس مین تو مانند روح کے موجود نہین۔

سودا

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک | دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدہ شکر مین مصروف ہے۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب | تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

یعنے چشم تصور کے سامنے موجود ہین۔

یوسف علیخان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہی خیال جو گیسوے یار کا | عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا دل مین موجود ہے تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہے۔

نواب ظفریاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو | دیدہ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا۔

کشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانۂ دل مین تری یاد | یہ چمن یونہی پھولا پھلا آباد و دیرانہ رہے

یعنے داغ الفت جگر مین موجود ہو اور خانہ دل مین یاد موجود ہو۔
خلاصہ بخیر جب تک معنی سخن مین اور سخن حرف مین اور حرف خط مین اور خط جان قالب کتاب مین ہو دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہو یہ دعا بیخبر کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہے اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہے جیسے۔

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زور مند — قوی ہے خداوند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زورمند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہون اور عصیان شعار — وے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین — پھلا اور پھولا تھا امت کا گلشن

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع امید — گل گل شگفتہ تازہ و شاداب سبز و نم

مزرع امید مسند الیہ واحد ہے اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ و معطوف ہوکر مسند ہین۔

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا — تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون مین مسند الیہ ہے اور ان کا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور اہم ہوتا ہے جیسا کہ مسند الیہ کے بیان مین مذکور ہوا۔

میر حسن

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے | خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

رند

مرغان باغ بیٹھے ہین تجھ بن مرے ہوئے | نرگس کھڑی ہی آنکھوں مین آنسو بھرے ہوئے

انیس

سطح ہی سرد آگ کا اس مین نہین تمام | نیچے ہوا کی گرمی سے بیتاب ہین تمام

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا | کوئی یا ننگ اُسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

مین سزاوار نار تو ہے نور | مین گنہگار تو خدائے غفور

تقدیم مسند

کبھی مسند کو مسند الیہ پر مقدم لاتے ہین اور اسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) زیادتی اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہی یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہی تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہی کہ مؤخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طائر روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل | تیر رکھتے ہین پر یہ وہ نہ کمان رکھتے ہین

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہی اور اسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اسکو اول بیان کیا اور پر یہ وہ مسند الیہ کو پیچھے ذکر کیا۔

میر

شریعت نگہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ | یہ میر اب جو گدا ہے شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے پائی جاتی تھی سو اسلیے اس کو مقدم کر دیا۔

وله

دوست اسکو رکھے ہین پیر و جوان | ہے گا منت بطفیلِ محمد احسان

مومن

پیٹیں نہ اُسے یہ کھول کر بال
روویں نہ یہ تھم پہ دھر کے رومال

غالب

مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا
کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس ہے

ولہ

ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہرِ گردون ہے چراغ رہگذار باد یاں

نظیر

تا ابد آزاد ہیں دام و قفس کے جور سے
بلبلِ تصویر و طاؤس خیالِ آئینہ

ذوق

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

جب ایک چیز میں دو وصف موجود ہوں اور سامع سمجھے کہ یہ شے ایک ہی صفت رکھتی ہے نہ دو یہاں تک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونوں وصف خارج میں متعدد چیزوں کے ہیں پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور بحسب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوس پر لگائے گا ایسے موقع پر واجب ہے کہ اسی لفظ کو مقدم کریں مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوزم

مرقدوں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے ہم
یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

پس اگر مخاطب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہے یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہے یا کوئی اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہے یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہیں اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر۔

محمد اسمٰعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ
نظر کی بھی حد کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سر دن پہ نیلی نیلی ایک شے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شے کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

گویا

سر قلم کیجے ادا ہے یہ ‏ ‏ ‏ اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہی اسلیے ادا کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کردیا

ولہ

قد جانان نہین قیامت ہے ‏ ‏ ‏ زلف جانان نہین بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہین تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شے کو سُن لے جو اُسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

دے نامہ بر آکے در پہ دستک ‏ ‏ ‏ پہونچے مجھے مکتوب یکایک یارب

محض تفاول کے لیے دونون مصرعون کی ترکیبون کو بدل دیا در اصل یون کہنا چاہیے تھا کہ نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کردیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت ‏ ‏ ‏ اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پر نامہ بر ‏ ‏ ‏ دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمٰعیل

تھی قحط سے پایمال خلقت ‏ ‏ ‏ اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس مینھ سے نہال ہوئی کو یون کردیا اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

ہوس

مسرور ہوئی تمام خلقت ‏ ‏ ‏ ہر کوچے بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو ۔۔۔ رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو
گئے نو مہینے جب اُسکو گذر ۔۔۔ ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

مجھ سے سُنکے ہو کہا دولت بیدار ہون مین ۔۔۔ خواب غفلت سے بس اب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار ۔۔۔ مژدہ بادا ے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دلہا ۔۔۔ نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہے خوشی ۔۔۔ ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہے گُل فشان

داغ

کیا جوان بخت جوانی سال ہوا ہے عالم ۔۔۔ فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

راگھونندر راؤ جذب

کیا طرب خیز ہے ہنگام ربیع الاول ۔۔۔ خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاول

مقصود بالتمثیل لفظ طرب خیز ہے جو ربیع الاول کی خبر ہے۔

(۳) کبھی بُرائی اُسکے اظہار مین جلدی مقصود ہوتی ہے اسلیے مسند مقدم کیا جاتا ہے جیسے۔

خوشتر

شعبدہ ہے عجب یہ پیر گردون ۔۔۔ کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگرگون
جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے ۔۔۔ برائے رنج سرکس حیلہ جو ہے

شعبدہ اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی بُرائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہے۔

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر ۔۔۔ ولہ ہمیشہ منقلب ہے اُسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش | براے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

مومن

کوئی اس دور مین جیے کیونکر | ملک الموت ہے ہر ایک بشر

قدر

خوش ہون دولت دُنیا سے زلنے والے | رو دینگے صورت فوارہ خزانے والے

سودا

اِک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا | بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹائین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہی اور خال اسکے مسند الیہ اور برگد کی جٹائین مسند ہی اور بال اُس کے مسندالیہ مسندون کی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہی۔

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار الاژو لیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہین اچھے نہین یہ ڈھنگ تمھارے | بگڑے ہوے آتے ہین نظر رنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

انیس

ہو بچے انھین لیکر جو وہ ظالم سرِ دربار | خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری مین کدتھی اسلئے دربار مین لیجا کر اُنکے حاضر ہونیکو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانے والا جلد مسرور ہو جائے۔

میر حسن

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا | وہین نذرین گذرانیان اور کہا
مُبارک تجھے اے شہ نیک بخت | اگر پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج و تخت کو جو مسند الیہ ہی پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے۔

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسندالیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہی کیونکہ مسند مین طول ہوتا ہی اسلیے کہ وہ مسندالیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہی پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین ذکر مسندالیہ کی طرف شوق پیدا کرتا ہے اسلیے مسندالیہ کو نفس مین وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

غالب

جام جہان نما ہی شہنشاہ کا ضمیر | سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہی اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسندالیہ موخر۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب | تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

مُنھ لگے ہین ترے رسا ہین بال | سر چڑھے ہین بُری بلا ہین بال

غلام مصطفے افروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ | چشم بد دور رہے غضب کی آنکھ

حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین | لبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہی خبر مقدم ہی اور وہ طناز مسندالیہ موخر ہی۔

منشی

کان اُس شوخ کے بھر دین تو عجب کیا اے دل | گوش جانانکے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھر دین اور گوش جانان کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسندالیہ موخر مسندون کو یہان مقدم اسلیے کیا ہی کہ سامع کو مسندالیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہی اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہی تو لذت حاصل ہوئی۔

آبرا ایش محفل

خوش آیندہ ہے نکہت رائے بیل | رہے بزم مین اُس سے نت کیل بیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہی اور نکہت رائے بیل مسندالیہ موخر۔

دو چیزین ہین یادگار دوران قائم تیر ستم اپنی جانفشانی

پہلا مصرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی | اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئینہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محتشم

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا بھاگے | دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان باد و ہٹیر | ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پر پر اودون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسند الیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انہی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہو سکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ اُسکے جوہر مین ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جاتے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہی کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہووے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہے تو اُسے لازم کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو (اور متعلق لام کی فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بنزلے واقع ہونے کے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بنزلے واقع ہونیکے ہونا مفعول بہ ہوتا ہی) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہان سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہی

اور یہ بات اصطلاح کی روسے ہی نہ لغت کی روسے اور ہمارا یہ کہنا کہ ہمنرلے واقع ہونے کے ہوا سلیے ہی کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینون چیزین تعریف مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانیکا خود وقوع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونے کے ہے اس سبب سے کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسپر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر لائے تو وہ فعل منفی ہوگیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسپر واقع ہے اور تیسری مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اسکو بھی ازروے تاویل کے وقوع سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جس کی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کیجائے مراد اسناد سے یہ ہی کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور نہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا ہی وہ فاعل کہلائے گا **مفعول** بہ وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہی یا قائم مقام واقع کرنے کے ہی بعض فعل دو مفعولون کو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنے والے کے محال ہے مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ کو فاعل کا قائم مقام کرکے فعل کی اسناد اُسکی طرف کردیتے ہین جس کو **مفعول مالم یسم فاعلہ** کہتے ہین۔

کبھی ایک اسم کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور تنازع چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُن کا فاعل ہو مثلاً۔

ذوق

کرتی ہی نہ ہر برقعہ فانوس تاک جھانک — پروانے سے ہی شمع مقرر لگی ہوئی

فعل کرتی ہی اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہی اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل ہے۔

رند

زلف اُس حور کی دکھا لایا — دل مری جان پر بلا لایا

فعل دکھالانے اور بلالانے کا فاعل دل ہے۔

بیخود

اڑکر ہوا سے آئی ہے ہر دم عذار پر ۔ منھ چڑھتی ہے ترے نہ کہین منھ کی کھائے زلف

اڑکر آئی اور چڑھتی اور کھائے کا فاعل زلف ہے۔

ظفر

اے ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی ۔ دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل یہ چاہتے ہون کہ اسم ظاہر انکا مفعول ہو۔

فتنی

مرے ملک سے خصم کو دور کر ۔ الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

چھڑا اور کر یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ مجھکو ہمارا مفعول ہے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے ۔ تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین اے ذوق ۔ کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین ان دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہے اور دوسرے شعر مین نپائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور انکا مفعول نظیر ایک ہے۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

ترے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہرو ۔ حسن مین کرتا ہے مدھم یہ ستارا چاند کو

چاند ہو سکے کا فاعل ہے اور کرتا ہے کا مفعول۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے ۔ مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

مرے کا برہمن فاعل ہے اور گاڑون کا مفعول۔

آصف

ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا ۔ چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہے اور چھپائے کا مفعول ہے۔

امیر

جلتے ہین غمسے جان و دل و سینہ و جگر | چارون طرف ہی آگ بجھاون کہان تلک

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا بتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۴) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

کھا تو لین ہجر مین گر ڈرہے | زہر قاتل شکر نہو جائے

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے کا فاعل ہی۔

گویا

پھینکدے گا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار | سر کے بل گر گر کرے گی سجدہ شکر انہ شمع

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس | خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

حسن بخشے کا مفعول ہی اور قضا کی، کا فاعل۔

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے | خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

کفن محل تنازع مین ہی کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا بتدا بھی واقع ہوا ہے۔

داغ

بات کی شاخ مین بھی آج ہے وہ استحکام | توڑنا چاہین تو ٹوٹین نہ کبھی قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور ٹوٹین کا فاعل۔

درد

دید و وادید ہوئی دور سے میری اُسکی | پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہی اور نہونے پائی کا فاعل۔

ان صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونون کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مگر اختلاف اختیار مین ہے چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرون مین۔ ے

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہرو | حسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارا چاند کو

ہو سکے کا فاعل چاند ہے اور یہی کرتا ہے کا مفعول ہے۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے | مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

برہمن مرے کا فاعل ہے اور گاڑو ن کا مفعول۔

فعل ثانی کو عمل دیا ہی یعنی علامت مفعول کی آئی ہی اور فعل اول مین فاعل کی ضمیر ہی اور اضمار قبل الذکر اُسعد وین جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کر رد کے اُس محفل مین دونون نے کیا رسوا | دل ناداں کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہین | آہ دو مشاطہ سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہین اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہین مثلاً۔

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار | قشقہ لگانے کو ترے سیندور ہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع مین ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سیندور ہو گیا۔ غبار فعل اول کا فاعل ہے اور دوم کا مفعول۔

برق

بحر عالم مین رہی کشتی اُمید تباہ | دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

کشتی اُمید تباہ رہی کی فاعل ہے اور مارا کی مفعول پس فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کے لیے ضمیر لائی جائے گی یعنی اُسکو تپانچہ مارا۔

یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہی جیسا کہ فاعل کے ساتھ اسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ تعلق ہی فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہی کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع مین آتا ہی اور مفعول کے ساتھ اسلیے تعلق ہی کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبداللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع مین آیا ہی اسلیے وہ فاعل ہی اور عبداللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول ہی کہ

اور فعل کے ساتھ ان دونون کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ فعل فی نفسہ واقع ہوا یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع مین آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہین تو یہ غرض ہوتی ہی کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اس پر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہین ہوتا کہ ان دونون کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور نہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع مین آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب اُن کا جتانا منظور نہین تو انکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے جنا لیتے ہین۔

اور حذف مفعول کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع جس طرح ترکیب مین صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسی طرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے بھی تعلق کی احتیاج نہین ہوتی جیسے لفظ لو شعر ذیل مین۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب	مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہی فوج سب

ولہ

میدان مین لو وہ آگیا نیزہ لیے قلم	اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس مین ہم

ہاتھی

جوڑے کی اُس پری کے گرہ آج وا ہوئی	لو اور شام تک کو قیامت بپا ہوئی

ذوق

پیش دشمن نگذر حق سے نہین ساتھ کو آنچ	دیکھ ہی آتش نمرود گلستان خلیل

دیکھو یہان مفعول کی احتیاج نہین حرف تنبیہ کیلئے ہی اسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل مین۔

وحید

دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج
کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ یان خون بہے گا آج

	ظفر	
نہین دیکھ بہتر ستانا کسی کا		گر ڈھانا کسی کا کڑھانا کسی کا
	غالب	
کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے		ندے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہے کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہے اور نہ ہم مقرر کر سکتے ہین کہ انکا مفعول ہے پس لابدی یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ فعل صرف مخاطب کے متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین **دوسری صورت** حذف مفعول کی یہ ہے کہ وہ عبارت مین مقدر رہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہو اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنیکے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کر دیتے ہین کہ ابہام کے بعد اسکا بیان کیا جاتا ہے اور اخفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھ کے جزا مین کھول دیتے ہین پس یہ جزا اُس پر دلالت کرتی ہے اور اُس کو بیان کر دیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمایئے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا اگر مین پسند کرون گا تو تم کو پڑھاؤن گا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمایئے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تم کو پڑھانا پسند کرون گا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونے کے بعد بیان زیادہ موثر ہوتا ہے۔

	محشر	
گرتے ہوے گردون کو تو چاہے تو سنبھالے		تجھ سا نہ کوئی صاحب دسان سنا ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردون کو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہے پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہو گئی۔

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے	مین ہون اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا مجھسے تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو مین ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہون گا۔

لمؤلفہ

جو فرہاد تو دکھلادون تماشا تمکو رونے کا	گمان رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرہاد الخ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کر دیتے ہین کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرلے جو مراد نہین ہے یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ اہم بیان کرنا اسی کا ہے پس جب اسکو حذف کر دیتے ہین تو اسکی اہمیت جاتی رہتی ہے جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہون مین کہ نہ پاوینگے بعد مرگ	سگہائے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاوینگے پس گوشت جو مفعول بہ ہے اُسکو حذف کر دیا ہے اسلیے کہ اگر اُسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہہ ہوتا کہ سگہائے کوے یار ہڈی کو پاوینگے پس ہڈیان نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے انمین پورا اثر نہین کیا اور یہ نقصان ہے جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہے اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاوینگے اور گوشت کا ذکر اٹھا دیا تو اس توہم کی گنجایش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز مین حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہین پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جب تک گوشت کو نہ جلا لیگی ہڈی تک نہین پہونچ سکتی۔

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے	**سودا**	پہونچی ہے کارد آکے مرے استخوان تلک
روشن ہر اک چراغ سے جون نخل شمعدان		پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک

ان شعرون مین بھی اول کے مطابق حالت ہے۔

ولہ

نشو و نماے سبزہ و ریحان دنیا مین ٭	ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک ٭

یعنے اُن چیزون کی نشو و نما دوسری چیزون کو طعنہ زنی کرتی ہے کرتے کرتے خط گلرخان تک طعنہ زنی کرنے لگی ہے پس دوسری چیزین مفعول بہ ہین۔

امیر مینائیؒ

ہنس ہنس کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہین ۔ قاتل نہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آئے

یعنی سینے کے تمام حصون کو کاٹ کر دل تک کاٹ ڈالے پس دوسرے اعضا کو جو مفعول تھے ہین حذف کردیا ہے اگر ان کو ذکر کیا جاتا تو سننے والے کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ عاشق دل کو کٹوانا نہین چاہتا اور یہ اُس کا نقصان ہے۔

(۳) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہے پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کردیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنے کا نہایت قصد واہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرکے دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اُسی سے کنایہ ہوتی ہی جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا مگر سخاوت وشجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہوجاتی جو یہان مدنظر تھی۔

میر

تھا کرم پر اُسی کے تیرب مدام ۔ میرے اعمال آہ مت پوچھو
تم بھی اے مالکان روز جزا ۔ بخشدو اور گناہ مت پوچھو

یعنے بخشدو گناہ پس بخشدو کا مفعول کہ گناہ ہی حذف کردیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہی اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشدو کے فعل کو واقع کردیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ نہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہون کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہی اور وہ چاہتا ہے کہ اُنکی پرسش ہی نہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہی اس صورت مین سزاے گناہ کا توہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہوسکتی تھی مگر جو مبالغہ معافی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہوسکتا۔

سودا

مولوی جی سے اب کوئی جاکے مرا پیام دو	کہنے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھاے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دو	مجھسے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

پانچویں مصرع میں دو نہ دو لگام میں نہ دو کے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیئے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی اور وہ یہ ہے کہ نہ دینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ ہمیں مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس میں یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف پھرتی ہو اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو میں اسکے مناسب تھا کہ نہ دو کا واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

انیس

مجھ سے یہ نہ ہوویگا کہ اُمت کو سزا دوں	اللہ سزا دیگا میں کیا انکو سزا دوں

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی اُن کو ہے مگر اُس کو یہاں حذف کرکے دوسرے فعل کے بعد اُسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہیں	جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

یعنی جب قدم بڑھاتے ہیں تو پھر اسکو پیچھے نہیں رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہیں کیا

ستایان

تمنا ہے یہی دے بے شش و پنج	پلا دو آتشہ تا دور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نہ کیا پلا کے بعد ذکر کیا اُسی نکتے کے واسطے۔

(۳۷) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے اگرچہ صیغۂ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت میں اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

آئے کو محتاج نہ جانے دیا	اُسنے دیا اُس کو خدا نے دیا

یعنے اُس نے عموماً تمام آنے والوں کو دیا پس اس مثال میں عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کیونکہ مقام مبالغہ کا ہے۔

احسان شاہ جہان پوری

گئی ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی | بتو سنی نہ تمھین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سُنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال | نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل و کمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہی اور مثال سوم تحقیقاً یہ فائدہ بخشتی ہی۔ مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو | میری سُنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتون کو سُنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔

(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین "قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپ کو اُسکی اطلاع دون خانہ کا ہلی خراب آج لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبح کو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔

(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہی۔

انیس

برچھیان کھاتے چلے جاتے ہین تلوارونمین | بار یو بیاسے کو ہے شور تمگارون مین

مار یو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور ہی۔

تراب

گر نہ شوخی سے اُلجھتی اُس ہین کنگھی باربار | کیون نکلتی زلف کے مُنھ سے صداے ماربار

کسطرح شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی | یار کے مُنھ سے نکلتی ہے صداے ماربار

ان دونون شعرون مین قافیہ وزن کی وجہ سے ماربار کا مفعول محذوف ہی۔

حالی

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی | جن پہ بپتا ہے نیستی کی پڑی

پہنو تو پہلے بھائیون کو پنھاؤ
کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہے تو اسلیے بھی حذف کردیتے ہین جیسے۔

ظفر

مین خطاوار ہون خط کیونکہ لکھون اے صاحب
جیسا کہ لوگون نے سکھایا مرا جی جلتا ہے

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑدیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہے بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہے۔

(۹) متعین ہونے کی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کردیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین
سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہے اور وہ نماز ہے۔

میر محبوب علی خان آصف والی حیدرآباد

میخانے مین کیا لطف ہے کیا مال ہے ساقی
آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانہ آزاد کی جلد اول کی "میان خوجی جو گرما گئے تو چھپرکھٹ سے اُٹھ ہی کھڑے ہوئے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہین لینا لینا لینا"! اسی قبیل سے ہے ذوق کے دوسرے مصرع مین سمجھے کے مفعول کا حذف۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کردین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرورکائنات کو
(۱۱) اسلیے محذوف کردیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہو جیسے اللہ نے تکبر کی پاداش
مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کردیا ہی۔
(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کردیتے ہین جیسے۔

ذوق

یہ کُھلے ملائک ہین فلک پر روتے	اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے
غفلت مین بھی رہتا ہی یہ اتنا ہشیار	شیطان کے چلادیتا ہی سوتے سوتے

چلادیتا ہی کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلۂ تناسل
سوتے سوتے چلادیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت کے بھیس مین اپنے
آپکو پہونچاتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش
کرتے ہین اور بعض دو مفعولون کو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے
ساتھ ہوتی ہی ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم
ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حالی

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو	پڑھائے تمدن کے سب باب اُنکو

سکھائے کی پہلی نسبت اُنکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسی طرح
پڑھائے کی پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سب باب کی طرف۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی طرف ہی اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسی طرح چکھایا
کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف

مثنوی لیلیٰ مجنون

گذرے بدھا جب اُسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسے کی طرف کے اور دوسری فرزند کی طرف۔

ولہ

کہتی نہین خامشی کا یارا | عقرب نے نجھے ہی نیش مارا

ناسخ

ہمنے نظارہ دُر دندان یار سے | تار نظر کو رشتہ گوہر بنا دیا

بنا دیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتہ گوہر کی طرف۔
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہین۔

غیاث الدین عزت مؤلف غیاث اللغات

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات | ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھا دیا

یہان سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے۔ اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کردیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دل مین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ۔

جرأت

جرأت اب بند ہے تنخواہ تو یون کہتے ہین | کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال و دولت زر و جواہر رزق۔ انعام و اکرام وغیرہ ہوسکتا ہی۔
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو انمین سے موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف وصفت واقع نہین ہوتے۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا

رُخ مہر و مہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یک رنگ ہوگیا | گو عشق نے کمر کے کیا بے نشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بے نشان مفعول دوم صفت۔

ظفر

صورت میری کیونکہ نہ آزردہ ہو وہ شوخ ۔۔۔ تو نے فلک بنایا ہے اندوہگین مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت۔

لمولفہ

دلکو میرے گل خندان جو نکرنا تھا تجھے ۔۔۔ اے فلک غنچۂ تصویر بنانا کیون تھا

دلکو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت۔

ولہ

جیب و دامان کو سدا اشک سے گلگون دیکھا ۔۔۔ تجھسے دیکھا یہ جو مجھ دیدۂ پرخون دیکھا

جیب و دامان مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت۔

فوکی

کیا جلوہ سبز خط سے رخ یار نے کیا ۔۔۔ حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا

آئینہ مفعول اول و موصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی۔

بشیشر ناتھ انور لکھنوی

دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار ۔۔۔ شبنم گلونکو آب خجالت سے تر کرے ہا

گلون کو مفعول اول و موصوف اور تر مفعول دوم وصفت۔

مولوی محمد اسمٰعیل

مجھکو غافل مگر نہ جانیے گا ۔۔۔ بندہ پرور برا نہ مانیے گا

مجھکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت۔

منشی

مرے خامے کو کر تو گوہر فشان ۔۔۔ زبان کو مری کر فصیح اللسان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ اور مفعول فیہ اور جار مجرور اور ظرف اور حال اور تمیز ہین مگر یہان ان مین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اُس پر دوسرون کو قیاس کر سکتے ہین۔

تقدیم مفعول بہ

اصل مفعول بہ کی یہ ہے کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہیں اور اس سے کئی باتیں مطلوب ہوتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہے جیسے۔

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس — ہوئی جاتی ہے سب غلاموں کو یاس

یعنے خاص آپکو بے آس دیکھکر ہم لوگ بہت گھبرائے جاتے ہیں۔

غالب

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اسکو یاد اسد — جفا میں اُسکی ہے انداز کار فرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہے کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہے اسی کے حکم سے کرتا ہے۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو — اتنے بڑے خوان میں ہے اک گردہ نان

مصحفی

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے — خلعت سے ہو زیادہ اسکو کفن مبارک

گویا

گنہ گویا کے یارب بخشدے تو — بحق آل و یاران محمدؐ

لیلی المجنون میر غلام علی نجی

تجھے بھیج مکتب میں پچھتائے ہم — ترے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

گویا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم — کرے مداد سے کیونکر نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا — مریض یبس کو بتلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سربسر — چراغ خرد سے منوّر تو کر

مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے — دُرِ دانش و گوہر عقل دے

سیّد امداد امام اثرؔ

ہمین بزم عدو مین وہ بُلاتا ہے تمنا سے	اگر ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے

انیسؔ

بانو کو قسمین دیکے چلے شاہ نامدار	وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

شیفتہؔ

جفا کو ترک کرو تم وفا کو مین چھوڑون	اگر اشتہار تمھین ہو کچھ اشتہار مجھے

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہی اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہی اسلیے دونون کا ذکر مقدم کیا۔

شہادت استقراء اور حکم ذوق سے ثابت ہی کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہی اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہی۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالبؔ

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہی اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہی۔

مصحفیؔ

جلانے والونکو اللہ یون جلاتا ہے	رقیب پر ہی وہ پروانہ شمع رو ہو کر

گویاؔ

یہ خوف شرع ہی ظاہر مین کوئی نام نہ لے	سدا شراب کو لکھتا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیمؔ

صفت مژگان کو چڑھایا ہی خدا خیر کرے	نوک رہ جائے اگر نکلے ظفر کی صورت

مومنؔ

تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا شل	یان تک نقش دوئی مٹایا

رندؔ

دوش دایہ کو نہ جانون مین کنار مادر	پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا
کعبے کو نہ پوجو جو تمھین ہم ہندو نکے ہوتے	اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

غالب

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

آصف

نرگسِ جادو دکھا کر کوئی جادو کر گیا
دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا

سودا

بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ ہووے ملا
پر یہ راضی ہی کہ گر ڈنبہ جو جھڑکے تو جھڑک

ولہ

تجھے دل مین تو رکھوں نہین یہ ہے رشک
اسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

میر

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آئے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤں
بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤں

سودا

خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون
ہم غریب و غریب پرور ہین

(۶) برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

غیر کو کیونکر وہ یارب منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اُس کو آتی ہی تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو سلیمان گنے ہے ای نسناس
پھر اُسکو کیجئے اولوالامر مین کرے ہے یاد

ولہ

الو حوالے کیا با تونگی میزان مین تول — قرض کے دو سو بچا سو کی جڑی در ڈھول

(۷) کبھی مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی

میر حسن

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے — وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

شاد

ذات کو اسم وصفت مین جو نہ دیکھے کوئی — دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہی ہے۔

قصۂ حلیمہ سعدیہ

یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین — نور اللہ کو لائی گھر مین

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق — ہے عقل سے اشرف الخلائق

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی وعظمت نکلتی ہی جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے سم

جسے چاہے تو ہی دیتا ہے عزت — جسے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت

یعنے تو ایسا عالی شان وصاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مُردون کو زندہ غلامان نبی کرتے ہین — معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہے

سمجھ بوجھ

مساکینون کو کردے صاحب تاج — شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

تپش

شرر کو چھپایا ہر اک سنگ مین — نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین

گل وشمع کو اُس نے بخشی نمود — دیا مرغ و پروانہ کو بھی وجود

انشا

کبھی ناتوانون کو بخشے وہ زور — سلیمان کو گاہے کرے مثل مور

جن و دیو و انسان و حور و پری	مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام	نہان تجھ سے ہے سب ہویدا تمام
دلیرون کو اُس نے کیا ہے دلیر	کیا نرہ شیرون کو اُسنے ہے شیر

غالب

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا	یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی زارؔ

عیسے کو جگہ ملی فلک مین ہے	قارون کو گرادیا درک مین ہے
فرعون کو نیل مین کیا غرق	رکھا موسی کے تاج بر فرق

مولوی محمد اسمعیل

بکرم کی سبھا کو تری صحبت نے بھلایا	اور بھوج کا شہرہ تری شہرت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا	اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

گویا

اُٹھائے سر جو ترے حکم کے بغیر کبھی	سر فلک کو کرے تیغ آفتاب قلم

مقصود بالتمثیل سر فلک ہی۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہی جیسے۔

میر حسن

وہ حمد مین تیری عزوجل	تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

تجھے مفعول ہے جس سے مراد خداے تعالے ہے اور تخصیص کے لیے اسکو مقدم کیا ہی جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سورۃ الحمد مین واقع ہے ایاک مفعول ہے جس سے خدا مقصود ہے اور نعبد جمع متکلم کا صیغہ ہی یعنی خاص تجھکو ہم عبادت کرتے ہین اسی طرح میر حسن کے مصرع مین کرتا چلون واحد متکلم کا صیغہ ہے اور ضمیر صیغے مین مستتر ہے یعنی خاص تجھکو مین سجدہ کرتا چلون اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ سجدہ اہل اسلام کے نزدیک سوا خدا کے دوسرے کے لیے ممنوع ہی۔

مذاہب الاسلام

تجھے سمجھے دنرات حاجت روا	تجھی سے کہے جو کہے مدعا

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر
تجھی سے کرے عرض مانی الضمیر

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ
نور سا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

تجھکو نہ دیکھا مقصود بالتمثیل ہے۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

اُسے کی ضمیر خدائے تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور مقصود بیان تخصیص و حصر ہے۔

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہے کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے دہان اُسی کو مقدم کرتے ہین۔ جیسے۔

امیر

روتی ہے شبنم گلستان مین تو ہنس پڑتے ہین پھول
پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے

حقیقت مین پانی پانی مفعول دوم ہے اور مفعول اول یعنی دل کی صفت ہے لیکن صفت کا بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہوس

دولت یہ کسے کسو نے دی ہے
نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول، کو مؤخر کیا۔

صفیر

سحر پر آئے اگر جہان مَتی کی صورت
پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم۔

شیفتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم
اگر آشنا آشنا جانتا ہے

پتنگ

روانی مرے نطق کو کر عطا ٭ سلاست طلاقت سے کر آشنا

ہے

کشتۂ ناز آج سر دہوا ٭ مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو

نسیم

لیلی ہین نے تجھے بنایا ٭ مجنون مجھے خطاب دیدے

ولہ

یہ سُنکے اشارے سے بٹھایا ٭ بادام بنفشہ کو دکھایا
طوق اُس کو طلسم کا پنھایا ٭ قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی اسیر

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال ٭ خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہون

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول بہ کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہی اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہین اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہی کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کر دیتے ہین اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی۔

نسیم

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش ٭ خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم کیا۔

آصف والی حیدرآباد

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا ٭ دل مین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

ہوس

آزردہ دگریہ ناک وپرخشم
سب آئے یہ حیف کرتے باہم

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین | روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون نہ وہ گلے کے ہار اگر اُنسے پوچھیے | بکھرے ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے

لمؤلفہ

سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی پیر مغان کو مستی مین | کعبے مین جا ناقوس بجایا دیر کا جا کے طواف کیا

کعبہ مکان متبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُس مین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نعیم

کعبے مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون | اکتا ہون کہ شاید وہ بیر حرم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی | شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

اپنی گلی مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے | کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے | بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو | دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجھکو بعد قتل | میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

گلزار نسیم

واقف اُس بت کدے سے تھین وہ | سنگدیپ اُس کو لے گئین وہ
تنہا نے مین تھا طلسم کا ڈر | شش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

دل بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بدبین مین	فلک پر ذوق گر تیر دعا مارا تو کیا مارا

کشن پرشاد شاد

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہی	گلے مین طوق ہی اور پانؤن مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِی الْخِیَامِ یعنی حورین ہین خیمون مین رکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک **حقیقی** اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کر دینا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شئے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمدؐ ہی ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہو گیا اور یہ کام اُن سے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا دوسرا **غیر حقیقی** جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شئے کی تخصیص دوسری شئے کے ساتھ بہ نسبت کسی شئے کے ہو اس طرح کہ اس تیسری شئے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شئے دوسری شئے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شئے دوسری شئے سے تیسری شئے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی ہی مگر اس کے سوا کسی اور شئے کی طرف متجاوز ہو سکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہو سکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہی کیونکہ یہان کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہی کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا مگر زید کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہو سکتی ہی - اور اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین -

(الف) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہی کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہو سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس صفت سے اور شئے بھی متصف ہو سکے (ب) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہی کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کی طرف متجاوز نہ کر سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون - اور قصر کی

بحث مین **صفت** سے مراد صفت معنوی ہی یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مُراد نہین۔ نحویون کے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے معنے پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہی یعنی چالاکی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہی جیسے طفل خوبرو پس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا مُنھ ہی صفت طفل کی ہو گیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جس مین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُن مین نہین ہی اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تاکہ کسی صفت کا اُسکے لیے ثابت کرنا اور اُسکے ماسوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہی اسلیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہی اور وہ ایسی صفات مین سے ہی کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہی مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُس مین نہین پائی جاتی سوا شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی ہے جیسے مکان مین سوا زید کے کوئی نہین یعنی مکان مین موجود ہونا ایک ایسے معنے ہین جو زید پر مقصور ہین اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمدؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہی چنانچہ کہنے مین زید دیوانہ ہی ہی یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہو گئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گو ہی

ہین یعنے اُنکی تمام صفات مرغیبہ گوئی کے مقابلے مین کالعدم سمجھی گئی ہین اور کبھی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہی مثلاً میر ہی شاعر ہین۔

اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمین ہوئین۔

(الف) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔

(ب) وہ قصر حقیقی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔

(ج) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو

(د) وہ قصر حقیقی جس مین قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی ۲ دو قسمین ہین (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر ان مین سے ہر ایک مین مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہی پس یہ چھ قسمین ہون گی۔

(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔

(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔

(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔

(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔

(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔

(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی مین فرق یہ ہی کہ حقیقی مین متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے ہین اور یہ شرط اُس مین نہین ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہی کہ تعدد صفات نہو اور غیر حقیقی مین واجب ہی کہ ان تینون مین سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اُس مین دخل نہین اور افراد و قلب اور تعیین بحسب مقام معلوم ہوسکتے ہین۔

اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہوجائے ان چھون صورتون کو چھ مثالون مین بیان کرتے ہین (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہی کہ زید منجم بھی ہی اور شاعر بھی ہی تو اُسوقت متکلم کے

یہ کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اُسکا یہ اعتقاد باطل ہوجائے گا کہ زید دونون صفتون مین شریک ہی اور اُن سے موصوف ہی اس مثال مین قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہی (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونون فقیہ ہین تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہی مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہوجائیگا کہ دونون صفت فقہ مین شریک ہین اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہین صرف زید ہی فقیہ ہی یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہی یہ دونون صورتین قصر افراد کی ہین (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہی تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہی نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونیکی صفت کے ساتھ متصف ہی باطل ہوجائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہوجائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر یہ تیسری اور چوتھی شکل قصر قلب کہلاتی ہی کیونکہ ان مین متکلم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہی بخلاف قصر افراد کے کہ اُس مین بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہی اور بعض کی نفی کرتا ہی (۵) مخاطب منجملہ دو صفتون کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونے کا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہی نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہی کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ زید متصف ہی مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہین کہ ان مین سے خاص کس کے ساتھ متصف ہی تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہی اُسکا یہ شبہہ رفع ہوجائے گا یہ قصر تعین کی وہ قسم ہی جس مین موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہی (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون مین سے ایک شخص بالضرور متصف ہے مگر صاف صاف یہ نہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہوجائیگا کہ زید شاعر ہی خالد شاعر نہین یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ دونون قسمین قصر تعیین کہلاتی ہین کیونکہ ان مین اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہ ہو معین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہہ دور کردیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمین قصر غیر حقیقی کی ہین اور چار قسمین قصر حقیقی کی ہین سب ملکر دس قسمین ہوئی

سوال اگر کہا جائے کہ یہان ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے مین ہو اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین مین شرط ہے کہ

تصور موجود ہو اور اشتباہ اس بات مین ہو کہ ایا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سو یہان تو بکر کا مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید ہی یا عمر وان دونون مین سے ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے برعکس ہو اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر تعیین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہو اور مطلب اُسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہو گیا مگر اُس صورت مین اُسکا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر بھی کہہ سکتے ہین کہ اِس قسم کی مثالین بہت کم واقع ہوتی ہین۔ یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متبائن نہون پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائیگا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی ہو اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنون کا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جائے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جائے جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علٰحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علٰحدہ اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمر تو اُس کو یون جواب نہین دے سکتے کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہی موصوف پر قصر قلب کے قبیل سے ہے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون

اور قصر تعیین مین کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہی اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونون صفات باہم متنافی ہوتے ہین اور کبھی قصر افراد کی طرح متنافی نہین ہوتے پس قصر تعیین کی مثالون مین سے بعض مثالین قصر قلب کی ہوسکتی ہین اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمۂ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شئے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد مین قصر موصوف کی صفت پر یہ ہی کہ زید منجم ہی نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا ٹھٹول اسقدر پڑا ہے کہ وہ ۔۔۔ ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جرم کبیر

وہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جرم کبیر سمجھنا صفات ہین پس ان مین سے پہلی صفت پر موصوف قصر کیا ہی۔ اور عبد الحلیم شرر کی اس عبارت مین "برٹش گورنمنٹ نے اُردو کو عدالت کی کرسی تک نہین پہونچایا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہونچایا" بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہی بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہی تو متبوع سے اثبات کا رفع نہین کرتا بلکہ اُسکو مسکوت عنہ کے حکم مین کر دیتا ہی اسلیے قصر کا فائدہ نہین بخشتا پس مثال مذکور مین عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اُردو سے نفی ہوتی ہی اور خاک سے اُٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہی۔

ترجمہ مثنوی روم مؤلفہ راسخ

یہ نہین اپنے لیے تیری قسم ۔۔۔ بلکہ تیرے واسطے ہے سنج و غم

ظفر

تو رخ کو تیرے نہ کہون برق نہ شعلۂ نہ قمر ۔۔۔ بلکہ خورشید جہان تاب کہے تو کہہ دون

نوبہار اُمید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا وہ صریر
بلکہ تھا اُسکے لیے تہنیت و شادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب نہ مجھے بلکہ دے مجھکو کھول
وہی گفتگو پیار کی مجھسے بول

میر

شہر میں جو نظر پڑا اُس کا
کشتہ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہو جائے گا اور تمام اہل شہر کا قصر ان دو صفات میں قرار پائیگا۔

قصر قلب میں قصر موصوف کا صفت پر

لمولفہ

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو
حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہیں اور ان دونوں میں تنافی ہی پس ان میں سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ سنکے حال خفتگان
بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہی اور حال رفتگان سنکر آگہ نہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی ہیں کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار نہونے اور غافل ہو جانے میں تنافی ہی۔

مولوی محمد اسمعیل

نہیں قصہ یہ دل لگی کے لیے
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لیے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات متنافی ہیں پس ان میں سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کر دیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال میں ہی۔ ے

سوجھیں وہ کہ یہ نہیں سمجھتی
ہے بلکہ برنگ زلف الجھتی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہی اور سُلجھتی اور اُلجھتی دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کر دیا ہے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین — بلکہ سر کو اور دیتے ہین جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہی

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ — بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہی۔

مولوی ظفر علی خان بی اے

لام کاف آپ ذرا چھوڑیئے اسکا نہین وقت — بلکہ یہ وقت ہی اسکا کہ بندے شرق یہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علٰحدہ علٰحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف کے صفت پر قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہو سکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہی کہ دونون صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی قسم کا تقابل اور منافات ہو گریہ اور خندہ ہوشیار نہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا سُلجھتی اور اُلجھتی۔ فائدہ۔ اور گھاٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف ہین کہ باہم منافات رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم و شاعر ہونے مین تنافی نہین اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے۔ اور نہ قلم کا صریر ہونے اور بہجت و شادی کا سفر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کرسی تک پہونچانے اور خاک سے اُٹھا کر اسمان پر پہونچانے مین منافات ہے اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہے اور نہ رُخ کو برق و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور کھولدینے مین منافات ہے پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسی طرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتۂ تغافل ہونے مین منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہی نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہی

اور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا دہان ویسا اعتبار کرلیا جائیگا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اُس اعتقاد کو باطل کردیا کہ دونون شاعر ہین پس یہان افراد کا قصر شاعری پر ہوگیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اُس کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین قلب اور عکس اُسکے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اُس کی شاعری کو باطل کردیا اور جسکو شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اُس ایک مثال کے دونون جگہ کام آنے کی تحصین تفصیل معلوم ہوگئی اسیطرح اور بھی وہ مثال قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب مین و بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا موصوف پر ہو کیونکہ صفات کی تنافی قصر قلب مین اور عدم تنافی قصر افراد مین صرف موصوف کے صفت پر قصر مین شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود دونون موصوفون مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے۔ سہ

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین		بدنامی کو اک حسرت اک میر ہین اور ہم ہین	

جن لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے یہ کہکر کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین اُنکے اس اعتقاد کو باطل کردیا اور اس فن کے کمال کا قصر دو شخصون کے ساتھ کردیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہی اور قصر قلب کی صورت یہ کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین اُسکے اعتقاد کو قلب کردیا ہے۔

مومن

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین		مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین	

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور انکا ماقبل صفت ہی پہلے مصرع مین لائق جور و جفا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی اور دوسرے مصرع مین مفتری فتنہ بلا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی

اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونوں لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا ہین تو اس اعتقاد کے مقابلے مین یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا نہین متکلم ایسا ہی تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصر قلب ہوگا۔

ولہ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

پہلے مصرع مین خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہین اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس مین دونون موصوف شریک سمجھے گئے ہین اور دوسرے مصرع مین رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہین اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس مین دو شریک سمجھے گئے ہین پس قائل نے قابل ترک کا قصر خوے ستم آرا پر کر دیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کر دیا۔

یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ رنجش بیجا تو یہ قصر قلب ہوگا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا تمھین جھوٹ قسم کو نہ مجھے بھول جانا تھا جفاے ستم کو نہ مجھے	دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے نیست کر دینا تھا اندوہ الم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہی وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہو سکتی ہی کیونکہ یہ باعتبار اختراط کے دونون سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت مین نکال لینے کے ہین اور اہل نحو کی اصطلاح مین استثنا نکالنا ایک چیز کا ہی اُس حکم مین سے جس مین اُس کا غیر داخل ہے کلمۂ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہین ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس مین سے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور جس کو نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ کہتے ہین اور جن حرفون سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے

ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہے اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارةً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین ہوتی ہین ایک مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنیٰ مین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارةً سمجھا جانا بغیر قصد عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا شریک کی نفی کے لیے موضوع ہے یعنے مستثنیٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنیٰ اسے غیر ہے وہ حکم مین مستثنیٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت مستثنیٰ کے لیے لازم آتا ہے اور اُن افراد کے لیے جو مستثنیٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہے علماے معانی اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثنا سے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کے لیے بمنزلے قید کے ہے پس جیسے مردان عالم آئے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسی طرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہ ہے کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور | ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہے اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق | نہ وہ رازق ہے مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور اثر باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہین مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کردیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہین مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہوگیا۔

قادر شاگرد طالب علی خان عیشی

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے	کوئی شئے دوسری ایسی نہین اللّٰہی وہ رخ

محشر

محشر نہین ہی عرصۂ عالم مین بالیقین	غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہین زاد راہ پاس اپنے	مگر امید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

قلق

جسطرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد	غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہان قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہوگا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہوگیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہے

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزون کا غم ہوگا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہین کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہوگیا اور غم نہونے اور غم ہونے مین تنافی ہے۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ مجھ مین عمر رفتہ کا	مگر مجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آگے اور سمجھ مین نہ آنیکی دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی رکھتی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہوگیا۔

غالب

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی
ہمنے بارہا ڈھونڈا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے بہت سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کردیا اور دل کا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی- اسلیے قصر قلب ہی-

انس

فضل حیدر سے جہان مین ہو نمین مردِ تن تن
کہ کبھی کھینچلے گر تیغ بھی دشمن مارے
تو مجھے کچھ نہو معلوم نگرانا ہو
چھڑی پھولون کی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کرسکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولون کی چھڑی کی طرح معلوم ہوگی اسکے اس اعتقاد کو باطل کردیا- معلوم نہونے اور معلوم ہونے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی-

مثال قصرِ صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علیؓ
کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی اور بھی ہی یا صرف اور کوئی شخص اُنکا ہمسر ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا-

مہر

جز آہوئے چشم ابلق یار
ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

اُمید نہین ہند کے راحت طلبونکو
راحت کی کسی سائے مین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی
جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

واقف اسرار اُسکا کون جھٹ اسرار حق ‏— رازکا اُسکے نہین بجز راز حق کے راز دان

حسرت

فلک نے کوئی اسباب طرب باقی نہین چھوڑا — مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سوائے ہگز زمانے مین رسم و راہ نہین — وہ کون جا ہی جہان جاہ زیر کاہ نہین

(۳) قصر کلمہ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہی

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ - وہ - اُس تو اکثر حرف ہا گر جاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے -

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

زید شاعر ہی ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہی اور فقیہ بھی ہی تو اُسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا -

جرأت

اس گلعذار بن تو عزیزو چمن کے بیچ — کچھ لطف سیر ہمکو نہین ہے بہار کا

روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب — بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیزون کو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑاپتے اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہوگا تو اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی -

حالی

شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار — خوشنویسون کو ہے یہی آزار

لوگون کو اعتقاد تھا کہ شاعرون مین کئی قسم کی تکرار ہی اور خوشنویسون کو کئی آزار ہین تو قائل نے شاعرون کی تکرار اور خوشنویسون کے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کر دیا -

کہتے ہین اثر ہیگا رونے مین یہین باتین
اک دن بھی نہ یاد آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سوتے اور ہنستے اور روتے یا کسی اور طرح کٹی ہونگی قائل نے کہا کہ راتین روتے ہی کٹین اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتون کے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا۔

مومن

ہے بس یہی لطف چشمۂ آب ۔۔۔ تا تشنہ جگر ہو کوئی سیراب

چشمۂ آب موصوف ہے اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہے سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہا کہ اُسکا صرف یہی لطف ہے کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو۔ اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون ۔۔۔ روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہے پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دل مین اور سنگ و خشت مین تنافی ہے۔

ولہ

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے ۔۔۔ غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

معشوق یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہے حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہا کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہے معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہے اسلیے یہ قصر قلب ہے

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

کام تیرا ہی تھا اے ابر رحمت تجھے ۔۔۔ ورنہ جاتے کے داغ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

ابر کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کر دیا یہ قصر افراد ہے اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین تجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہو گا۔

درد

جگ میں آکر ادھر اُدھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کر دیا ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اور اُسکے ساتھ دوسری چیزیں متکلم کو نظر آتی ہیں تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہیں نظر آتا دوسری چیزیں نظر آتی ہیں تو اب قصر قلب ہو جائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار — داماد کو گل دیا مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہیں تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہیں تو عباس علی ہیں — اس عہدے کے لائق جو اگر ہیں تو وہی ہیں

ولی

صورت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے — ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے

سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے — گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا — دل بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے

واجد علی شاہ

مجھی کو واعظا پند و نصیحت — کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا

سودا

فزوں اُسکا سدا جاہ و حشم رکھ — اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھ

قلق

برج شاہی دکھا کے کہنے لگا — یہی برج شرف ہے اُس مہ کا

غالب

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے — تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمھیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

داغ

جب کہا اور بھی دُنیا مین حسین اچھے ہین	کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمین اچھے ہین

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہی جسکا حق یہ ہی کہ وہ موٴخر ہو

(الف) مسند کو مسند الیہ پر مقدم کردینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہی بشرطیکہ مسند الیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہوگا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔

سودا

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے	آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے
ذی نطق کا ہرچند نہین تو خالق	پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہین اور تو ضمیر مخاطب منفصل مسند الیہ ہے اور یہان اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہی اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہی اور یہان قصر افراد اور قصر قلب دونون بن سکتے ہین کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہی کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے مین سودا کے شریک دوسرے شعرا بھی ہین تو یہ قصر افراد کی صورت ہی اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہی کہ سودا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور بجہان اپنی زبانی نہین ہی تو قصر قلب ہوگا کیونکہ اس مین متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

حالی

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تو نے	اور فرعون کو دریا مین ڈبویا تو نے
مصر مین قید سے یوسف کو نکالا مین نے	اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا مین نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی جیسے۔

ناسخ

کیا لگس بیٹھے بھلا اُس شعلہ رو کے جسم پر	اپنے داغون سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

جلا دیتے ہین کا فاعل ہم ہی اور پروانہ مفعول ہے اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ دیتی ہی۔

صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین	بھا لیتا ہی دل کو وہ بُت طناز آنکھون مین

دل کو مفعول ہے اور بیت طناز اُسکا فاعل ہے

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار | نیا دے رنگ پریدہ کے پر سراغ کو گل

رنگ پریدہ کا سُراغ مفعول ہے گل فاعل ہے۔

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین | زاہد و دیکھ کر گھٹائین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہے۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے۔

میر حسن

رہ حمد مین تیری عز وجل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلۂ خاک | بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

مصرع اول مقصود بالتمثیل ہے۔

(د) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہے مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد | فریاد کنان گیا سوے نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خندان جدھر پھرا وہ | گریان گریان ادھر گئے ہم

نواب محبوب علیخان آصف

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا | دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ہ) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور ایسا | یقین ہے اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

تاثیر مضاف زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مجرور ہے اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہے جار ہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہے مٹ جائے گے سے جو فعل ہے۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رُخ صاف کو دیکھا | خواہش نہیں اب رشک مہ ماہ کسی کی

جب بمعنے جسوقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زُلف میں کرتا ہی اغیار جو اُسکے شانہ | پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

زُلف مجرور سا اور میں جار ہی۔

میر علی سجاد

اِن آنکھوں پہ دم نکل رہا ہے | مجھپر نہ نکال یار آنکھیں

ان آنکھوں مجرور ہی اور پہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہونچا | علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہاں بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

گیا خاک آتش عشق لے دل بینوائے سراج کو | نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اس مثال میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اُسکے بھی قصر ثابت ہے بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہی۔

محسن

کشور کا کل پر پیچ در خم سے رواں ہے
نہ خطا ہی نہ ختن ہے نہ یہ عنبر سر ہے

میر حسن

نہ شدھ بدھ کی لی اور نہ جنگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

(۷) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط ۔ صرف ۔ تنہا ۔ اکیلا ۔ محض ۔ خاص ۔ وغیرہ ۔

نواب مرزا شوق

ناک میں نیم کا فقط تن کا ہے
شوخی چالاکی تقضا سن کا

انشا

کب چاہوں ہوں میں صرف ملاقات ہی ٹھہرے
تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے

مومن

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن
ملے تنہا وہ راحت دل و جان
عذر تحریک اضطراب کرون
شکوۂ جوش پیچ و تاب کرون

شہید

دیکھا کیلے کے درختوں میں چھپا
ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص میوہ آم جو نذر آن ہو
نو بر نخل باغ سلطان ہو

لمولفہ

ہے جو تجھکو امید وصل دلبر
یہ محض تری خام خیالی ہے مگر
وہی چاہے تو اُس سے کچھ بعید نہیں
تجھی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند میں قصر واقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصر ہونے کی مثال یہ ہے نہیں آیا مگر زید " اور فاعل و مفعول میں قصر کی مثال یہ ہے کہ زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو " اور نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے " اور دو مفعولوں کے باہم قصر ہونے کی مثال یہ ہے کہ میں نے نہیں دیا زید کو مگر گھوڑا " پس استثنا میں مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہو گا تو کہینگے نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے " یہاں فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول پر مقصود ہوگا تو کہیں گے

نہین مارا زید نے مگر عمر کو یہان پر مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔
اگر کہا جائے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہی دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہی حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہی تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہی کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہی اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہی اُس کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے مؤخر رہتا ہے جیسے نہین مارا مگر عمرو کو زید نے اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور نہین مارا مگر زید نے عمرو کو اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہی اور مستثنیٰ منہ عام ہونا چاہیئے تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہی کہ مستثنیٰ منہ جنس و صفت مین مستثنیٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سوا زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنیٰ منہ ہی اور وہ عام ہی زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہی اور جب مستثنیٰ منہ کی نفی کی جاتی ہی تو قصر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سوائے مستثنیٰ کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا باغ انشا کے حال مین

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہی ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلئے جو اُس سے مفہوم ہوتی ہی امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جا سکے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہی اور وہ اس کلام کا القا ہی اور بیان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین پہلے معنے پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس مین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہی چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مر جا تو یہ محال ہی کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہی کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ رعایت ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہی کہ پہلے حاصل ہو چکا ہی تو ایسے موقع پر اُسکو اُسکے حقیقی معنون پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہی لیکن بظاہر انشا ہی اور نکتہ عامہ اس مین یہ ہی کہ مطلب اُس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُس کو جانتا ہی یہان تک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہی اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا

استفہام - امر - نہی - ندا -

بیان تمنّا

تمنّا اسے کہتے ہین کہ کسی شے کے حصول کی طلب محبت کے طور پر کرنا اور اُس مین شرط نہین کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کریتا ہے اور وہ محال یا محال عقلی ہوگا مثلاً -

جرأت

مالوف طبع جس سے ہو یارب حبیبؐ کی
ہو جائے کاش شکل مری اس رقیب کی

ظفر

نسر طائر بھی انھین دیکھلے کہتا ہی کاش
دیوے مجھکو بھی بنا دادر دادار شہیر

انشا

پیالیان گل کی جو دھوئین تو بلائے باجی
کاش دیجے کو بھی لگے مرے کچھ دھوتی صبح

ولم

کاش مستونکو نہ ملتی داڑھی اُگتے اُسکی جا
پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

پہونچتے وان تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے
کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات
عمر ساری مری ہو جائے بسر آجکی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے نہ خنجر ہی بسمل ہو کر
کاش یہ بھی مرے پہلو مین ہے دل ہو کر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہین کوچہ مین اسکے آہ
بہجائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

یا محال عادی - ہوگا جیسے -

داغ

بیکسی بعد مرے ہجران کی نہ مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی جئے آگین جو احباب نہین

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں
ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

وله

دلخواہ اگر ملاپ ہوتا ملتے
ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی تمنی ممکن ہوتا ہی مگر اسوقت میں بھی بالضرور اُسکے وقوع کی اُمید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا ہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہو جائیگی بہر صورت اسکی مثال یہ ہی۔

شہیدی

ہوتی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے مرقد کا

مومن

ای اجل کاش اُلٹ جائین شب ہجران مین
وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون
کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نجائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بوڑھا سا ہی دربان تمھارا ای کاش
کوئی جو رآئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آئے سہی
کاش یہ کہکر بلائین آؤ پردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمٰی مین لکھا ہی کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ جمع ہوتا ہی تو ندامت و حسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اِک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر
کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا ؏

نمونہ

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک	کاوش مین اُن کا نامہ بر ہوتا	

اور بھید یہ ہے جو کہ ماضی ضروری الوجود ہے کہ معدوم ہو گئی اور امتداد رکھتی ہے پس جب تک دلالت اُسکی نفی کی استمرار پر ہوگی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہے وقوع مین نہ آئیگی برخلاف حال و استقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہے کہ تعیین کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک تعیین آیا ہے وہ بھی اسی قیاس پر ہے۔

بیان استفہام

ذہن مین حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہے اور حصول سے مراد ادراک ہے اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن مین حاصل ہوکر انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہے یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہین یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جس طرح حقائق اشیا کا وجود خارج مین ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن مین بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج مین اعیان ہین اور ذہن مین صورتین اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہین وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہین پس ہر ایک چیز کیلئے جو خاص مفہوم ذہن مین ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہے جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن مین معلوم و متمیز ہوتی ہے پس اگر وہ صورت نسبت ہو درمیان دو چیزون یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن مین مدرک ہونے کو تصدیق کہتے ہین اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا ان مین سے دو چیزین یا تینون ہون بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو انکو تصور بولتے ہین اور یہان نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزون کے۔

استفہام کی دو قسمین ہین حقیقی یا مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہے کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے مین غالب کے ”صاحب بوعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب سے چلنے اور دن نکلے آرام کرنیکے دن باقی ہین“

	ہو لیو ہی یا وے نہ اشک سے تا کر دبرق	
اب کیا ہوئی وہ آپکی اچھوتی موہنی	باتون مین تھا جو سحر کا عالم نہان کیا	

سودا

کسی کی دشمنی سے جو خوش ہو کرے دنگو
وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین بتلو تا

داغ

شریک دور ہے بزم عدو مین خاک ہوتے ہم
کسی نے رات بھر اتنا نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

ستایان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے
نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے

کس اُستاد سے تو نے سیکھا یہ فن
بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتش کے۔

بنینگے کس کا زیور چاند سورج
گھڑا کرتے ہین زرگر چاند سورج

شاعر کو معلوم ہے کہ معشوق کا زیور بنینگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی جبین زلف سے کسنے گرہ کنار ہجر
موج روان مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہے کہ معشوق نے جبین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بلایا تھا
اسی خاطر بھگل بنایا تھا

وله

کہو کس بات پر اڑے ہو تم
باتون بے وجہ کیون پڑے ہو تم

وله

کیون جی کیا تھا تمھین یہ عشق کا جوش
تن بدن کا نہ تھا تمھین کو ہوش

داغ

راہ مین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر تو کہین
کون ہے کسنے بلایا اسے کیونکر آیا

احمد علیخان صادق

ہین کہان وہ عاشقان باغ شعر
اب نہین سنتے ہین ہم اُنکی فغان

ہاے ذوق و غالب و داغ و امیر
چھوڑ کر اسکو گئے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہی۔

(الف) اقراری یا تقریری یعنی اس سے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اُس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہی جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اس مین بظاہر انکار ہوتا ہی اور حقیقت مین اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے!

شہید

لوگون نے کہا ہی یہ شہید آپ کا مضطر | فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہین ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

شاد حیدرآبادی

کب ترے بلوے نے حیران نکیا عالم کو | حشر کس دن ترے دیدار سے برپا نہ ہوا

دونون مصرعون مین استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منہ سے کہتے ہو | کیا آپکا نشان قدم کو بکو نہین

یعنے آپکا نشان قدم بھی کو بکو ہی اور آپ بھی ہرجائی ہین۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغان کیون ہو | نہون آتش نشان نالے تو مجلس مین دھوان کیون ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغان ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار و جنان ہو نہ مرتضےٰ | نائب ہے وہ جناب بشیر و نذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہی اس مین بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور در حقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رخ پہ عیان | ورنہ کب ممکن ہی شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

یعنے کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہین۔

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مُرجھائیگی
غنچہ کہتا ہی بجا لو سے کہ گلشن سے نکل

یعنے کوئی بات پژمردگی اور مُرجھانے کی نہین ہے

نواب محمد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ سا ہر وسا دوسرا
پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہوگیا

کریم اللہ خان دردمند

کنارے سے کنارا کب ملے ہے بحر کا یارو
پلک لگنے کا مضمون دیدۂ پُرآب کیا جانے

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ اُنمین مطلب بسقدر واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہوجائے مخاطب سے استفہام اور استفسار کرتا ہی اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین۔ آیا۔ کیا۔ کون۔ کیون۔ کیسلیے۔ کسواسطے کسطرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ کیسی۔ کیسا۔ کب۔ کبھی۔ کدھر۔ کہان۔ کے۔ کتنی۔ کتنا۔ مگر۔ وغیرہ۔

آیا۔ الف ممدودہ سے۔ کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہی جیسے کہین کہ آیا مکان مین زید ہی یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا تو نے زید کو مارا ہی یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرائن کے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنے مارنا کہ مخاطب سے صادر ہی اور زید پر واقع ہی اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اُسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہی اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ کلمہ آیا قضایاے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہی اور بغیر ملاحظہ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جزو درمیان مین نہ ہو اور وہ جزو اول کے قرینے سے معلوم ہوجاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہی اس قول مین اگر شک نفس فعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا نہین آیا ہی ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا عمرو ہوگا۔

الفتا

کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہی مجھکو
ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو دیگا آیا ای پیر طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہے اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہے خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہے یعنی اُسکی حقیقت کیا ہے یا ادعائی یعنی باوجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہے ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا		تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے	

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جُرأت

شب کو زاری مری سُن کہتے ہین یون ہمسایہ	کوئی پوچھو تو کہ اُس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کہون کس سے کہ یار	مرے ساتھ اُس بُت عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلیے آتا ہے اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے		کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا	

بُدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون		لے گیا دل کو مار آنکھون مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین	

میر

کون گُل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ		بلبل غنچہ ہی ترے چاک گریبانون کا

کبھی لفظ سا بھی کون کے ساتھ ملتا ہے اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہے اور جب دوسرا لفظ اسکے ساتھ ملتا ہے تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہو جاتا ہے بہرصورت دوسرے لفظ کے ملاے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً "یہ کونسا ہے" اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا مینڈھا ہے یا کونسا مرقع تصاویر وغیرہ کے معنے مین لے سکتے ہین۔

ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے — کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہی آیا ہوا — جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہی مُرجھایا ہوا

خندان جو اگلے زمانے کا شاعر صاحب دیوان ہی کہتا ہے سے

کونسا دشمن مرے اس دوست کو بہکائے ہے — تند ہو تیوری چڑھا ہر دم جو مجھپر آئے ہے

غیر ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال دہان و کمر تجھے — وہ روز کونسا ہی جو سیر عدم نہین

داغ

پڑ گئی کیونکر الٰہی دل مین اُس بت کے گرہ — بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون طلب تصدیق کے لیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے کمال وضوح طلب کے لیے آتا ہی یعنی مطلب یہان تک واضح ہوتا ہی کہ مخاطب بھی اُسکو جانتا ہی اور پھر اُس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہی اپنے نہ ملک و مال — ہمسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار — جب تیر کج پڑیگا اڑے گا نشانہ کیا

یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ ماہر و سا دوسرا — پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور کس واسطے طلب سبب کے واسطے آتے ہین۔

غالب

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

ایجان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کیون ہے — ہم تو کبھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا افعی گیسو تھا آگے کالا سانپ
بنایا کسلیے افشاں سے کوڑیالا سانپ

مومن

کہوں گر غیر سے مت مل تو کہوے طعن سے رک کر
یہ کیوں کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس ہیں

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے ان سینہ فگاروں سے تو کہیے

کسطرح اور کیونکر طلب وضع کے واسطے آتے ہیں۔ جیسے

میر حسن

کس طرح سے زیست ہووے گی بھلا اے دوستو
اب تو قاصد بھی اُدھر کو اُنے جانے سے رہے

طپش

لگا کہنے طپش میں گھر سے باہر کسطرح نکلوں
اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

محبت

کسطرح آہ بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب
جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جاناں کو کہوں گرم عناں میں کیونکر
تو سن فکر کو یارا نہیں جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کرنیکی روش کیواسطے آتے ہیں

شہیدی

در پردہ ستم ہم پہ وہ کر جاتے ہیں کیسے
جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہیں کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا گئی
غنچہ کہتا ہے لجا لوے کہ گلشن سے نکل

مومن

وہ جو زندگی میں نصیب تھا دیے بعد مرگ بھی خلق نے
یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نہ گیا قلق

ظفر

یہ کیسا زمانہ بُرا آگیا ہے	جہان دیکھو ہین وان بُرائی کی باتین

کب طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی۔

شاد

کب موسم بہاران آئے گا اے ساقی	رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھینگے اُسکا کب ہم	اے شاد دور و سے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دل سے	زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک	اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی کبھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی جیسے معظم شاگرد نادر کے شعر مین۔

یہ فیض آسی زلف معنبر کا ہی سارا	ڈوبی تھی کبھی عطر مین باد سحر ایسی

کہان اور کدھر طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہین۔

مشتاق

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہی کوئی دل	قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

میر

رہ چکا خون جگر سب اب جگر مین خون کہان	غم سے پانی ہوکے کب کا بہ گیا مین ہون کہان

میر وزیر علی صبا

نقاب اُلٹ کے وہ پھرتے ہیں اپنے کوٹھے پر	کہان وہ ماہ کہان آفتاب ہنستا ہی

مذاق

طریق دیر و حرم جا کے کل بگاڑ چکے	چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیون اب کدھر گئی وہ تری شاعری نعیم	سنکر تو اُسکی ایک ہی دشنام رہ گیا

میر حسن علیخان جولان

کُنج قفس مین وہ گھر کے بے بال و پر مجھے	اے ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہی اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہین رہتی جیسے

غالب

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ولہ

گرد راہ یار ہی سامان ناز زخم دل
ورنہ ہوتا ہی جہانمین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج
گرد ساحل ہی بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل جو اُس سے تو کہنے لگا نعیم
کس کو دیا ہی تو نے کوئی ہی گواہ بھی

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر ہی مجھکو
کس وقت مرا مُنھ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہی اور کس کے معنے مین ہی اور یہ مشترک ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقول مین بھی استعمال پاتا ہے اور کن دونون مین مستعمل ہے مگر غیر ذوی العقول کے لیے یہ شرط ہی کہ مکرر آئے اول کی مثال۔

امیر مینائی

کون دیر آنے مین دیکھے گا بہار
پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے

مولف

بستۂ زلف سیہ فام مین کن کن کے ان کے
بندۂ بے درم و دام ہین کن کن کے انکے
حور و غلمان و پری تابع فرمان ہین تمام
کفش بردار گل اندام ہین کن کن کے انکے

دوم کی مثال دریائے لطافت مین ہے کن کن چیزون سے دنیا مین رہ کے پرہیز کیجیے اور تیری کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے۔

میر

کن کن اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا
خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

اور کنھون نے اسکی جمع ہی اور یہ ذوی العقول کے لیے مخصوص ہی جیسے دہقانون کی جو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرماتے کہ ہندوستان کو انکے سوا کنھون نے سر کیا ہی شیخون نے تلوار ماری ہی یا او رقوم نے" یہ لفظ اصل مین پنجابی ہی اکثر فصیحان اردو اس سے اجتناب رکھتے ہین اور اسکی جگہ کن یا کس استعمال

کرتے ہین مستفاد از دریاے لطافت۔

کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ | کہ اس مین آیا نوروزی ہی اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہی۔

آبرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہین | باتون باتون مین نہ دیکھو کہین الجھن ہو جائے

کرم

زلف تیر گانسے لپٹی ہی خدا خیر کرے | مشک آلودہ کہین خنجر بران ہوگا

کے اور **کتنا** اور **کتنے** اور **کتنی** طلب کمیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کتنے ہین کے روپے ہین یا کتنے آدمی ہین۔

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن | دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہی تراویح سے فرصت کب تک | سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ | خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہین کچھ اسکی پرسش الفت اللہ کتنی ہی | یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہی طلب تصدیق کے واسطے آتا ہی جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش | غالب اسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اسکا غلام نہین ہی۔

اصل استفہام مین یہ ہی کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمۂ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے

جیساکہ انکار چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہوچکا اور اُسکے سوا اسنا سب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشتا ہے اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہوجاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم وعظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صلّ علیٰ کہتے ہین ۔ کیسی تصویر کہ سب جل علیٰ کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔

کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف وتحسین کا دیتا ہے جیسے۔

ناسخ

کرین جبرت کہ کیا کیا قصر والوان ہوگئے خالی ۔ عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے

یعنے کیسے اچھے اچھے قصر والوان۔

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی ۔ دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا ۔ دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

نسیم

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اس مین ۔ ہوجاتی ہین روشن اندھی آنکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ ۔ کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ واہ واہ

مومن

کیا تن بتہ خاک اللہ اللہ ۔ کیا صورت پاک اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے تر ہی مژگان نکلے ہی آہ دل سے ۔ بجلی کی کیا چمک ہی عالم ہی کیا گھٹا کا

امانت

نور رُخ کیا جلوہ گر ہی یاس کی قندیل مین ۔ ہی چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چھریرے ڈیل مین | دو کنول بلّور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش طبعی کا ہوتا ہی۔

نسیم

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو | ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہی۔

نسیم

بلبل اسی رشک گل کی ہون مین | تم کیا ہو ہزار مین کہون مین

مر جاؤن اگر طلب مین تیری | **ولہ** مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا | سرو کس باغ کی مولی ہی صنوبر کیسا

مرزا حاجی شہرت

کیا وہ جگر کہ جس مین نہین داغ جان گداز | کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا مُنھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہی کہ اُس کا | لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار | یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بار ہا بیٹھ کے کعبے مین لنڈھائی ہی شراب | محتسب کیا ہی خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہی جیسے۔

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہی جو اُسکو دیا ہے دل | کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے ہی اگر

یعنے کیون سمجھاتا ہی چپ کیون نہین رہتا ہی مت سمجھا۔

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا | تیری کیون آنکھین بھلا پھوٹ ہین منھ سے تو بھوٹا

کبھی استفہام تجاہل کے لیے ہوتا ہی جیسے میان حسن علی شوق کے شعر مین ع

مدت سے یہ بحث درمیان ہے | پر علم نہین کمر کہان ہے

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہی جیسے ۔

غالب

کہان مے خانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ | پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی کہو کیا کیا کہا خوب | اب کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب

کیا خوب تعجب کے لیے ہی ۔

کوکب

وصل کی شب کو تو جہرے سے ہٹا دے نقاب | پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیسا ہے

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہی جیسے غالب کی اس عبارت مین بندہ پرور سیر الکلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا ۔

مومن

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر | ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہی کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہی کہ جب مکرر آتا ہی تو مساوات کا فائدہ دیتا ہی جیسے ذوق کے اس مصرع مین ۔ ع

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل مرے دونون ہین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا
ہمسے بد مذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا بٹیری کیا بزے | قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

ولہ

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند | جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہکر مجھکو بھی فرمائیے | جسکو جی چاہے اُسسے دکھلائیے

کبھی۔ حرف استفہام سے دو چیزون مین تفریق منظور ہوتی ہی جیسے ۔

برق

دولت دنیا کجا و جرأت ہمت کجا | شیر قالین فرش سے شیر نیستان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلیٰ ہی کہان اور ترا دشت کہان ہے | ای قیس تجھے عشق نہین ہے خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان | کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے | کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس و حریر

صفا

بیجا ہے اُسکو سرو ریاض ارم کہون | قدِ صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہی۔

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین | زاہدون دیکھ کر گھٹائین ہم

مجید

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی | کمر۔ یار لفظ لا سمجھے

مصحفی

آرسی ہاتھ سے یک دم نہین چھٹتی ہرگز | کتنا وارفتہ ہی وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی۔ حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے ۔

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہی شراب | کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

رند

عبث بازار دہر مین اے رند — کیا مین لینے گیا تھا کیا لایا

غالب

آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہان وہ ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن — ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہین کیونکہ جب قرینۂ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے۔

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین — تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا باران غم مین نے کہا رونا مرا — اُسنے کہا برق ستم مین نے کہا ہنسنا ترا

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آکر — کہتا تھا ایسون کو سُناکر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی — پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی۔

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چاک کرتے تھے — تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین آنسو بہاتے تھے صاحب — تمھین چھینین لگاتے تھے صاحب
تمھین جی کھوتے جان گنواتے تھے
تمھین دن رات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیگا — یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

بیان امر

امر موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہی کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اُسکے ذہن مین فی الفور گذرتا ہی کہ متکلم مجھکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہی اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہی بعض علما سے جو یہ منقول ہی کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی امر ہی اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کے لیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہی تو یہ بات درست نہ ہوگی اسلیے آمر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہو سکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلائے دلالت کرتا ہو خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہی چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ع

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی مرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھین سُولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل مین صیغہ مُضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی اُس مین واو زیادہ کر دی ہی۔

ولہ

ناکردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے

ملے صیغہ مُضارع ہی اور یہان دعا کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ ری	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دیجے قد دلدار کو شمشاد و نبر
کوئی آوازہ کسا چاہیے آزادون پر

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریاے لطافت نے فعل تحریکی اور ضروری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مشتمل ہوتے مین اگر حاضر کے ساتھ کلام کرنے کا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائے گی۔

تراب

اگر اسکو نہین باور کرو گے
تو اک قصہ مین کہتا ہون سنو گے

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون اُسکو سنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دُور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اس مین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کر دین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے آخر مین واو یا یاے تحتانی مجہول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہو جاتی ہی جیسے بو سے بوؤ اور سو سے سوؤ اور لے سے لو اور دے سے دو اور اگر یاے تحتانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سی سے سیو اور پی سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تحتانی مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھ سے اُٹھیے اور بیٹھ سے بیٹھیے اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کر دیتے ہین جیسے لیجیے اور کیجیے اور دیجیے اصل کیجیے کی کریے ہی ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کر کے راے مہملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہی اسلیے اُسکو کسرے سے بدل دیا ہی اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہی جیسے کیجیے و لیجیے و دیجیے جب کیجیو اور لیجیے وغیرہ کے آخر مین گا لگا دیتے ہین تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ اور مصدر دینا کلام بھی امر اور اسکی ضد یعنی نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کر دیا جاتا ہی جیسے پھینکدے اور جب امر کے آخر مین دیا لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینکدیا ڈالدیا بڑھا دیا یہ صیغہ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام مین اس

جس وقت کو ٹھے پر سے روپیہ پھینکا مین نے زمین پر گرنے نہ دیا ہاتھ مین لیا"۔ اگر پھینکدیا کہوین تو اچھا نہ ہو اور اس جگہہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اُٹھا دیا۔ اُٹھایا مستحسن نہو۔

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین۔

(۱) طلب فعل پر بطور علو شان کے جیسے۔

نسیم

حمالہ جلی ہون کیا کہون مین | داما دکو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ نہی کا اُس پر عطف ہو جیسے۔

سودا

گھوڑے کو دو نہ دو لگام متھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کے لیے جیسے۔

مومن

خدایا لشکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا | لبو نبردم بلا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر | اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کے لیے جیسے۔

قلق

جب نپاتا تھا راہ وہ دلگیر
توہی اب مجھکو راستہ بتلا | ہر بگولے سے تھی یہی تقریر
کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہین بتلا سکتا لہذا اُسکو تمنا کہینگے نہ ترجی۔

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے | اے گل تو ہی مہک۔ بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہی کہ گل کا سُراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل اور گل سے پتا بتانے کی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہی کہ یہ دونون پتا بتا سکین لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر محمول ہے اسکو ہم اسلئے تمنا کہینگے نہ ترجی فرق تمنا اور ترجی مین یہ ہی کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی

کہتے ہین اور محال و ممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین۔

(۵) ترجی کے لیے جیسے۔

لالہ بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران	چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ	پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

ایکباری تو خواب مین آؤ	کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے کے ساتھ خطاب کرنے کے لیے۔

ذوق

نہین یہ شیشۂ مے ہی کسی میخوار کا دل	محتسب دیکھ نہ کر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھ سے ہی (مستفاد از فائض المعانی)۔

سودا

یزید کیونکہ اولوالامر ہے بتا ملعون	کیا یہ فرض ہوئی اُسکو جاہ جون شداد

نسیم

بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا	کیسی رانی کہان کا راجا

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہے عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلا کے عاجزی وانکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہے کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخصوص ہی مثال۔

نسیم

حمالہ کو بھیج آکے لیجائے	شاید تجھے زندہ پاکے پہونچائے

ولہ

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو	عاشق کی سزا جب پوچھتی ہو
مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ	کالے ناگون سے مجھکو ڈسواؤ
تلوار سے ہو جو قتل منظور	ابرو کے اشارے سے کرو چور

زندان میں جو زندہ بھیجنا ہو — اپنے دل تنگ میں جگہ دو

ہوس

یہ تو ہی پدر کسی کو اپنا — کب بھاوے ہی درد و غم میں پھنسنا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال میں آتا ہی جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہم وطنو — اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ — ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علمائے تازی التماس کہتے ہیں مگر محاورۂ اہل ہند و فارس میں التماس اُس طلب کو کہتے ہیں جو بزرگوں سے کریں۔

(۹) تخویف کے لیے لاتے ہیں جیسے۔

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہیں خبردار — جا ان سے ہو لیو خبردار

یعنی یہاں سے چلا جانہ بولیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر یہاں تخویف کے واسطے لائے ہیں۔

امیر

چل سوے گور غریباں کہ حریص مال خواہ — دیکھ کتنی آرزوئیں نذر مدفن ہو گئیں

کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہے۔

انیس

وہ بکر صدا غور نے دی سر کے بل چلو — تو لی سلامتی کہ سلامت نکل چلو

سر کے بل چلنا محال ہی لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہی وہ بھی اسی قسم سے ہی۔

کبھی امر کو حذف کر دیتے ہیں اور مفعول کو قائم رکھتے ہیں مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو۔

سودا

اسکو ہرگز نہیں حیا سے لگاؤ — جاے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہی جو کہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا اسلیے امر کو حذف کر کے اسکی تکرار کی

کبھی بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہے۔

تراب

فاتحہ بانخیر اسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مر جائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہے جیسے۔

دبیر

سر پانو پہ پڑتا ہے ارے جلد سنبھل چل	لکارے وما دم یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک	جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

الشا

مرتا ہون اجی زبان سے بولو	بولو مجھ نیم جان سے بولو

انیس

مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو	ہم یہ تنہائی ہے اٹھو علی اکبر اٹھو

تپش

الٰہی تپش کی مناجات سن	سن اس ملتجی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطور استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہو گی پس ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہے اس قسم مین داخل نہو گا۔

ذوق

سرد مہری سے کسی کی آگئے ہی دل سرد ہے	ہٹ جا یان سے دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

کیونکہ بیان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہوتی ہے نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہے اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہے اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہی یہ ہے کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون لکھا ہے کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہیں اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہے پس وہ مخاطب کی قدرت

مین نہو گا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہی اور استعلا سے مُراد یہ ہی کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے بڑھ جاتا ہی جیسے کر سے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر اُسکے آنے سے امر نہی ہوجاتا ہی جیسے کر سے مت کر۔

انشاءاللہ خان دریاے لطافت مین لکھتے ہین "بر زبان ملایان مکتبی شاہ جہان آباد و بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا اتتے"، مگر مین نے اسکو شعراے مستند کے کلام مین دیکھا ہے۔

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہی جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہی کہ حال مین مستعمل ہوتی ہی اور ماضی و مستقبل مین نہین۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہی۔

(۱) دعا جیسے۔

لالہ ہندو لال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے ۔ مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہے غرض

ظفر

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز ۔ وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

رند

نکر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا ۔ الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد ۔ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ امر کا اُسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ ۔ اب تیرے شکار ہو گئے ہم

میرے نزدیک یہان تخییر کے لیے ہی دوسری مثال۔

میر حسین تسکین

تم غیر سے ملو نہ ملو مین تو چھوڑ دون ۔ گر اس وفا پہ کوئی کہے بے وفا مجھے

یہان بھی تخییر کا مطلب نکلتا ہے اور تسویہ کے ساتھ تخییر کے معنے بھی دوسرے شعر مین لیے جائین تو کوئی مضائقہ نہین مگر پہلے شعر مین خالص تخییر ہے جس کو خواہ کے لفظ نے ترجیح دیدی ہے۔

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کے لیے جیسے۔

نور اور خان دل

مست پھرا سر مرا اے ناصح جاہل اگر — پھر بھی جاتا ہے نصیحت ہے کہین دل اگر

نسیم

جھوٹے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی۔ تو وہی۔ وہی سم

(۴) غضب کے لیے جیسے۔

مذاق

ہیبت ہجر کی دل زہرا ہوا ہی آپ — مت رکھو بروح فاطمہ زہرا فراق مین

عرض ہے جناب امیر علیہ السلام مین۔

ہوس نجو تکی زبانی باپ سے

بہتر ہے پر اب یہ اے خردمند — اب نوح دگر ہے حال میرا
کچھ مجھکو نہ کر نصیحت و پند — زنہار نہ کر خیال میرا

(۵) برابری کے لیے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کرنے کو جیسے۔ ؎

دوستو مجھسے جو کہتے ہو نہ تو یار سے مل — اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تخویف کے لیے جیسے۔

میر

آخانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہو گا

نہی کو امر کی طرح تکرار بھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو — کہے گا کوئی تمکو نکتہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم کے ذریعے کی توجہ طلب کی جاتی ہے وہ منادی کہلاتا ہے

اور وہ جملہ متضمن اظہار بیکار نیکی غرض کا کہ منادی کے ساتھ واقع ہوتا ہی مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہی اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین۔ اے۔ او۔ ارے۔ اری۔ ابے۔ اوبے۔ ہوت۔ اجی اور رے۔ اوری۔ اوجی۔ یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کے لیے آتے ہین جو غیر معلوم ہو اور معرفہ غیر معلوم عبارت ہی شخص کے کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھیا یا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا اور اے مچھو کرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی واوجی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حروف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اور لے بیل اور اری رائے بیل اور رائے بیل ہوت یا اوجی بی کلھو یا اے چنبیلی یا اوری یاسمن اسی طرح مذکر کے لیے مثلاً او مرطو اور ارے کلوا اور ابے کلھوا اور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او جانے والے یا او لال پگڑی والے یا ارے انا کے لڑکے یا ارے گڑگڑ ولن والے ہوت یا انا جی ہوت یا اجی سرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھو اور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا۔ ساقیا۔ جانا۔ یعنے اے ناصح۔ اے ساقی اے جان۔

سودا

خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیدرد — لگے ہی بات تری مجھکو تیر سی دل مین

درد

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

عبد السبحان خان سبحان

جان و دل سے قبول سب جانا — پر گلی ہین تری ہمین آنا

اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر ہو نہ غائب لیکن غائب کو بھی حاضر تصور کرکے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے۔

ای اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا — بے رحم کیا ظلم کا کس زلف عنبرین کو

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود ۔ چلا نہ پشے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ای نازش برطانیہ اے فخر بر ترک ۔ ای ہند کے گلے کی شان ہند کی قیصر

غالب

ای شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر ۔ ای جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

ای خوشا وہ سرزمین جائین جدھر اُسکے قدم ۔ ای خوشا کشور پھرے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت از پئے قسمت ۔ مبدل ہو گئی آسانیون سے میری دشواری

(۲) تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

انیس

ای روشنی خانۂ زہرا ترے صدقے ۔ ای باپ کے عاشق مرے شبیر ترے صدقے
ای تشنہ لب و بیکس و تنہا ترے صدقے ۔ ای رہرو فردوس معلے ترے صدقے

اگر کہا جاے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلی سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہی پس لفظ ای کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہی اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہی لفظ ای سے اُس مین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آکے پکاری ۔ ای لال جھنڈولے ترے بانو پہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

اری چارون کے یہ ہین آشنا — ملا دل کو آخر کرے ہین جدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہی۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے میکشی — جو مفلس ہوا پارسا ہو گیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہی۔

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا — لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے ادھر — بہانے تو کرتی ہی کیون مجھ پہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کے لیے ہی۔

(۵) برانگیختہ کرنے کے لیے جیسے۔

قلق

ارے او بے مروت او جلاد — ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہی اور دوسرا او پس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طور

ارے ای بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم — کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

دشمنون سے تری سازش ہی ارے او دشمن — گو کہ دشمن ہی ترا دوست ہی بد اپنا سا

ذوق

نفس کی آمد و شد ہی نماز اہل حیات — جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہی جیسے

جوش شاگرد مصحفی

مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا — بولا کہ ابے تیرا رونے ہی جنم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اُس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا۔ عشق۔ نسیم اور دل وغیرہ کو منادے ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

جستجو اہل صفا بتا تو ہمکو ۔ اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم

حالی

اے نسیم بہار کے جھونکو ۔ دہر ناپائدار کے دھوکو
اے لب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ۔ اے پہاڑون کی دلفریب فضا
یون تو ہر حال مین ہو اپنے عزیز ۔ پر وطن مین تھے تم کچھ اور ہی چیز

نسیم

سنبل مرا تازیانہ لانا ۔ شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
او خار پڑا ترانہ چنگل ۔ شکلین کس لین نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا ۔ خوشبو ہی سونگھا ہیتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے ۔ گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

گفتگو مین منادے پر حرف ندا نہین لگاتے ہین ۔جناب خان صاحب ۔یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جا کر پکارتے ہین جناب میر صاحب خان صاحب۔

مولوی غلام غوث وجد

زلف کی بو اور دماغ عدو ۔ باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اسکی بو دماغ عدو تک پہونچائی۔

شاطر

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدام ۔ نہین ہین لشہ کے ڈورے جناب آنکھون مین

صنعت

قتل ناحق کیا تونے جیسے تلوار گھسیٹ ۔ لاش کو اُسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پر نہین لگاتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہے پس اگر حرف ندا حذف

بھی ہو جائے گا تب بھی خصوصیت مین فرق نہین آئیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم / انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

میر صادق علی صفدری

صفدری قد کو کہین اُسکے کہا تھا گل سرو / سیدھی اُس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجھکو

منادے جمع ہو تب بھی حرف ندا نہین لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہہ گئی کیا کان مین تمھارے صبا / کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبرون کو یاد کرو / خوش دلو غمزدون کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے / کہ آتش جان ہے عزیز و مہمان کا اختلاط

کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہے اور اسکے کئی سبب ہوتے ہین

یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصحفی

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھسے یا رب / اے کہ ہے ذات تری سب پہ غفور و رحیم

یا اسلیے کہ سمجھنے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

ای وہ کہ تیرے عدل کی نسبت بجا جس مقام / نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے ای ممدوح یا ای معظم یا ای نواب یا ای عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہے۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے ای معشوق یا ای پیارے یا ای دلبر وغیرہ وغیرہ۔

کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہے جیسے۔

انیس

آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان
دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان

اور تکرار منادے کے موقع پر ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا ہے تکلف ہو تراب
جو کمین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

ہوس

لیلی لیلی جو تو پکارا
تب راز ہوا یہ آشکارا

بیان دعا

خدا کے سامنے عاجزی اور انکسار ظاہر کرکے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کیواسطے جو صیغہ مخصوص ہی وہ بحث مضارع کے صیغہ واحد غائب سے بنتا ہی اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُنے سے سُنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھُلا
رکھیو یا رب یہ در گنجینۂ گوہر کھُلا

وله

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی
لکھ دیجیو یا رب اُسے قسمت مین عدو کی

کبھی دعا کے صیغون کو اور موقع پر بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہی امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال رہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اُسکا دعائیہ یا مصدر ہوتا ہی۔

غالب

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

اسی طرح نہی کے مقام پر دعا کا صیغہ آتا ہے جیسے جوش۔

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہمکو
کرامت دیجیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہان کھائیو مت فریب ہستی	ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تکملہ

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہی کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہی کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہی اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیغۂ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہو تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور ہو تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا استفسار ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اُس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہی اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ اُنکی خاص اصطلاح ہی۔

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہی جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملین گے اور مطلب اس سے یہ ہی کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ مل سکون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد مین اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین۔

ذوق

سر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو	الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہی اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے وصل پیدا ہوتا ہی لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہی اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہی کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہی اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہین

جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہین معطوف کہلاتا ہی اور فصل اسے کہتے ہین کہ جسکی شان سے عطف ہو اسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ظفر

تیرے دندان ولب نے کردیا بے قدر عالم مین | گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

دندان معطوف علیہ ہی اور لب معطوف اور دونون فعل کردیا کے فاعل ہین اور یہی مناسبت عطف کی ہی۔

اُنس

صبح اُمید وشب وصل کو یکجا دیکھا | آگئے جب ترے عارض پہ پراگندہ گیسو

صبح اُمید معطوف علیہ اور شب معطوف ہی اور یہ دونون دیکھا کے مفعول ہین اور عطف کی یہی مناسبت ہی۔

اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہین۔

(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

کھو دیا ہین نے نشان سلطنت شخصی کا | اور دُنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا

اس شعر مین پہلا مصرع معطوف علیہ ہی اور دوسرا معطوف اور دونون جملے فعلیہ ہین۔

(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تپش

خدا جانے اُسکے تھا دل مین کیا | لے اب جام مے اور مجھکو پلا

جام مے لے معطوف علیہ ہی اور مجھکو پلا معطوف

مومن

نالہ اک دم مین اُڑا دیوے دھوئین | چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

چرخ کیا معطوف علیہ ہی اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونون جملے انشائیہ ہین کیونکہ استفہام کو متضمن ہین۔

(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی قسم عربی

مین مختلف فیہ ہے اور فارسی مین قلت کے ساتھ قدما کے کلام مین پائی جاتی ہے اُردو مین بھی یہی حال ہے

میر

شستست وشو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مہ بنا — اور منہ دھونیکے چھینٹون کے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملۂ خبریہ ہے اور دوسرے مین جملۂ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے — اور دل مین ترے اثر نہووے

پہلا جملہ انشائیہ ہے کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور دوسرا جملہ خبریہ ہے کیونکہ نہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہے جو اس جملۂ اسمیہ مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہے اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اُس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہے کہ آہ کرین۔

جملون مین فصل اور وصل کس کس حالت مین واجب ہے

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہے یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہے کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہے تو اسوقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہے اور دوسرے کو بھی اسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہے اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہے اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہے اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہے کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمۂ اور کے ساتھ عطف کیا جائے تو شرط عطف قبول کرنے کی یہان ایک مناسبت ہو گی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکینگے اور مفردون پر عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہے اس مناسبت کو علمائے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع حکم اعراب مین نہو گی تو فصل متعین ہے عطف نہین کیا جائے گا مثال وصل کی۔

آزاد

بیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا — دیکھو کمایا کس نے ہے اور کون اُڑائیگا

کسنے کمایا ہی یہ کون اُٹھائیگا کا عطف کیا ہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانیکے یہی معنے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی یہی حال جرأت کے شعر مین ہی ؎

دیکھا جو کل اُسنے میرے جی کا کھونا
اور کھینچکے آہ سرد ہر دم رونا

راسخ

کہد و بسمل سے کہ اک ہاتھ جگر پر رکھے
اور اک ہاتھ سے تھامے رہے وہ دامن انکا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینو پہ ہین جان
اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین
بُت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بُت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔

چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین۔

بنیش جسے ہو اُسکا ہی عالم مین راج ہی
اُسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ انشا نے ان ترکیبون مین عطف نہین کیا ہی ؎

فروغ مے سے نہ کیونکہ ہووے ایاغ روشن مراد حاصل
مثل یہ مشہور ہی جہان مین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہی اور شعر کہتا ہی یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے ورنہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہی لیکن ان مین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔

اسی قبیل سے ہین یہ اشعار راسخ کے۔

لیتے چھلنا ہے کھوسے وان لھوا
اور صدا لائی ہی کانون مین ہوا

وله

سود ہی نقصان مین ای خوش صفات
اور شہیدون کو فنا مین ہے حیات

(۴) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک کرنا

مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملون مین دوسرے کا مقصود بالنسبۃ ہونا متصور نہین ہوتا اس لیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے ... صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تاکہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہی پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین۔

ولہ

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب ... مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہی کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھہرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ماننے ہو نہین سے ناسی

ولہ

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو ... دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہے پہلے جملے پر معطوف نہین تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہی یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہی اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے۔

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم ... منھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اُسپر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہی کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہوجائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو منھ ہی دکھا دے۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت مقصود ہوتی ہو مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہو کہ ساتھ آئے اور واو یا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ پس فائدۂ جمعیت با ترتیب و بے مہلت کا دیتا ہو یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہو مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہو اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہو اور اس قبلیت کی دُو قسمین ہین۔

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دُو صورتین ہین ایک یہ کہ حرف تعقیب کے لیے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کے لیے ہوتا ہو تعقیب یہ ہو کہ معطوف کو باعتبار زمانے کے تاخر ہو اور اول کو ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اُسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہو مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنے کی شرط و علت نہین بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہو تفریع یہ ہو کہ معطوف علیہ کو باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونون کے معطوف کے وجود مین داخل ہو مثال اسکی۔

امیر الدین شوخ

اولیا و قطب بنے ہین فقیری بھیس مین	پس غریبون سے بہت لازم ہو ملنا عید کا

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبون سے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہو اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہو غریبون سے ملنے کا۔

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہو وجود زمانیکی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہو جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے دو قسم پر ہو ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہو جو گذرے ہوے زمانے پر

دلالت کرے اور مضارع وہ ہے جو زمانۂ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔

پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب و مہلت کے دیتا ہے اور یہ عام ہے اس سے کہ باعتبار عطف زمانے کے ہو جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانے کے بعد مہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

معشوق شاہ رند

کھو گیا ہے فقیر کا جامہ ۔۔۔ پھر بتا گیا ہے اُسکا عمامہ

یعنے پہلے یہ بتا پھر وہ بتا۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ بن دیکھو کہ بنکر شکل دی ایکی ۔۔۔ نکھر نا سبز ہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

ظفر

پہلے تو دل مین محبت کا تخم پیدا ہوا ۔۔۔ پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میر کے۔

کیا گیا نہ گیا اس بن صبر اور دماغ و دل ۔۔۔ رونق گئی بشرے کی پھر نور بھی دیدو نکا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہے اے نسناس ۔۔۔ پھر اُسکو کہکے اولوالامر مین کرے ہے یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے ویسراے آئے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔

فائدہ کلمۂ یا جو تردید کے واسطے آتا ہے جب دو جملۂ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہرچند دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہے اور حرف عطف کے حذف کر دینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہے چنانچہ۔

مہتاب راے تاب

یا تنگ نکر ناصح نادان مجھے اتنا ۔۔۔ یا چلکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہے تو تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھا دے۔

خواجہ اکبر حسین اکبر

یا پھینک دیجے چیر کے پہلو سے دل کو یا ۔۔۔ یا دل کے سب نکل گئے ارمان جائیے

مطلب یہ ہے کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجئے اگر ایسا نہین کر سکے تو دل کے سب ارمان

نکال کے جائیے۔

یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیۂ حملیہ کہین گے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہی تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مُراد یہ ہی کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہی اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر اور انفصال یہ ہی کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فرویت جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر ایسے عاطف کے ساتھ جو واوٗ یا اور کا غیر ہو عطف کیا جائیگا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ اُن حروف کے معانی ظاہر ہو جائین گے بخلاف واوٗ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہوگا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واو یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واوٗ یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ و معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائیگا اور وہ حکم ہے جیسا کہ مفردات مین پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی جو دونون جملون مین مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا سمجھنا اتنی چیزون کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین فصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ وصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل

ہو سکتی ہو یا اُن دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے یا نہیں اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُن میں موجود ہے تو فصل کرنا چاہیے وصل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغائرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہی کہ مغائرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا اُن دونوں جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ ان دونوں کمالوں کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغائرت اور مناسبت دونوں باتیں حاصل ہوں اور ان باتوں کا جاننا دقت سے خالی نہیں اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اسمیں دقت نہیں ہی کیونکہ اُس میں جہت جامع ایسی چیزوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہی۔

حاصل کلام یہ ہی کہ جب دو ایسے جملے جمع ہوں کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کے لیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اس حکم کا دینا مقصود ہو یعنے جس طرح اس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہیں اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکیں تو ایسے جملوں کے چھ حال ہیں۔

(۱) اُن دونوں میں انقطاع (انفصال) اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونوں میں کمال اتصال ہو۔

(۳) دونوں میں کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونوں کمالوں کے درمیان توسط ہو۔

پس ان میں سے چھٹی اور پانچویں حالت میں دونوں جملوں میں فصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتوں میں دونوں کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوں حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملون مین کئی وجہ سے ہوتا ہے۔
ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سوان دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین گے ہونگے اور عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہے لفظاً و معناً اور وہ لفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ مصرع۔

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہے اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہے اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہے۔

ظفر

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حُسن چمکاؤ	کہ حیران دیکھکر عالم ہمین بھی تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین جملہ خبریہ ہے اور تم اپنا حُسن چمکاؤ جملہ انشائیہ ہے پس ان دونون کے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہے نسیم کا مصرع۔ ع

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہے اور بہت بڑی منزل عدم ہے لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اسلیے ان تینون جملون مین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہے۔
یہ مثالین دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہے۔
دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہو سکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔
(**الف**) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مر گیا اللہ اسکو بخشے اللہ اسکو بخشنے کا عطف زید مر گیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کی رو سے انشائیہ ہے

اور زید مر گیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونون خبریہ ہین۔

مرزا کاظم حسن

بہی اک رند باقی تھا صد افسوس ‏ ‏ ‏ خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملہ بہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف بہی اک رند باقی تھا پر نہین کیا گوکہ دونون جملے لفظاً خبر ہین۔

قائم

بتون کے دید کو جاتا ہون دیر مین قائم ‏ ‏ ‏ مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نہ کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہین دوسرے جملے خدا نہ کرے سے نہایت منقطع ہے اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً خبریہ ہے اور دوسرا معناً انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظاً دونون خبریہ ہین۔

غلام علی خان وحشت

میرے مرنے کی خبر غیر کو یون دیتے ہین ‏ ‏ ‏ مر گیا وحشت جان باز تری جان بچے دو

حکیم میر محمد مہدی ظاہر

نہ بھاتی تھی جس شخص بن دل کو سیر ‏ ‏ ‏ سو آیا ہے سے لو وہ یاد ش بخیر

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونون انشائیہ ہون۔ جیسے

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر گیا کم تھا ‏ ‏ ‏ چشم تر نے کیے کیون سات سمندر پیدا

اس شعر مین پہلا مصرع معناً خبریہ ہی اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل مین ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معناً انشائیہ ہی اسلیے استفہام استخباری ہی اور لفظاً دونون انشائیہ ہین

(ج) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونون خبریہ ہون مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جان کی ہے ‏ ‏ ‏ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معناً خبریہ ہے اور لفظاً دونون جملے خبریہ ہین۔

(د) پہلا معنًا انشائیہ ہو اور دوسرا معنًا خبریہ ہو اور لفظًا دونون انشائیہ ہون۔ جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوسنے کیون ہو مجھے آج کھڑے مقتل مین	ذبح کرنے کو نہین کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونون مصرعون مین دونون جملے استفہامیہ ہین اس لیے لفظًا انشائیہ ہین مگر پہلا معنًا بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام انکاری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معنًا خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری در اصل خبر ہی۔

تیسرے کمال انقطاع اسلیے ہوتا ہے کہ دونون جملون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہین ہوتا۔

(**الف**) یا تو صرف جملون کے مسند الیہون مین نہین ہوتا جیسے زید بڑا ہی چاقو چھوٹا ہی یہان فقط مسند الیہون مین کوئی جامع نہین ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہین ہو سکتا حالانکہ دونون جملے خبریہ ہین اور بڑے اور چھوٹے مین جامع موجود ہے اور وہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسند الیہون مین جامع مفقود ہے۔

شہیدی

خندے کرتے مین جو صبح اُس گل کے لب ہو گئے	غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل مین ٹکڑے ہوا

دوسرے مصرع مین دو مسند الیہ ہین ایک غنچہ دوسرا لعل ہین اور ان مین کوئی جامع نہین ہے البتہ مسندون مین جامع ہی اور وہ یہ ہی کہ دونون کا مصداق ایک ہی۔

انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے

یہان دولت و اطفال مسند الیہ ہین جن مین کوئی جامع نہین اور مسندون مین اتحاد جامع ہے۔

(**ب**) کبھی جامع فقط مسندون مین نہین ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے۔

یہان صرف مسندون مین جامع نہین بشرطیکہ مسند الیہون مین جامع فرض کر لیا جاے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپس مین دوست ہون، یا کسی اور قسم کا اُن مین تعلق ہو۔

فہمی

مرتا ہے دراز کاکلون پر	فہمی کی حیات بڑھ گئی ہے

پہلے مصرع مین فہمی مسند الیہ ہی اور دوسرے مین حیات فہمی اور ان مین جامع ظاہر ہی اور پہلے

جملے مین مرتا ہی بمعنی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہی اور ان مین کوئی جامع نہین

تنہ وہ دوپٹے سے چھپایا اُس نے	زرغیب	دل کو پردے مین لُبھایا اُس نے	

دونون جملون کے مسندالیہون مین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندون مین کوئی جامع نہین۔

(ج) یا مسندالیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہے اسی قبیل سے یہ بھی ہو سکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو شعر نیوالا ہی جبکہ زید و عمرو مین جامع نہو۔

گلزار نسیم

گوشے مین کوئی لگا نہووے		خوشہ کوئی تاکتا نہووے	

پہلے مصرع کے جملے مین مسندالیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسندالیہ خوشہ ہے اور ان مین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا نہووے اور ان مین بھی کوئی جامع نہین ہے

دو ساز طرب ملے خوش آہنگ	ولہ	دو راز ادب کھلے بصد ننگ	

پہلے مصرع کے جملے مین ساز طرب مسندالیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دو راز ادب مسندالیہ ہے اور ان مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور دوم مین کھلے مسند ہین اور ان مین بھی کوئی جامع نہین۔

ایضاً

مرغان ہوا تھے ہوش راہی		نقش کف پا تھی ریگ ماہی	
اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام	ولہ	ڈوبا خورشید ہو گئی شام	
بڑھی تھی رُخ جنون کی کاکل	ولہ	پابوسی گل کو آیا سُنبل	

کمال اتصال

دو جملون کے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہی۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر اور تائید کی ضرورت یہ ہی کہ سامع جب ایک جملہ سُنکر گمان کرتا ہی کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہی تو مسکے اس گمان کے دفع کرنے کے لیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کر دیتا ہی تاکہ اُس کا یہ توہم دفع ہو جائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہی پس تائید معنوی یہ ہی کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے

معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملون مین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور مؤکد ایک شے کی مثل ہو جاتے ہین۔

وحید

حاسد یہ دل مین کہتے ہین گھبرا کے یک بیک
سلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہی شک سا

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دل مین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتے ہین تو سامع کو یہ توہم ہو سکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا پس سامع کے اس توہم کے دُور کرنے کے لیے ایک دوسرا جملہ اُسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے۔ اور کچھ شک نہین ہی کا مرتبہ اس ترکیب مین ایسا ہی جیسا کہ شعر ذیل مین خود کا رُتبہ ہے۔

اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم
آپ خود منھ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سعی کی اُسنے اک زمانے تک
نہین اس مین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے۔

ناسخ

ہو ترا روے جہان سوز اگر عکس فگن
ہی یقین خانہ آئینہ سمگر جلجائے

خانہ آئینہ سمگر جلجاے شرط کا جواب ہی اور اُسکی تائید یقین ہی کرتا ہی۔

امیر

سب سے بدتر ہی امیر اس مین نہین شک لیکن
لاج اسکی ہے ضرور آپ کا کہلاتا ہے

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اس مین شک نہین کرتا ہے۔
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہی کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملون مین بھی عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور مؤکد ملکر ایک شے کی مثل ہو جاتے ہین جیسے۔

ناسخ

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق
یعنے خالق ہوا نہ کرتا خلق

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہی اصل مایۂ شہود
اُلفت اُنکی ہی اصل ہر بہبود

شاد

میرے مشرب کے سبب خلاف کیا	میرے مذہب کے سبب خلاف کیا

میر حسن

نہیں تیرا کوئی نہ ہوگا شریک	تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک

مثنوی سعدین

وہ بلیدہ جو وان سے آیا ہے	وہ بلیدہ جو ہین نے کھایا ہے
نام اُسی کا ہے لذّت دنیا	نام اُسی کا ہے نعمت دنیا

دوسرا شعر مقصود بالتمثیل ہے۔

دبیر

یہ تاج ہی اُسکا جو حسین ابن علی ہے	وا اللہ کلاہ سر شبیر یہی ہے

پانچون شعرون مین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہے ہر شعر مین دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کے لیے ہی تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہو یا غلط کہی ہے۔

انیس

دونوں کا ایک نور خدا سے ظہور ہے	طاہر ہین ان مین جس سے ہر ایک نور ہی

جو مفہوم طاہر ہین کا ہے وہی اُسکے جملہ ما بعد کا ہی۔

مؤلف

زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے	ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

دوسرے مصرع کے تمام جملے مضمون کے اعتبار سے متحد ہین اسلیے عطف نہین کیا۔

مضطر

میری اُنکی رسم اُلفت چھٹ گئی	مدتین گذرین زمانہ ہو گیا

جو مطلب مدتین گذرین سے حاصل ہوتا ہی وہی زمانہ گذرا سے حاصل ہوتا ہی۔

ضامن

مار ڈالا کسی کی چاہت نے	اُلفت یار نے ہمین مارا

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہی۔

غالب

کہا تم نے کہ کیون ہی غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیے کہ ہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہی وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہے۔

ذوق

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے	انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرون مین دوسرے جملے کا ویسا ہی مرتبہ ہے جیسا کہ اس شعر مین دوسرے چھوٹے گا کا۔

صبا

دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا	ہر اک حلقہ ہی کالا جیل خانہ زلف شبگون کا

تنبیہ۔ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظاً کرتا ہو تو عطف نہین کیا جاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

پھولے ہین پھول باغ مین آئی بہار ہی	مطلع ہی صاف اور نہین گرد و غبار ہی

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہی کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہی کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہی جیسا کہ بہار آئی ہی اور مطلع صاف ہی مین کمال انقطاع ہی۔

دوسرا طور۔ یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہین ہوتا اُس مین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہی اسلیے اُسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مُراد کا ہوتا ہے اور وجہ اُسکی یہ ہوتی ہی کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس مین یہ ہوتا ہی کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہی یا شنیع ہوتی ہی یا عجیب ہوتی ہی یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال۔ جیسے کہین خدا نے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین دی دیکھنے کو دی ہین کان سُننے کو دیے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے

یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہی اور وہ فی نفسہ مطلوب ہی اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً انعامات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملون کے لانے سے اُسکی تفصیل ہو گئی۔

رویاے صادقہ

اور جو ہم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤ پیچ خوب رواں الخ یہان پہلوانون کا حال ظاہر کرنا اور اُنکے قوے کی حالت کا دکھانا مدنظر تھا کیونکہ یہ امر فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو اُنکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور اس طرح اُس مجمل کی تفصیل ذہن نشین کردی اور دوسرے جملون کے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا		بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا	

یہان عجب عجب انتخاب تماشون کا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشون کو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی		کھیت مین بویا گیا گیہون چنا	

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اُس کا اجمال دوسرے جملہ نے دور کردیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو		گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو	

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہی انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دور کردیا۔

جرأت

تیرے خیال مین دونون جہان سے ہم گذرے
نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر

ظفر

جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا	سر کے بل پانؤن کے بل سینے کے بل بازو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	لب بند ہوے سب کے کچھ منھ سے نہ بات آئی

مراد کے شنیع ہونے کی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہین دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور نماز پڑھا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول مین۔

عجب انداز کی تھی وہ گلرو	جو ترطون سے وہ کرتی تھی اُلو!
وہ اڑانے کا ذوق رکھتی تھی	اور پستان سے شوق رکھتی تھی
گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی	پور ایک ایک اُسکو بھاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہی اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملون کا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

میر حسن

لگے پینے باہم شراب وصال	ہوے نخل اُمید سے وہ نہال
لبون سے ملے لب دہن سے دہن	دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو	گئین حسرتین دل کی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہی چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہو سکتے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دور کر دیا۔

صاحبقران

چتون غضب کی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ	چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی	نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہی مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کردی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہ ہوسکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شئی واحد کیطرح سمجھے جاتے ہین

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیون کا مجموعہ ہی رحم دلی اور خوش اخلاقی اُسکے خمیر مین داخل ہین۔

حالی

راستی اور راستبازی اسمین تھی ضرب المثل	اسکے کامو نمین ریا تھی اور نہ باتو نمین دغل

امانت

تمھارے گیسوؤن کے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین	پریشان ہون تو سنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملہ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغائرت رکھتا ہی مثال۔

شباب

چُپ اے ناصح نکر مجھکو نصیحت دم بدم اگر	مرے دل پر تو قبضہ ہی کسی مہوش کی اُلفت کا

یہان چُپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجھکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی۔

نہ رندو مین ٹھہر تو زاہد اے راستہ اپنا	**ولہ**	ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

زاہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندون مین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا راستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطر نشین کر دیا کیونکہ جب عرف مین اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغائر ہی اسلیے تاکید و بیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیحدہ ہوا۔

اسی قبیل سے ہی۔

آفتاب رائے رسوا

رسوا کو کہا دیکھکے کل شوخ نے گستاخ
چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہا فی النار ہو اسی طرح اسکے بعد کہا کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف مین جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو ان سے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض اپنے سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہے۔

انشا

شور محشر ہے یہ کہہ بیٹھے خرام اُسکا صاف
دال فے عین الف بے دور ہے ہو چل ہٹ

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ بیان خفا دور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آکر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہے اُس مین اور اُس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہے یہ فرق ہے کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملۂ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے بالذات مقصود ہوتا ہے۔ مثال۔

واجد علی شاہ

اک مرض جاتا رہا تو دوسرا پیدا ہوا
قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا

دوسرا مصرع بیان ہے دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر ہے کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے اسلیے یہ کہکے کہ دل کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کر دیا۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو
معمور مساجد ہین نہ آباد ہین مندر

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہے کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہے کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کی